النجم الثاقب "روشن ستارہ"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن

(ظہورِ قدسی سے بلوغت تک)

وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِي

اور تاکہ پرورش پائے تو میری آنکھ کے سامنے (طٰہٰ: ۳۹)

تحقیق و ترتیب

مولانا محمد اسلم زاہد

معارف الادب الاسلامی
www.adbeislami.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ

اور تاکہ پرورش پائے تو میری آنکھ کے سامنے (طٰہٰ: 39)

النجم الثاقب ○ "روشن ستارہ"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن

(ظہورِ قدسی سے بلوغت تک)

حُسنِ صورت وکمالِ سیرت کے مناظر ☆ تعارفِ نبوت کا حیرت انگیز خدائی نظام

ظلمت کے ماحول میں ہدایت کی روشنی ☆ منفرد نشو ونما، تعلیم وتربیت اور علاماتِ نبوت

یہودی سازشیں، آسمانی بشارتیں ☆ نوعمری کی دلکش ادائیں ☆ ایمان افزا باتیں

جسمانی وروحانی خصائص ☆ ابتدائی بارہ سالہ حیاتِ مبارکہ کا ایمان افروز ومدلل تذکرہ

تحقیق وترتیب مولانا محمد اسلم زاہد
مدرس بیت العلوم لاہور

معارف
الادب الاسلامی
www.adbeislami.com

Marfat.com

ن، اور قسم ہے فرشتوں کی جو کاتب الاعمال ہیں۔

جملہ حقوق (مضامین وخطاطی) محفوظ ہیں۔

نام کتاب: .... حضرت محمد ﷺ کا بچپن (ظہورِ قدسی سے بلوغت تک)

تحقیق وترتیب: .... مولانا محمد اسلم زاہد مدرس بیت العلوم لاہور

خطاطی سرورق وآیات:۔ مولانا محمد ابراہیم زاہد

بار: اوّل سنِ اشاعت: جنوری ۲۰۱۶ء

ناشر: الھادی للنشر والتوزیع

۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔

Ph:0423-7361473

Mob:0345-7492333-0300-6609226

خط وکتابت کے لیے:۔

معارف الادب الاسلامی

www.adbeislami.com

شعبہ نشرواشاعت: بیت الرحمت ٹرسٹ پتہ: نزد جامع مسجد رحمۃ للعالمین مین بازار کھارک (ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن) لاہور۔

قانونی مشیر:
محترم سعود الحسن ایڈووکیٹ
جناب نذیر احمد ایڈووکیٹ

ملاحظہ: حتی المقدور کوشش کی جاتی ہے کہ مضامینِ کتاب کی تیاری میں غلطی نہ ہو، تاہم قارئین کہیں فروگذاشت دیکھیں تو ضرور مطلع کریں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کی جائے۔ شکریہ

اکاؤنٹ نمبر:
بیت الرحمت ٹرسٹ
012620196-0
الائیڈ بنک اعوان ٹاؤن برانچ لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ

اور تاکہ پرورش پائے تو میری آنکھ کے سامنے

اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ۰ "روشن ستارہ"

حضرت مُحمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن

(ظہورِ قدسی سے بلوغت تک)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

مقدّمۃُ الکتاب

از: حضرت مولانا پروفیسر حافظ مسعود الحسن رشیدی مدظلہٗ
(صدر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی، ساہیوال)
(فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

بعد الحمد والصلوٰۃ، الحمدللہ! بچپن سے ہی کتابوں سے واسطہ رہا۔ قرآنِ کریم مکمل پڑھتا ہوں اور باقی کتابیں علمی، تحقیقی ضرورت کے لیے دیکھتا ہوں، لیکن مولانا محمد اسلم زاہد کی کوئی کتاب مجھے مل جائے تو از اول تا آخر پڑھے بغیر سکون نہیں آتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ از اول تا دم ایں ان کا شاندار تعلیمی کیریئر میرے سامنے ہے۔ جامعہ اشرفیہ کے عالمیہ کے امتحان میں دوم رہے اور اسی جامعہ کی طرف سے ان کو علمی، تحقیقی و ادبی کتابوں کی تحریر پر وہ سندِ امتیاز ملی ہے جو بہت کم علماءِ عصر کو ملی ہے۔ سونے پہ سہاگہ کہیے یا اسے نورٌ علیٰ نور لکھیے کہ انہوں نے امام اہل سنت سیّد انور حسین نفیس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر ان سے بہت کچھ سیکھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت بھی رہی، جس نے مولانا کو نیک راہ پہ چلنے میں مدد دی ہے۔ مولانا عام مؤلفین کے برعکس اپنی کتابوں پر تقاریظ نہیں لکھواتے۔ وہ فرماتے ہیں: میری کسی تحریری لغزش کی وجہ سے اکابر کے نام کا غلط استعمال نہ ہو جائے۔ گزشتہ دنوں ہمارے اصرار پر ان کی بعض کتابیں کچھ اکابر کو پیش کی گئیں تو حضرات نے بہت بلند کلمات سے مولانا کی حوصلہ افزائی کی۔

زیرِ نظر کتاب عشقِ رسالت، تحقیق و روایت اور علم و ادب کا حسین شاہکار ہے۔ اس لحاظ سے موضوع میں انفرادیت بھی ہے کہ ابھی تک حضور اکرم ﷺ کے بچپن پر ایسی کوئی

Marfat.com

کتاب نہیں دیکھی گئی جس میں سینکڑوں عنوانات، واقعات کی امکانی ترتیب، مستند و اصل عربی کتابوں سے بالتزامِ صفحہ و جلد نمبر مع حوالہ جات اس طرح جمع کیے گئے ہوں کہ سیرت الرسول ﷺ کا طالبِ علم جب اس کا مطالعہ کرنے تو اس کے سامنے ''ولادت سے بلوغت تک'' کے تمام حالات اس طرح آ جائیں کہ وہ معلومات کی کثرت و تاریخ دانی کے ساتھ ساتھ سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ سے حظ وافر لیتا جائے اور یہی طرز ان کا حضور ﷺ کے عہدِ شباب پر لکھی جانے والی کتاب ''فجر ہونے تک'' (حضرت محمد ﷺ کا عہدِ شباب) میں ہے۔

عرصہ ہوا، ان سے کہا گیا کہ مختلف عنوانات پر کتابیں لکھی ہیں، سیرت پر بھی لکھو!

جواب ملا: کوئی نیا موضوع ذہن میں آئے گا تو ان شاء اللہ لکھوں گا۔ ابن ہشام، زرقانی، سیرۃ ابن کثیر وغیرہ کی ترتیب پر تو کتابوں سے لائبریریاں بھری ہوئی ہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے نئے موضوعات پر وہ اکیلے ہی کام کر رہے ہیں جن کے لیے ایک جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔

القابِ صحابہؓ و صحابیاتؓ پر لکھا تو دو جلدیں تیار ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ سے ملنے والے بچوں پر لکھا، تو تین سو بچوں کا ذکر کر دیا اور فی زمانہ اسی طرح سیرت نگاری کی ضرورت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کے اوصاف و کمالات امت کے سامنے کھل کر آ جائیں۔

قارئین! ان دونوں کتابوں (حضرت محمد ﷺ کا بچپن) اور (حضرت ﷺ کا عہدِ شباب) میں اعلانِ نبوت سے پہلے کی سیرت کا بیان ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک عادات و اطوار، شانِ رسالت، معجزات و علاماتِ نبوت اور عالمی راہنمائی کے بلند مقام کی جو عکاسی مذکورہ دونوں کتابوں میں ہے وہ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔ حبِ رسالت ﷺ سے معمور یہ دونوں حصے صرف معلومات کے لیے نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے پڑھنے چاہئیں۔ انشاء اللہ بہت

Marfat.com

فائدہ ہوگا۔

مولانا کی اس تحریری خدمت کے متعلق بعض اہلِ علم کے تاثرات میں سے ایک انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

① حضرت الشیخ مولانا فضل الرحیم اشرفی صاحب (مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور) فرماتے ہیں: زیرِ نظر کتاب کا ہر نوجوان کو بطور خاص مطالعہ کرنی چاہیے۔ مولانا کی کتابیں پڑھ کر دل سے دعائیں نکلتی ہیں ''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''

② سیّد العلماء، الشیخ عبدالحفیظ المکی مدظلہٗ (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کاندھلوی ثم مدنی) شیخ الحدیث (سابقاً) المدرسہ الصولتیہ (مکہ مکرمہ) لکھتے ہیں: اس سیاہ کار کے علم میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔ جو حضور ﷺ کے شباب پر لکھی گئی ہے۔ ایک مجلس میں فرمایا: اس کتاب میں بچپن کا ذکر کم ہے، ایک تفصیلی کتاب حضور ﷺ کے بچپن پر بھی لکھنی چاہیے، مولانا کی کتابیں حضور ﷺ کے ساتھ سچی محبت کی علامت ہیں۔ چنانچہ یہ تعمیل حکم (حضور ﷺ کے بچپن کا ذکر) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

③ حضرت الشیخ مولانا عبدالوحید مکی مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم (المدینہ المنورہ) نے لکھا: حضور ﷺ کی جوانی اور بچپن پر یہ تحریر بڑا دلچسپ موضوع اور مدلل ذکرِ خیر اور قابلِ دید کتاب ہے۔ علما و طلبہ اور نوجوان ضرور پڑھیں۔

④ حضرت مولانا المفتی عبدالرحمان الکوثر مدظلہٗ مدرس مسجد نبویؐ (و پروفیسر جامعہ طیبہ مدینہ منورہ) نے فرمایا: اعلانِ نبوت سے پہلے کی زندگی پر دونوں کتابیں مدلل، دلچسپ، ایمان افروز اور منفرد ہیں۔ ان کتابوں کے تراجم عربی و انگریزی و فارسی میں بھی ہونے چاہئیں۔

Marfat.com

⑤ استاذ العلماء مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ (شارحِ مسلم) شیخ الحدیث وادیب لبیب (نوشہرہ) لکھتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کی سیرۃ پر یہ علمی، ادبی، تحقیقی کاوش منفرد بھی ہے اور خوبصورت بھی۔ مؤلف کی دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی علمی حلقوں میں اپنا مقام بنائے گی۔ (انشاء اللہ)

⑥ مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہٗ (استاذ حدیث: جامعہ مدنیہ جدید و جامعہ محمدیہ لاہور) رقم طراز ہیں: مولانا نے بڑی محنت اور محبت کے ساتھ حضور ﷺ کے بچپن اور عہد شباب پر بے مثال کام کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ان کی جملہ تالیفات اور نیک مساعی کو قبول فرمائے۔ (آمین)

مولانا کی کتابیں ہر مسلک ومشرب کے اہلِ علم کے ہاں مقبول ہیں۔ مصنف کتبِ کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری، امیر کاروان اسلام پاکستان لکھتے ہیں:

علامہ محمد اسلم زاہد نے جس نادر اور اچھوتے موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، تحقیق وترتیب اور ادبیت کا حق ادا کر دیا ہے، اس عاشقِ رسول ﷺ کے ساتھ مجھے خاص محبت ہے۔

قارئین! اسی طرح امام اہلِ سنت مولانا محمد سرفراز صفدرؒ اور مولانا محمد نافعؒ اور سید نفیس الحسینی شاہؒ کے علاوہ دیگر اہلِ علم نے بھی اپنی بعض تقاریظ میں مولانا سے اچھی امیدوں کا اظہار کیا ہے۔ یہاں نمونہ از خروارے کے مصداق چند کلمات پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

میری دُعا ہے کہ ربِ مہربان مؤلف کے وجود سے اُمت کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔

حافظ مسعود الحسن (اسسٹنٹ پروفیسر)

گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی، ساہیوال

۴ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ/ ۲۱ جولائی ۲۰۱۵

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مؤلّف

حمد ہے اس خالق و مالک (اللہ) کے لیے جس نے پہلا انسان پہلا نبی بنایا اور درود وسلام حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ پر جن کے نقشِ قدم میں کامیابیوں کی ضمانت ہے۔

بلاشبہ وہ بڑی شان والے رہبر و راہنما تھے، اور رہیں گے۔ دنیا میں لاتعداد لوگ ایسے گزرے جن کو لوگ کامیاب انسان تصور کرتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کا بچپن، لڑکپن اور جوانی بھی حال کی طرح روشن ہو، صرف حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات وہ ہے جن کے یومِ ولادت سے اعلانِ نبوت تک کے جملہ لمحاتِ زندگی بھی اسی طرح شاندار، بے داغ اور منور ہیں جس طرح اظہارِ نبوت کے بعد کے ایام خوبصورت و خوب سیرت ہیں۔ زیرِ نظر کتاب جنابِ رسالت مآب ﷺ کے بچپن تا بلوغت کے سنہری حالات و واقعات اور ایمان افزاء افعال و اقوال پر مشتمل ہے۔

تحریر کے دوران چند امور کا لحاظ رکھا گیا:

① سب مضامین اصل عربی کتابوں سے لیے گئے اور ان کتابوں کے نام، جلد اور صفحہ نمبر کا خاص اہتمام کیا گیا (مراجع میں کتابوں کا تعارف ہے)

② کتاب کا اسلوب سیرت نگاری کا ہے، نہ یہ تاریخ نویسی ہے اور نہ حدیثِ طیبہ کا مجموعہ ہے۔ اس لیے روایات پر جرح و تعدیل نہیں کی گئی۔ البتہ اس امر کو سامنے رکھا ہے کہ کوئی بات خلافِ شرع اور سیرت النبی ﷺ کے منافی نہ ہو۔

③ معجزات (ارہاصات) میں ہمیشہ سے کلام جاری ہے تاہم اس کتاب میں وہ واقعات ہیں جن کی نظیریں حضور ﷺ کے ان معجزات میں بھی ملتی ہیں جو اعلانِ نبوت کے بعد ظاہر ہوئے، اس سلسلے میں معروف عربی ادیب، سیرت

Marfat.com

نگار و مفکر ملتِ اسلامیہ علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کو بھی نہ بھولنا چاہیے۔ فرماتے ہیں:

اعلانِ نبوت سے پہلے کے معجزات (ارہاصات) اور خوارقِ عادت واقعات کو تعجب خیز نہیں قرار دینا چاہیے اور بہت سی ایسی روایات کا انکار نہیں کرنا چاہیے جو نبی علیہ السلام کے بچپن اور جوانی کے مافوق العادت حالات کی خبر دیتی ہیں۔ ان کے راوی حضور ﷺ کے معاصرین صحابہؓ ہیں یا ان کو کبار مورخین نے نقل کیا ہے۔ جب ہم مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں بات کی، حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم پھل ملتے تھے تو ہمیں حضور ﷺ کے (ارہاصات) اعلان اسلام کے پہلے والے معجزات و کمالاتِ نبویہ کو بھی تسلیم کرنا چاہیے۔ جبکہ ہم بعثت کے بعد ان سے ملتے جلتے واقعات کو مانتے ہیں۔ (۱)

(۴) خاندانِ نبوت کے جن حضرات و خواتین پر اسلام پیش کیا گیا اور انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہیں ہے اور جو ظہورِ اسلام سے پہلے وفات پا گئے، ان کے نام بھی ادب کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مؤلف کا یہ خیال ہے کہ ان کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ جب کہ ان کی ایسی عادات کے ذکر کو کتاب میں اہمیت دی گئی ہے جن سے ان کے موحد ہونے کی دلیل بھی نکلتی ہے، لیکن (رضی اللہ عنہ) ایک خاص اصطلاح ہے۔ وہ ان ہی کے لیے لکھا جا سکتا ہے جن کے ایمان کا کوئی ایک قول بھی ملتا ہے۔

(۵) کتاب کے بعض حصوں سے محسوس ہوتا ہے کہ مصنف منظر کشی میں حد سے گزر گئے اور قوسین کا استعمال بھی نہیں کیا۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ تحقیق اور ادب دونوں کو جمع کرنے کے لیے ہم نے امانت کا دامن نہیں چھوڑا۔ کتاب میں کچھ عبارتیں ایسی نظر آئیں جو اگرچہ عربی عبارات میں نہیں، لیکن ہمارے

---

(۱) سیدنا محمد ﷺ: ج ۱/۳۰ تا ۴۰

Marfat.com

ترجمے میں نظر آتی ہیں تو ان کے متعلق یہ یقین کر لیں کہ وہ جملے اسی واقعے کے سیاق وسباق میں ہیں یا کسی اور کتاب میں (زیرِ بحث) واقعے کا حصہ ہیں۔ مثلاً لکھا ہے:

❀ حضرت عبدالمطلب حضور ﷺ کی تلاش میں گھوڑے پر سوار ہوئے (کتاب میں یہ نہیں ہے) کتاب میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ مل گئے تو عبدالمطلب نے اپنے گھوڑے پہ بیٹے کو بٹھایا اور مکہ لے آئے۔ (ہم نے اس جملے کی وجہ سے قصے کی منظر کشی کے لیے لکھ دیا کہ دادا گھوڑے پہ سوار ہو کر تلاش کے لیے نکلے) (اگرچہ عربی عبارت میں) جاتے وقت گھوڑے کا ذکر نہیں ہے۔

❀ کتاب میں ہے کہ شہر مکہ میں واپسی پر عرب کے چند سردار بھی ساتھ تھے۔ اس وجہ سے ہم نے یہ بھی لکھ دیا کہ عبدالمطلب مکہ سے نکلے تو چند رؤساءِ مکہ ان کے ساتھ ہو لیے۔

❀ ترتیبِ واقعہ میں یہ نہیں ہے کہ سب اہل مکہ نے حضور ﷺ کو تلاش کیا، لیکن عبدالمطلب نے جو دعائیہ اشعار کعبہ کے طواف میں پڑھے، ان میں وہ اللہ سے التجا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اللہ! مکہ کے سارے لوگ پریشان ہیں (اس لیے ہم نے واقعہ کی تفہیم کے لیے لکھا کہ اہل مکہ تلاش میں نکلے)

❀ اوپر والے ممکنہ اعتراض کا جواب ہمارے اس اسلوب خاص کے بیان سے بھی مل سکتا ہے کہ بعض جگہ عربی لغت کے معانی سے استفادہ کیا گیا۔ مثلاً: حضرت آمنہ کے بعد حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی خدمت کی، وہ فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَحْضِنُ النَّبِيَّ أَيْ أَقُوْمُ بِتَرْبِيَتِهٖ (السیرۃ الحلبیۃ ۱/۱۶۱)

اس کے لفظی ترجمہ میں اگرچہ یہ نہیں آ سکتا کہ "میں حضور ﷺ کی خوراک، لباس، غسل، موسمی اثرات سے تحفظ اور بروقت کھلانے پلانے کا اہتمام کرتی تھی" لیکن اگر الْحِضَانَةُ لِلصَّبِيِّ کے لغوی و اصطلاحی معنی اور اس ذمہ داری کی مسئولیت پر پوری بحث کی جائے تو

Marfat.com

یہ مفہوم کسی طرح بھی خلافِ واقعہ اور غیر مدلل نہیں ہے، جو اوپر لکھا گیا۔ اس لیے روایتی مؤلفین اور ان کے روایتی قارئین کو بعض تحریروں کے بے دلیل، مبالغہ آرائی اور ادبی منظرکشی کا شبہ ضرور ہوسکتا ہے لیکن (ان شاء اللہ) ایسا ہے نہیں۔

❀ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو لے کر حضرت آمنہ کی خدمت میں مکہ حاضر ہوئیں تو اس وقت ایک حقیقی ماں اور ایک رضاعی ماں کے درمیان ننھے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں چار سالہ قیامِ بنو سعد کے حالات کے متعلق جو گفتگو ہوئی وہ ساری باتیں سننے کے بعد حضرت آمنہ نے فرمایا: حلیمہ! کیا آپ نے یہ سمجھا کہ میرے بچے کو شیطانی اثرات ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے شقِ صدر وغیرہ کے واقعات ہوئے؟ نہیں حلیمہ، ایسا ہرگز نہیں! یہ بچہ جب پیدا ہوا اُسی وقت سے ایسی چیزیں دیکھنے میں آئیں جو عام بچوں کے حالات میں نہیں ہوسکتیں۔ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ہم نے کتاب میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گزرے چار سالہ معجزات وارہاصات کا مختصر تذکرہ کیا ہے جو اگرچہ کتابوں میں نہیں کہ اس وقت کیا کیا معجزات بیان کیے گئے تاہم ربط اور واقعہ کی تفہیم اور تکمیل کے لیے ان واقعات کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ اس یقین کے ساتھ کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے وہی بیان کیا جو پیش آیا تھا۔ جبکہ حضرت آمنہؓ کے جواب سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ انہوں نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی کن باتوں کا جواب دیا۔ یہ اندازِ ترتیب کثیر المطالعہ حضرات کے ساتھ سیرت النبی ﷺ کے نئے قارئین کے لیے بہت ضروری ہے۔ اسے تحریف اس وقت سمجھا جائے گا جب کہ کسی کتاب کا حوالہ دیا جائے کہ ایسا ہوا، جبکہ ایسی تحریروں کو ہم نے کسی مورخ کی طرف منسوب کرنے میں احتیاط برتی ہے۔ البتہ بین السطور واقعہ دیگر صفحات میں آیا ہے تو بحوالہ آیا ہے۔

⑥ تمام مضامین کو جن آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا وہ یہ ہیں:

باب ۱: حضورؐ کا سراپا، بزم آرائی و شرافتِ نسبی　باب ۲: طلوعِ فجر وضوافشانی

باب ۳: حضانت و رضاعت　باب ۴: بچپن، لڑکپن اور بشارتیں

Marfat.com

باب ۵: مدینہ کی باتیں، مکہ کی یادیں　باب ۶: بلوغت کی دہلیز پر
باب ۷: دروس وعبر وتکوینی امور　باب ۸: نبوت ورسالت کی طرف

⑦ ماہ وسال، سن ہجری وعیسوی اوران میں تطبیق کے لیے حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج لاہور کی ''سیرت مبارکہ کے چند پہلو'' سے استفادہ کیا ہے (حافظ صاحب نے ۱۹۴۱ء سے ۱۹۸۴ء تک کے عرصہ میں کُتب سیرت کا مطالعہ کر کے نبوی، ہجری اور عیسوی سنین کے تمام گوشوں پر مکمل تحقیق کی، کیلنڈر کی شکل میں شائع کیا، اور اسے مجلّات (''قندیل'' لاہور، ''محدث'' لاہور) اور مستقل کتاب میں بھی شائع کروایا) اس سلسلے میں ''محدث'' لاہور کے سیرت نمبر اور اسی رسالے میں انتہائی محتاط حوالوں سے مزین مضمون ''رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ...... ماہ وسال کے آئینے میں'' (مرتبہ عبدالرحمن عزیز الٰہ آبادی) اور اَلنَّبِيُّ الْخَاتَمُ مولفہ: مولانا مناظر احسن گیلانیؒ سے بھی استفادہ کیا گیا۔

مؤلف کتابِ ہذا نے حضور سید الکائنات ﷺ کے اعلانِ نبوت سے پہلے کی سیرت کو قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کی تو اسے دو حصوں میں تقسیم کیا:

① بچپن سے بلوغت: اس کا قرآنی نام اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ''روشن ستارہ'' (حضرت محمد ﷺ کا بچپن) ہے، جو آپکے ہاتھوں میں ہے۔

② بلوغت تا اعلانِ نبوت: اس کا قرآنی نام حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (فجر ہونے تک) رکھا۔ جس کا نام (حضرت محمد ﷺ کا عہدِ شباب) ہے۔ وہ بھی طبع ہو چکی ہے۔ دونوں ناموں کی جدت کے پیش نظر ان کی وضاحت ضروری ہے، جو بڑی ایمان افروز ہے۔ نبی علیہ السلام کی ستارے کے ساتھ نسبت کی خبریں کتب سابقہ میں موجود تھیں، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس دن سلطانِ دو عالم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اس روز یہودی عالم نے کہا: آج وہ اَحْمَدْ کا ستارہ طلوع ہو گیا جس کے طلوع ہونے کے ساتھ وہ پیدا ہوگا (وہ آج رات جلوہ افروز ہو گیا) اس ستارے کا نام الغفر ہے جو تین یا

Marfat.com

چھ ستاروں پر مشتمل ہے۔[1]

یہ ہزاروں سال پہلے کا آسمانی کلام ہے، جب قرآن اُترا، تو اس میں بھی آپ ﷺ کو ستارہ کہا گیا۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی[2] میں اَلنَّجْم سے مراد حضرت محمد ﷺ اور اِذَا هَوٰی سے وہ منظر مراد ہے جب حضور ﷺ معراج سے اُتر رہے تھے اور وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ○ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ○ اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ[3] "قسم ہے آسمان اور رات کو آنے والے کی اور آپ ﷺ کیا جانیں، وہ رات کو آنے والا کون ہے؟ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے" اور حضور ﷺ کو ستارہ اس لیے فرمایا گیا کہ جس طرح ستارے کی روشنی سے لوگ راستہ دیکھتے ہیں۔ اسی طرح نبی علیہ السلام کے ذریعے لوگوں کو ہدایت (راہنمائی) ملتی ہے۔[4]

یہ ہے وجہ تسمیہ اس کتاب کی جو آپ کے ہاتھوں میں نظر نواز ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ سمجھ لیجیے کہ اسی سلسلے (سیرۃ النبی ﷺ، ظہورِ اسلام سے پہلے) کے دوسرے حصے "حضرت محمد ﷺ کا عہدِ شباب" کا قرآنی نام حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ "فجر ہونے تک" کیوں رکھا گیا؟ اس کی مناسبت یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو جب یہ ستارہ طلوع ہوا تو کفر و جہالت کی ظلمتِ شب میں چالیس سال تک روشنی دیتا رہا۔ اس کے ذریعے لوگ ہدایت پاتے رہے۔ ان کے سامنے سچے اور سُچے انسان کا نمونہ موجود رہا۔ کچھ لوگ حضرت محمدؐ کی نبوت کی گواہی بھی دیتے رہے، اس کے ساتھ وہ آپ ﷺ کی سیرت کو بھی اپناتے رہے۔ نورِ نبوت و اخلاقِ رسول کے اثرات سے توحید اور انسانی اقدار کے نمونے بعض شخصیات میں پیدا ہو گئے، ان میں سے اکثر ظہورِ اسلام کے وقت ہی مسلمان ہو گئے اور

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۱/۱۰۹، المواہب الدنیہ: ۱/۸۰، ۸۷، شرح الزرقانی: ۱/۲۵۳، الخصائص الکبریٰ: ۱/۸۷

(۲) سورہ النجم: ۱ (۳) سورہ الطارق: ۳

(۴) المواہب اللدنیہ: ۱/۲۶۷، الشفاء: ۱/۳۴، شرح الشفا: ۱/۸۹، الزرقانی: ۴/۲۸۲

Marfat.com

جب چالیس سال پورے ہوئے تو وہی ستارہ آفتاب بن کر اس تیزی سے روشنی پھیلانے لگا کہ ظلمتیں منہ چھپانے لگیں اور پوری دنیا میں طلوعِ فجر کا سماں نظر آیا۔ اس لیے ہم نے قرآنِ کریم کی آیت حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۱) کا مفہوم "فجر ہونے تک" اس کتاب کا نام رکھا، جس میں حضور ﷺ کی زندگی کے ان ایام کو سامنے رکھا گیا ہے جو اعلانِ نبوت سے پہلے مکہ کی سرزمین پہ گزرے۔ حضرت محمد کریم ﷺ نے جس مبارک، پاکیزہ و کامل انسانیت کی طرف نزولِ وحی کے بعد لوگوں کو بلانا تھا، آپ ﷺ کا عہدِ شباب اس کا عملی نمونہ تھا، جس سے محدود طبقہ روشنی لے رہا تھا اور اعلانِ نبوت ہوا تو گویا فجر نے طلوع ہو کر پوری دنیا کے لیے ہدایت (راہنمائی) کا کام شروع کر دیا۔ اہلِ سیر نبی مکرم ﷺ کے "اَلْفَجْرُ" لقب کے متعلق لکھتے ہیں:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (۲) میں فجر سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ منور سے ہی ایمان کی شعائیں پھوٹتی (اور لوگوں کے دلوں تک پہنچتی) ہیں۔ (۳)

اور شفاء میں لکھا ہے کہ اَلنَّجْم قلبِ محمد ﷺ ہے جس سے انوارات نکلتے ہیں (لوگوں کو اللہ سے جوڑتے ہیں اور) غیر اللہ سے منقطع کر دیتے ہیں۔ (۴)

آخر میں اپنے قارئین سے دعا کی التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہِ عالی میں اس خدمت کو قبول کرتے ہوئے مؤلف کے جملہ معاونین اور خصوصاً وہ جو تمام دینی خدمات میں دامے درمے سخنے ساتھ دیتے ہیں ان کو اور ان کے متعلقین و مرحومین اور اساتذہ و والدین کو دارین کی سعادتیں اور شفاعتِ حبیب ﷺ نصیب فرمائے۔ آمین

حال: ۲۶ مئی ۲۰۱۵
دار العلوم مدینہ منورہ

دُعا گو و دعا جو
محمد اسلم زاہد
جامعہ بیت العلوم، لاہور

---

(۱) سورۃ القدر: ۵　(۲) الفجر: ۱، ۲

(۳) المواہب اللدنیہ: ۱/۴۶۶، شرح الزرقانی: ۴/۲۹۰، الصباح المضی: ۱/۱۲　(۴) شفا: ۱/۳۴

Marfat.com

فہرست

مقدمۃ الکتاب	4
عرضِ مؤلف	8
طلوعِ نجم سے ظہورِ فجر تک	20
باب:۱	27
حضور ﷺ کا سراپا، بزم آرائی و شرافتِ نسبی	
(حسب ونسب اور مولدِ مبارک کا تذکرہ)	
جائے ولادت (مکہ)	29
(۱) روئے زمین کا درمیان	29
(۲) اعلیٰ اخلاق کی حامل قوم	30
(۳) حکومت سے خالی جزیرہ	32
(۴) عربی زبان وادب سے معمور علاقہ	32
(۵) علم وہنر سے محرومی	32
(۶) کعبہ سے ہوتی ہے سحر پیدا	33
(۷) قلبِ غیب کا رخ ہوتا ہے ادھر کیوں؟	34
(۸) نسبِ محمدی ﷺ کی انفرادیت	36
نورِ مجسم ﷺ کا ددھیالی نسب	39
رحمتِ عالم ﷺ کا ننھیالی نسب	41
علماءِ انساب حضور ﷺ کے قدموں میں	42
حضور ﷺ کے والدین مکرمین ناجی ہیں	45
فوز وفلاح، خیر وسعادت کی ایک ہی علامت	48
حضرت عبداللہ اور ابنُ الذَّبِیحَیْن	49
(دو ذبیحوں کے بیٹے)	
عبدالمطلب وعبداللہ یثرب (مدینہ) کی طرف	54
والدِ مصطفیٰ ﷺ نورِ نبوت، پاک دامنی اور اسلامی حیا	54
حضرت عبداللہ کا نکاح:	55
عبداللہ کی وفات کی خبر	57
شوہر کی وفات پر حضرت آمنہ کے اشعار	57
اصحابِ فیل اور نوشتۂ دیوار	58
بیت اللہ کا انتظار	60
کعبہ کی حفاظت حضور کا معجزہ	61
باب:۲	
طلوعِ نجم وضوفشانی	
(حضرت آمنہ وعبداللہ کے ذکرِ خیر کے ساتھ)	
دنیا کی زندگی کا اہم سال	63
عام الفیل کا خاص مہینہ اور تاریخی دن	64
چشمۂ انوار ہے، مولدُ الرسول ﷺ	66
اُن کی آمد پر یہ روشنی کیسی؟	68
فرشتوں کی آمد، غسل اور سجدہ	69
کعبہ میں تشریف آوری	71
حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا اور ابولہب	71

Marfat.com

توحید وتعویذ اور بشارت 72
عبدالمطلب عیص (الرّاھِبُ) کی خانقاہ پر 74
فرشتہ، کرتہ، خوشبو اور مہرِ نبوت 75
تسمیہ، ختنہ، عقیقہ اور جبریل کی آمد 76
آسمانی، قرآنی اور منفرد اسمِ گرامی 77

باب:۳

حضانت ورضاعت

(حلیمہ رضی اللہ عنہا آمنہ رضی اللہ عنہا و عبدالمطلب کا اُجلا کردار)

بنوسعد اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا 81
اُمّ النبی ﷺ (نبی اکرم ﷺ کی ماں) 82
حضور ﷺ کو دودھ پلانے والی خواتین 83
حلیمہ رضی اللہ عنہا بنوسعد سے مکہ آتی ہیں 84
حلیمہ رضی اللہ عنہا محمد (ﷺ) کے مبارک قدموں میں 86
الوداع! بیٹے! الوداع 87
دشتِ بطحا سے گزرنے والو! 88
حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف 89
سواری نہ دیکھو، سوار دیکھو! 90
یہ سبزہ یہ فراوانی اور نزولِ محمد ﷺ کی برکات 90
برکاتِ حبیب ﷺ کے حیرت انگیز واقعات 91
آپ ﷺ سے ملنے والے اوّلین بچے 92
ایامِ رضاعت میں چند بچوں سے ملاقاتیں 92
حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کی گود میں 93
حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی لوریاں 94
میری ماں، میری ماں 96
حضور ﷺ حلیمہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا 97
حضرت شیماءؓ درِ نبی ﷺ پہ 98
میں آپ ﷺ کی بہن ہوں 99
ماں کے بعد میری ماں 101
اُمہاتُ النبی ﷺ کا ایمان 102

باب:۴

بچپن، لڑکپن اور بشارتیں

(حضرت آمنہ، اُمّ ایمنؓ اور عبدالمطلب)

مکہ میں انتظار، حبشہ میں ذکرِ رسول ﷺ 103
یہود سے احتیاط کیوں؟ 106
حلیمہ رضی اللہ عنہا کی گود سے آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر تک 107
دادا کے ہاتھوں میں 108
بنوسعد میں دُرِّ یتیم کا انتظار 109
ہری ہے شاخِ تمنا ابھی 110
ان کے ابراہیم علیہ السلام سے ملتے قدم 111
کاہنوں کی پیش گوئیاں 112
مسیحی عالم مسجد الحرام میں 112
اپنے بھتیجے کا خیال رکھو 113
ہر کوئی فدا ہے محمد ﷺ کے جمال پر 114
نورِ مجسم ﷺ کی بنوسعد واپسی 115

Marfat.com

اس بچے کو قتل کر دو! 116
بکریوں اور اونٹوں کی چراگاہ میں 119
غیر معمولی واقعات 119
رحمتیں بے کراں، برکتیں بے گماں 121
محمد ﷺ بھائی کو کوئی لے گیا 121
قلب و جگر دھو دیے گئے اور مہر لگا دی گئی 123
یہ بچہ سب سے وزنی ہے 124
آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی 124
یہ امانت آمنہ کے سپرد کی جائے 125
قریۃ السعدیہ کے چند خوبصورت مناظر 126
مکہ واپسی اور روپوشی 127
اور تم گم ہوئے، ہم نے راہ دکھائی 129
تاکہ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائیں 130
اس بچے نے شرک کو ہلاک کر دیا 131

باب:۵

مدینہ کی باتیں، مکہ کی یادیں
(آمنہ، اُم ایمنؓ اور عبدالمطلب کے ساتھ)
حضرت محمد ﷺ اور اُم محمد (ﷺ) مکہ میں 133
مکہ کے صبح و شام اور مدینہ روانگی 134
مدینہ میں حضور ﷺ کا تاریخی مکان 135
مدینہ میں ایمان کی شعاعیں 136
ننھے محمد ﷺ اور اہلِ کتاب کی آمد 137
دارالہجرت، بچپن کی یادیں اور مدنی بچے 139
مکہ واپسی اور والدہ کی وفات 141
حضرت آمنہ کی ایمان افروز وصیت 142
"الأبواء" اور مرقدِ اُمّ رسول ﷺ 144
اللہ کے رسول ﷺ والدہ کی قبر پر 145
ابواء سے وادی تہامہ (مکہ) کی طرف 145
حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں 146
باپ کے بعد باپ، ماں کے بعد ماں 147
حضرت اُم ایمنؓ اور خدمتِ حبیب ﷺ 148
حضور ﷺ چچاؤں اور پھوپھیوں کے درمیان 151
جناب عبدالمطلب کی مجلس میں 153
برکہ! میرے بیٹے سے غافل نہ رہا کرو 154
کبھی دادا کے دوش پر کبھی آغوش میں 155
میرے بیٹے کو سرِ محفل بلایا جائے 156
حضور ﷺ کعبہ کے سائے میں 157
اللہ کی نشانیاں پیارے محمد ﷺ کی نظر میں 157
عرفات کے میدان میں 161
جلالِ موسوی علیہ السلام اور کبرِ ابوجہل 164
آخری نبی ﷺ تشریف لا چکے 166
حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی دعا 167
خاندانی بزرگوں کی امیدیں 168
ابوطالب (عبد مناف) کو عبدالمطلب کی وصیت 169

Marfat.com

شاہِ عرب کی رُخصتی 171

باب:۶

بلوغت کی دہلیز پر

(زبیر، ابوطالب اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے ساتھ)

جناب ابوطالب و فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا 173

ابوطالب کا گھر، برکاتِ محمد ﷺ، علاماتِ نبوت 175

کھانے پینے کی دلنشیں عادات 175

بارش کا نزول (برکتِ رسول ﷺ) 177

جناب ابوطالب کی مسند پر 179

تعمیر کعبہ اور پہلی آسمانی نداء 179

سالانہ میلہ، بوانہ اور شرک سے معذرت 181

بازارِ ذی المجاز میں 184

نبیوں کی سرزمین کی طرف 185

بَحِیرٰی سے معروف ملاقات 186

سفرِ شام، علاماتِ نبوت اور شجرِ ذی وقار 187

واقعہ کی استنادی حیثیت 187

یہ سردارِ دو جہاں ہے 188

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کا ذکر کیوں؟ 189

مہرِ نبوت کی کرنیں 190

آخری نبی کا انتظار کیوں 191

بحیراء راہب کی خانقاہ اور درخت 191

غیر معمولی درخت 193

اہل مکہ میں نبوت کی پہچان 195

سیرتِ رسول ﷺ کا مطالعہ 197

زبیر بن عبد المطلب کے ساتھ 198

یوں ہمیں چھوڑ کر نہ جایا کرو 199

باب:۷

دُرُوس و عبر و تکوینی اُمور

(جسمانی و روحانی کمالات اور اُن کی حکمتیں)

غیر معمولی نشو و نما 201

کھیل، تیراکی اور سواری 202

لاجواب حافظہ و بے مثال یادداشت 204

عقلِ کامل اور حیاء 206

حسنِ معاشرت و صلہ رحمی 208

احساسِ ذمہ داری و بیدار مغزی 209

قوتِ مدافعت، حوادثاتِ زندگی میں سائبان 210

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لیے 210

والدین کی جدائی اور نظامِ تربیت 212

یتیم یا دُرِّ یتیم 213

یتیمی سے رہبری تک: 214

پُر اعتمادی، محنت، تجارت، خودداری 216

خودشناسی و احساسِ سیادت 217

غنم پروری اور عربوں کا شوق 218

تجارت اور گلہ بانی کی حکمتیں 219

Marfat.com

اقوامِ عالم تک پہنچنے کا راستہ 220
حبِّ تجارت کی حکمتیں 221
اسوۂ حسنہ کے مظاہر (معاملات) کا تعارف 223
تجارت اور قومی خدمت 224
بیک وقت بیتُ اللہ اور دارُ الندوہ میں 225
حکومتِ علیا کے راستے 226
ایثار و ہمدردی و سخاوت 227
نظافتِ اخلاق، جسمانی طہارت اور برکات 228
صبر و شکر و قناعت 229
خلوت نشینی و ملن ساری 229
یکساں حیاتِ مبارکہ 230
بہادری اور حوصلہ مندی 231
قومی و ملی امور میں دلچسپی 232
معجزاتِ رسول ﷺ کی اجتماعیت 233
ہجرت در ہجرت ترقی در ترقی 235

باب:8

نبوّت و رسالت کی طرف

(علاماتِ نبوت کے بولتے ثبوت)

حضور ﷺ کی تعلیم و تربیت 237
لُغَۃُ النَّبی (ﷺ) نبی کی زبان 238
دعوت کا طرزِ بیان 239
جَوَامِعُ الْکَلِم اور شاعری 241
فطرۃ اسلام اور حضرت محمد ﷺ 241
شعورِ محمد ﷺ ملتِ ابراہیم 243
عقائد، توحید، عبادات 245
طہارت، وضو، غسل اور ستر کی حفاظت 246
شرک و اصنام سے دوری 247
بچپن میں ''خصائصِ رسولِ اکرم ﷺ'' 248
مہرِ نبوت و علاماتِ نبوت 251
ولادتِ رسول ﷺ کے چند پیغامات 254
غلبۂ توحید کی نوید 254
مجوسیوں اور بت پرستوں کو انتباہ 255
شاہانِ کسریٰ کو پیغام 256
کسریٰ کے محلات میں جنبش کیوں 256
قاضی شہر کا خواب اور غلبۂ اسلام کی نوید 257
اعمال و اخلاقِ حبیب ﷺ کا تکوینی اعلان 258
حسنِ اتفاق نہیں، اللہ کی تعلیم 259
فرشتوں کی معیت 260
بیت اللہ سے بیت المقدس تک 261
ہدایت کے روشن چراغ اور شجرِ ایمان 263
اخلاقِ عالیہ کی دعوت 264

Marfat.com

چالیس سالہ تاریخی اشاریہ

''طلوعِ نجم سے ظہورِ فجر'' تک

(حضرت محمد ﷺ: اعلانِ نبوت سے پہلے)

اسے حسنِ اتفاق کہیے یا خالقِ کائنات کی حکمت کا تقاضہ کہ اپنے عمل سے دنیا کی تاریخ رقم کرنے والوں کی تاریخِ پیدائش، تعلیم و تربیت اور ان کے ماضی کی حسین یادیں عموماً یکجا نہیں ہوتیں۔ وہ جب اپنے کردار و عمل سے دنیا کو بدلتے ہیں تو لوگ ان کے ایامِ ولادت، زمانہ طفولیت اور عہدِ شباب کے نشانات کو تلاش کرتے ہیں۔ یہی فطری ضابطہ کارفرما نظر آیا، ہمارے نبی محترم ﷺ کے ان چالیس سالوں میں جو اعلانِ نبوت سے پہلے آپ ﷺ نے مکہ، بنو سعد، مدینہ، شام، تجارتی بازاروں، حرا اور کعبہ کے اردگرد گزارے، ان دنوں کے احوال اور آپ ﷺ کی عادات و اطوار کو ایک ایک فرد سے اس وقت جمع کرنا شروع کیا جب اہلِ دانش کے سامنے آپ ﷺ کے تمام جواہر کھل کر سامنے آئے۔ چنانچہ بے نظیر حافظہ اور انسانی صلاحیتوں کے بیان پر قادر قوم نے چالیس سال بعد بھی ہاشمی گھرانے کے دُرِ یتیم کی ساری باتیں بیان کرنا شروع کر دیں جس کے نتیجے میں ایک نسل سے دوسری نسل تک نبی اکرم ﷺ کے بچپن اور جوانی کی غیر معمولی سیرت کے خدوخال پہنچ گئے اگرچہ اس وقت تک عرب میں تاریخ نویسی کا رواج نہیں ہوا تھا اس کے باوجود جب حساب دانوں نے اپنی ساری صلاحیتیں اس اہم کام کے لیے صرف کر دیں، تو ایسی روایات جمع ہو گئیں جن کے مطالعہ سے اعلانِ نبوت سے پہلے کے حالات سامنے آ جاتے ہیں۔ اس اجتہادی عمل میں جو نتائج سامنے آئے وہ مؤلف نے اپنے الفاظ میں منفرد ترتیب کے ساتھ اس لیے کتاب کے شروع میں پیش کر دیے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے کتاب کے واقعات و مضامین کا سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا۔ صاحب سیرت (سیدنا محمد کریم ﷺ) کا کوئی واقعہ جب آپ ﷺ کے حلیہ

Marfat.com

شریف اور عمر مبارک کے تناظر میں پڑھا جاتا ہے تو آپ ﷺ کے عشاق کی لذت آفرینی دوچند ہو جاتی ہے۔ اس لیے پہلے ماہ و سال کو بیان کیا جا رہا ہے اور پھر ان چند صفحات کے بعد پہلے باب کو حلیہ شریف کے بیان سے شروع کیا جائے گا۔

سیرت کی کہانی، ماہ و سال کی زبانی

اسلامی تاریخ عام طور پر اعلانِ نبوت یا ہجرت کے اہم واقعہ سے شروع کی جاتی ہے۔ جبکہ جس عہد کی کہانی ہم بیان کرنے چلے ہیں وہ ان دونوں واقعات (اعلانِ نبوت و ہجرت) سے پہلے کا ہے۔ اس لیے ہم بیانِ تاریخ میں (۱) یہ واضح کریں گے کہ یہ واقعہ ہجرت سے کتنے عیسوی سال پہلے کا ہے اور (۲) سن عیسوی اور کہیں عیسوی مہینہ (جو میسر ہو سکا) لکھا جائے گا۔ صرف تاریخ پیدائش میں دیگر معلومات بھی ہیں۔

ولادت باسعادت ورضاعت:

باختلافِ روایت نو یا بارہ ربیع الاوّل، اکیاون (۵۱) قبل ہجرت (واقعہ فیل کے پچاس دن بعد) بمطابق بیس بحساب دیگر بائیس اپریل، پانچ سو اکہتر عیسوی، اٹھارویں سن چالیس نوشیروانی، یکم جیٹھ چھ سو اٹھائیس بکرمی شمسی، بیس ماہِ ہفتم سن دو ہزار پانچ سو پچاسی ابراہیمی، گیارہ ماہِ ہشتم سن تین ہزار چھ سو پچھتر طوفانی، بروز پیر صبح صادق کے وقت۔ پیدائش سے چند ماہ قبل والد ماجد جناب حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ گویا حضرت محمد ﷺ دنیا میں دُرِ یتیم بن کر آئے۔ محمد ﷺ نام رکھا گیا اور ساتویں دن عقیقہ ہوا۔

ایامِ رضاعت: جب دو سال عمر مبارک ہوئی اس وقت تک کے حالات یہ ہیں:
چار دن اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پیا، اسی قدر حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا (ابولہب کی باندی) کو یہ شرف ملا (رضاعت میں ان چھ بیبیوں کے نام بھی آتے ہیں جن کا نام

Marfat.com

عاتکہ تھا) اس کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس رضاعت کے دو سال پورے کیے، اس دوران آسمانی وزمینی برکات وانوارات کے مظاہر دیکھے گئے اور اہلِ کتاب نے علاماتِ نبوت وختمِ نبوت سے پہچان لیا کہ یہی بچہ آخری نبی ہے۔ آپ ﷺ نے بولنا شروع کر دیا اور غیر معمولی نشوونما دیکھنے کو ملی۔ جس دن حضرت احمد کریم ﷺ بنو سعد سے واپس ہوئے دو سال کا یہ عرصہ سن ۵۱-۵۰ (قبل ہجرت) اور ۵۷۱-۵۷۳ء کا دورانیہ ہے۔

بنوسعد واپسی اور شقّ صدر:

یہ حضرتِ محمد ﷺ بن عبداللہ کی عمر مبارک کا تیسرا سال شروع ہوتا ہے۔ چند دن مکہ میں قیام فرمایا۔ یہاں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ والدہ نے دل نہ چاہتے ہوئے بھی ایک بار پھر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بنو سعد بھیج دیا کہ کہیں ننھے محمد ﷺ کو بیماری نہ لگ جائے۔ یہاں (بنو سعد میں) آپ ﷺ مزید دو سال قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ ﷺ دوڑنے، فصیح گفتگو کرنے اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے لگے۔ برکات وخیرات کے متعدد واقعات اس دوران بھی پیش آئے۔ ایک دن آسمانی مخلوق آئی، آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا اور نور سے بھر دیا۔ اس قسم کے کئی واقعات ہوئے تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو والدہ آمنہ کے گھر پہنچانے میں عافیت سمجھی۔ یہ سن ۴۸-۴۷ قبل ہجرت اور ۵۷۴-۵۷۳ عیسوی تھا۔

مکہ تشریف آوری، مدینہ آمد:

مکہ میں ایک سال قیام، خاندان بھر کی شفقتیں اور حضرت عبدالمطلب کے ساتھ بیت اللہ میں حاضریاں، نجومیوں اور یہودیوں کی پیش گوئیاں اور چچاؤں کا بھتیجے پر نگاہِ حفاظت کا اہتمام، سال بعد ننھال کے لیے حضرت آمنہ اور اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ روانگی، وہاں بھی محبوبیتِ عامہ کے مناظر اور اہلِ کتاب کی معرفتِ نبوی ﷺ کے

١٢٥٢٩٢

Marfat.com

واقعات پیش آئے۔ ایک ماہ بعد مدینے سے مکہ کی طرف روانگی ہوئی۔ یہ سن ۴۶ قبل ہجرت اور ۷۷-۵۷۶ عیسوی ہے اور حضور ﷺ چھ سال کے ہو گئے۔

حضرت آمنہ کی وفات، عبدالمطلب و ابو طالب کی کفالت:

یہ حضور اکرم ﷺ کی عمر شریف کا ساتواں سال ہے۔ مدینہ سے واپسی پر مقام ابواء میں حضرت آمنہ اللہ کو پیاری ہو گئیں اور ننھے حضرت محمد ﷺ آنسو بہاتے ہوئے امّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ پہنچے۔ جہاں دادا حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کے انتظار میں تھے۔ یہ سن ۴۵ قبل ہجرت اور ۵۷۷-۷۸ عیسوی تھا۔ دو سال دادا نے حقِ خدمت ادا کیا اور اسّی سے زائد سال عمر پانے کے بعد دنیا چھوڑ گئے اور حضور ﷺ آٹھ سال دو ماہ کے ہوئے۔ اسی دوران قریش کی تعمیرِ کعبہ میں حصہ لیا۔ یہ ان کی پہلی تعمیر تھی۔ جب آپ ﷺ عمر کے نویں سال کے دوران عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق اپنے دو چچاؤں کی کفالت میں تھے۔ زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ یمن بھی جانا ہوا اور عرب کے دستور کے مطابق بکریاں بھی چرائیں اسی طرح گیارہواں سال عمر کا تکمیل کو پہنچا، اس دوران حضور ﷺ توانا، صحت مند، خود دار اور پختہ رائے جوان بن کر اُبھر رہے تھے۔

یہ سن ۴۳-۴۱ قبل ہجرت اور ۸۲-۵۷۹ عیسوی کا زمانہ تھا۔

سفرِ شام و حربِ فجار:

اب آپ ﷺ بارہ سال دو ماہ کے ہوئے، اپنے چچا ابو طالب کے قافلے میں تجارت کی غرض سے شامل ہو گئے اور شام پہنچے۔ ایک راہب (بحیرا) نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ مہر نبوت کا نظارہ کیا اور دیگر علامات نبوت کی تحقیق کے بعد وہ پکار اُٹھا:

''یہ اللہ کے آخری نبی ہیں۔''

یہ تاریخی ملاقات تب ہوئی جب ابھی ہجرت ہونے کو ۴۰ سال باقی تھے اور یہ سن ۸۳-۵۸۲ عیسوی شروع تھا۔ شام سے واپسی کے بعد، مقامی تجارت میں دلچسپی،

Marfat.com

گلہ بانی اور گھریلو مصروفیات میں وقت گزرا۔ حضرت محمد کریم ﷺ کا سن شریف تیرہ یا بروایت پندرہ کا ہوا تو حربِ فجار ہوئی۔ اس میں حضور ﷺ قتل و غارت گری سے محفوظ رہے۔ آپ ﷺ ہر گناہ سے بچتے اور بت پرستی وایذارسانی سے دور رہتے تھے۔ یہ سن ۳۹ قبل ہجرت ،۸۴-۵۸۳ء تھا۔

قبائل کی لڑائی سے آپ ﷺ کا یہ عزم پختہ ہو گیا کہ امن کا کوئی رستہ نکلنا چاہیے، جب آپ ﷺ سولہویں، سترہویں سال میں تھے تو عرب قبائل میں جو تاریخی معاہدۂ امن (حلف الفضول) ہوا۔ اس میں نوجوان (حضرت محمد ﷺ) نے زرّیں کردار ادا کیا۔ یہ سن ۳۸ قبل ہجرت ۸۷-۵۸۶ عیسوی تھا۔ اس دوران یعنی سولہ سال عمر سے پچیس سال کی عمر تک مقامی تجارت میں دلچسپی لی اور ان ایام کے قرب وجوار میں بیرونی تجارت کے اسفار کا ذکر بھی ملتا ہے۔ آپ ﷺ شورائی مجالس، تجارتی بازاروں اور حج کی محافل میں بھی ممتاز نظر آتے، اسوۂ ابراہیمی (علیہ السلام) کے مطابق زندگی گزارتے اور سچے، شریف نوجوان کے طور پہ اُبھر رہے تھے۔ ان اوصافِ عالیہ کا علم (مکہ کی مال دار طیبہ، طاہرہ خاتون) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہو چکا تھا۔

تجارت کا اہم سفر اور نکاح:

جب رسول رحمت ﷺ پچیس سال کے ہوئے، بطورِ مضارب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر شام تشریف لے گئے اور کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔ اس سفر کی معلومات، کچھ معجزات کے ظہور اور ایمانداری کے معاملات نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ سے نکاح کی طرف راغب کر دیا اور شام سے واپسی کے دو ماہ بعد یعنی ستمبر میں یہ تاریخی اور منفرد نکاح ہوا۔

حضرت قاسمؓ، حضرت زینبؓ کی ولادت:

حضرت محمد کریم ﷺ اٹھائیس سال کے ہوئے، اس گھر میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ بن

Marfat.com

محمد ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اس پھول کو کھلے ابھی دو سال ہوئے تھے کہ اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا۔ جب حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے یہ سن ۲۵ قبل ہجرت ۵۹۸ عیسوی جون کا مہینہ تھا۔ اس بچے کی دنیا سے رخصتی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گود میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا رونق افروز ہوئیں۔ اس وقت سید دو عالم ﷺ کی عمر مبارک کا تیسواں سال تھا۔ یہ سن ۲۲ قبل ہجرت ۶۰۰ عیسوی جون کی باتیں ہیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی آمد:

سیّد دو عالم ﷺ تینتیس سال کے ہوئے تو حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کی ولادت نے ایک بار پھر اس گھر کی خوشیوں میں اضافہ کر دیا۔ یہ ۲۰ قبلِ ہجرت ۶۰۳ عیسوی جون کا زمانہ ہے۔ حضور ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی طرف متوجہ پا کر سینے سے لگا لیتے۔

جب حضور ﷺ کی عمر شریف چونتیس سال ہوئی تو حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ اب اس دولت کدے میں حضور ﷺ کی تین بیٹیاں تھیں اور ان کے ساتھ حضور ﷺ کی کفالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ پرورش پا رہے تھے اور اسی مرکزِ نور و رحمت میں یتیموں، بیواؤں، ضرورت مندوں کی آمد اور ان کی مدد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ یہ ۱۹ سال قبلِ ہجرت ۶۰۴ عیسوی جون کے واقعات ہیں۔ اس وقت تک سب اہلِ مکہ کی زبانوں پر آپ ﷺ کی سچائی اور امانت کے چرچے ہو گئے تھے۔

کعبہ کی تعمیرِ ثانی میں کلیدی کردار اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش:

جب نبی مکرم ﷺ پینتیس سال کے ہوئے کعبہ کی دیواروں کو صدمہ پہنچا۔ اسے تعمیر کیا گیا۔ حجرِ اسود کی تنصیب کے لیے حضور ﷺ کے مشورے پر عمل ہوا تو سب نے بزبانِ تحسین آپ ﷺ کو الصّادِق و الاَمِین کے لقب سے ایک بار پھر یاد کیا۔ اس

Marfat.com

واقعہ نے عربوں میں آپ ﷺ کی شرافت ونجابت معروف سے معروف تر کر دی اور پہلے کی طرح اب پھر بعض اہل کتاب نے بھی علاماتِ نبوت کی تصدیق کر کے آپ ﷺ کے نبی ہونے کی خبریں دینا شروع کر دیں۔ یہ سن ۱۷ قبل ہجرت ۶۰۴ء آخر دسمبر (سن عیسوی) کی خبریں ہیں۔ اسی سال آپ ﷺ کے گھر کی روشنی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ محمد ﷺ نے اضافہ کر دیا۔ اب نبوت کے اعلان میں صرف پانچ سال باقی تھے۔ آپ ﷺ نہایت کامیاب مثالی شوہر، لائقِ تقلید والد اور دینی وسماجی راہنما بن کر سامنے آئے۔ اس وقت تک تجارتی سفروں میں شام، بصریٰ، یمن، بحرین بھی دیکھا اور خدمتِ خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ ان ایام میں حضرت ﷺ کو خلوت نشینی کی محبت ڈال دی گئی اور کچھ وقت لوگوں سے الگ گزارنے کا داعیہ دل میں پیدا ہوا۔

خلوت نشینی، سچے خواب اور نزولِ وحی:

یہ عمر مبارک کا اڑتیسواں مرحلہ آیا۔ حضرت محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ ﷺ غارِ حرا تشریف لے جانے لگے اور سچے خوابوں کی کثرت ہونے لگی۔ غیبی آوازیں سنائی دینے لگیں اور آپ ﷺ پر پتھر بھی درود پڑھنے لگے۔ یہ سن ۱۴-۱۳ قبل ہجرت ۷-۶۰۶ (عیسوی) کے لگ بھگ کا زمانہ ہے۔ منامی بشارتوں اور سچے خوابوں کا سلسلہ جاری تھا کہ آپ ﷺ کی عمر کا وہ چالیسواں سال آ گیا، جس کا انتظار صدیوں سے ہو رہا تھا۔ نبیوں کی زبانوں پر جس کے نغمے اور ترانے جاری تھے وہ وقت آ پہنچا۔ ربیع الاوّل کے مہینے میں چالیس سال قبل جو ستارہ طلوع ہوا وہ مہِ کامل اور آفتاب دو جہاں بن چکا اور ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ فجر ہو چکی۔ ارض وسماء کے ذرّے ذرّے سے آواز آئی:

یہ وہ صبح ہے جس کی کوئی شام نہیں، یہ وہ آفتاب ہے جس کو غروب ہونے کا غم نہیں ہے۔

یہ ۱۳ قبل ہجرت ۶۱۰ عیسوی ماہِ فروری کا ایک دن تھا۔ جس روز سب سے پہلی وحی (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ☆ سورۃ العلق) نازل ہوئی۔

Marfat.com

باب: ا

حضور ﷺ کا سراپا، بزم آرائی و شرافتِ نسبی

(حسب و نسب اور مولد مبارک کا تذکرہ)

حضرت محمد ﷺ کی پیدائش تاریخِ انسانیت کا سب سے خوبصورت واقعہ تھا۔ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے اللہ نے اس بزم کو کس طرح سجایا؟ آپ ﷺ کے حسنِ صورت و کمالِ سیرت کے ساتھ نسب کی پاکیزگی و شرافتِ انسانی کے کس درجہ و مقام کا تعارف دنیا کو کرایا گیا؟ اور کن ارضی و سماوی حالات و واقعات کا مشاہدہ وادیٔ مکہ میں کیا گیا؟ ان سوالوں کے دل نشیں جوابات کے لیے اس باب کے چند اوراق کا مطالعہ ایمان افزاء ہوگا۔

بچپن میں اللہ کے محبوب ﷺ کا سراپا:

- پاکیزگیٔ صورت اور حسن و جمال جو اُمّ معبد رضی اللہ عنہا نے دیکھا اور بیان کیا یا حضرت ہند رضی اللہ عنہ بن ابی ھالہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کی خواہش پر حضور ﷺ کا جو حلیہ بیان کیا تھا، اس کے بنیادی و فطری خدوخال تو وہی تھے جو ابتدائے عمر میں دیکھے گئے۔
- اعضاء کے تناسب میں جو تبدیلی عمر کے ساتھ ساتھ آتی ہے، بس وہی دیکھی جا سکی یعنی بچپن کے متناسب الاعضاء حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ جب محمدٌ رّسول اللہ ﷺ کی شان سے معروف ہوئے تو کسی بھی عضو میں ایسی تبدیلی نہ آئی جو حسن کے باب میں نقص شمار ہوتی۔
- آنکھوں کی چمک، ان میں سرخ ڈورے اور فطری سرمہ ہمیشہ پُرکشش رہا اور ان کی پتلیاں بڑی اور روشن ہی رہیں۔
- سر پہ بالوں کی بہار، ابرو کی باریکی و پیوستگی میں وہی تازگی دیکھی جاتی تھی جو حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی جوانی میں دیکھی اور آج کتبِ شمائل کی زینت ہے۔

Marfat.com

✧ حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو جس طرح شیریں گفتار سنا، سجیلا و دل رُبا دیکھا، موتیوں جیسے ان کے الفاظ ذہن نشین کیے، مربوط و برمحل فصیح و بلیغ کلام سنا۔ یہی مناظر بحیراء راھب نے ۱۲ سال کی عمر شریف میں دیکھے اور وہ کہہ اُٹھے:

''یہ رحمۃ للعلمین ﷺ ہیں۔''

✧ حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے جس جوانِ رعنا سے آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں، وہ زیبندہ نہال کی شاخِ تازہ ہے، خوش رنگ، مہذب عادات، مخدوم و مطاع اور سراپا محبت ہے۔

✧ بایں ہمہ مثلِ قمر چہرے کی رونق، اُبھرتے ہوئے نور کا منظر، گندمی رنگ میں ملاحت کی آمیزش وہی بچپن والی تھی۔ البتہ داڑھی کے بالوں کا حُسنِ امتیاز بعد کی خاصیات میں سے ہے۔(۱)

اس لیے کمالاتِ نبوت اور آپ ﷺ کے جسمانی جمالِ جہاں آراء کے مذکورہ بیانات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام بچپن میں کس قدر حسین و خوب رو اور عادات و شمائل کے پیارے ہو سکتے ہیں؟ بچپن و جوانی میں یکساں حسن کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کی مہرِ نبوت (جو مونڈھوں کے درمیان کسی قدر دل کی طرف تھی)، آنکھوں کے سرخ ڈوروں، سرگیں آنکھوں اور شکل و شباہت کے بیان کے ساتھ دیگر بعض علامات کا تذکرہ تھا۔ ان کا تقاضہ تھا کہ نبوت کی یہ نشانیاں اور حسن و جمال کے ساتھ چلنے پھرنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، بول چال اور نشست و برخاست از ابتداء تا انتہاء ایک ہی رہتیں، تاکہ ولادت، بچپن، جوانی اور اواخرِ عمر میں آپ ﷺ کا سراپا گواہی دے کہ حضرت محمد ﷺ ہی اللہ کے آخری نبی ہیں۔

جیسے آفتاب دلیلِ آفتاب ہوتا ہے ایسے ہی نبی کی ذات دلیلِ نبوت ہوتی ہے۔

---

(۱) حضرت ہندؓ کے نقل کردہ مذکورہ بیانِ اوصاف کے لیے شرح الشفاء ۱/۳۴۳، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۰، شرف المصطفیٰ: ۲/۸۹، السیرۃ لابن حبان: ۱/۴۱۰، الشمائل المحمدیہ: ۱/۳۰۴ اور السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء: ۱/۴۱۰ اور حضرۃ امّ معبد رضی اللہ عنہا الخزاعیہ کے بیان کے لیے دیکھیے: زاد المعاد: ۳/۱۵۱ المواھب اللدنیہ: ۱/۱۷۷ شرح الزرقانی: ۲/۱۳۳ تاریخ الخمیس: ۱/۳۳۳، الخصائص الکبریٰ: ۱/۳۱۰ دیکھیے!

Marfat.com

جائے ولادت (مکّۃ المکرّمۃ) اور

سازگار ماحول کی تیاری

عرب کی سرزمین کو نبی آخر الزمان ﷺ کے مبارک قدموں کے اوّلین بوسے دینے کے لیے منتخب کیا گیا۔ اور پھر اس کو اقوامِ عالم میں آپ ﷺ کی آمد سے پہلے ہی معروف کر دیا گیا، حکماء اسلام نے اس ''انتظامِ الٰہی'' کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں:

(ا) روئے زمین کا درمیان:

یہ علاقہ روئے زمین کا وسط ہے، مکہ کو اسی لیے ''نافِ زمین''[(ا)] کہا گیا ہے اور قاعدہ بھی ہے کہ چراغ کمرے کے درمیان میں رکھا جائے تو مقصود یہی ہوتا ہے کہ ہر طرف اس کی روشنی ہو۔ اسی لیے اللہ نے جب حضرت محمد ﷺ کو سِرَاجاً مُّنِیْرًا (روشن چراغ) قرار دیا ہے تو آپ ﷺ کی پیدائش کے لیے دنیا کے کمرے کی درمیانی جگہ (کعبۃ اللہ کے زیرِ سایہ) جگہ کو منتخب کیا گیا تاکہ پوری دنیا کے انسانوں کا یہاں آنا اور پوری دنیا تک یہاں سے پیغامِ رسالت کا پہنچنا آسان ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اولادِ آدم کے تمام ممالک تک وہ پیغام یہیں سے نشر ہوا جس کے لیے آپ ﷺ کو بھیجا گیا تھا اور قرآنِ کریم میں اعلان ہوا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا [(۲)]

''اور (اے نبی!) ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔''

(ا) **ملاحظہ:** کعبہ کے نافِ زمیں (وسط زمین) ہونے کے دلائل ''رحمۃ اللعلمین ﷺ'' مصنفہ حضرتِ قاضی محمد سلمان منصور پوری کے حصہ اول میں ہیں۔

(۲) سبا: ۲۸

Marfat.com

(۲) اعلیٰ اخلاق کی حامل قوم:

اس سرزمین کی خوبی یہ تھی کہ یہاں رہنے والی قوم (عرب) ہر قسم کی برائیوں میں لت پت ہونے کے باوجود ایسی چند خوبیوں کی مالک تھی، جن کا اس قوم میں ہونا ضروری تھا، جو آسمانی امانت (قرآن و مذہب اسلام و عشقِ رسول ﷺ) کی سعادت اور ذمہ داریوں کو ادا کر سکے۔

معروف ہے کہ جس قوم کے درمیان آپ ﷺ پیدا ہوئے وہ مشرک، بدخلق، تند مزاج، خسیس اور رذیل خصائل میں یکتائے زمانہ تھی، لیکن کیا اسی قوم سے جہانداری کا کام نہیں لیا گیا؟ اور کیا ان ہی میں رہنے والے افراد نے وقت کے سکندر و دارا، قیصر و کسریٰ کو گھٹنوں کے بل نہیں گرایا؟ اور کیا وہ یہی قوم نہیں ہے جس نے فقیری میں شاہی اور شاہی میں فقیری کے گر سے دنیا کو آگاہ کیا؟ بالاخران میں کچھ صفات تو ضرور تھیں جن کی وجہ سے اللہ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو ان کے درمیان پیدا کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کا منظر دکھایا جو انہوں نے اس جگہ سے چند قدم آگے مانگی تھی۔ جہاں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے گزارش کی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ (البقرہ::۱۲۹)

''اے رب ہمارے! ان میں ایک رسول بھیج جو ان ہی میں سے ہو۔''

ان کی قابلِ اعتراض عادات اور دینِ ابراہیمی کی صریح مخالفت کے جرم کے باوجود ان کی چند صلاحیتیں ایسی تھیں جو اسلام کی ترقی کے لیے ضروری تھیں۔ اسی لیے جب اس مقدس شہر کے جو لوگ ایمان لائے تو انہوں نے بہت جلد اسلامی ترقی کی اور ایسے ایمانی ستون بنے کہ ان پر بڑے سے بڑے بوجھ آن پڑے لیکن وہ نہ جھکے، ان کے اخلاقِ فاضلہ یہ ہیں:

کرم وسخاوت: وہ اگر بخیل و کنجوس ہوتے تو نہ زکوٰۃ ادا کر سکتے اور نہ ایثار کی یہ کہانیاں جنم لیتیں جنہوں نے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

Marfat.com

ایفائے عہد: جس نبی ﷺ نے اُن میں مبعوث ہونا تھا اس نے پوری دنیا کو تمدن، معاشرت اور کاروبارِ حیات کا نیا رُخ دینا تھا۔ اس لیے ان کی آمد سے پہلے اس قوم میں وعدہ وفائی کی خصلت پروان چڑھا دی گئی تاکہ اقوامِ عالم ان پر بھروسہ کریں اور پوری دنیا میں تبلیغِ دین، تمدنِ اسلام، امن معاہدے اور تجارت آسان ہو جائیں۔

خودداری وعزتِ نفس: یہ عادت نہ ہوتی تو جہاد فی سبیل اللہ کی داغ بیل نہ ڈالی جا سکتی، نتیجتاً یہ لوگ خود بھی ظلم برداشت کرنے کے خوگر ہوتے اور دوسروں کو بھی سر جھکا کر رہنے کا درس دیتے۔ جبکہ اسلام ایک خوددار مذہب ہے جو نہ ظالم بننا پسند کرتا ہے اور نہ مظلوم ہونا اسے محبوب ہے۔ وہ ہر انسان کو اس کے بنیادی حقوق تک رسائی دیتا ہے۔

عزائم کی تکمیل: رسالت مآب ﷺ کی آمد سے پہلے بارہا مرتبہ دیکھا گیا کہ جزیرۂ عرب کے لوگ جو ارادہ کر لیتے اس کی تکمیل میں اپنی جان تک گنوا دیتے تھے۔ یہی وہ خاصیت ہے جو رسوم ورواج کو چھوڑنے اور سنتِ رسول ﷺ پر استقامت کے لیے ممدو معاون ہو سکتی تھی۔ چنانچہ استقامتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثالوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

حلم، بردباری اور سنجیدگی: اس قوم کو پسند تھی۔ اگرچہ جنگ وجدل میں بہت کم لوگ ان صفاتِ حمیدہ پر قائم رہ سکتے تھے لیکن حضور ﷺ نے جن انسانی قدروں کو عام کرنا تھا، ان کے نفاذ کے لیے قوم کے فطری حلم نے پوری معاونت کی۔

بدوی سادگی: اسلام نے جس سادگی کا درس دینا تھا وہ پہلے سے ان لوگوں میں جاری کی گئی جس کی وجہ سے وہ تمدن کی آلائشوں اور داؤ پیچ سے دور رہے۔[1]

الغرض: یہی وہ قیمتی اخلاق تھے جن کی وجہ سے جزیرۃ العرب کے لوگوں کو بنی نوعِ انسان کی قیادت وسیادت کی باگ تھمائی گئی، اس لیے ایک عالمی رہبر (حضرت محمد ﷺ) کی پیدائش ایسے ہی لوگوں میں ہونا ضروری تھی۔

---

(۱) الرحیق المختوم: ۱/۳۷ سے صرف عنوانات لیے گئے۔

Marfat.com

(۳) حکومت سے خالی جزیرہ:

سیّدنا محمد کریم ﷺ نے جہاں قدم رنجہ فرمایا وہاں قبائلی نظام تھا، کوئی منظم حکومت نہ تھی، اس لیے اگرچہ انفرادی اور کبھی اجتماعی رکاوٹیں دعوتِ اسلام کے رستے میں آئیں، تو ان کو دور کرنا آسان ہوگیا، اگر یہاں حکومت ہوتی، اس ملک کی اپنی فوج اور پولیس ہوتی تو رکاوٹیں اتنی مضبوط ہوتیں تو اسلام کے غلبے میں دیر لگ سکتی تھی۔ اس خطے میں اسلام کی ابتدائی اور کامیاب محنت کا نبوی انداز ہمیں یہ سبق بھی دیتا ہے کہ دعوت کا کام حکومتوں سے ٹکراؤ کے بغیر کیا جائے تو وہ فطرتِ اسلامی کے زیادہ قریب ہوگا۔ اس لیے کہ اس کی ابتدا اور اس کے پھیلاؤ کے لیے اوّلاً ایسا علاقہ منتخب کیا گیا جہاں حکومت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔

(۴) عربی زبان وادب سے معمور علاقہ:

تاریخِ انبیاء (علیہم السلام) شاہد ہے کہ سب نبیوں کو ان کی ہم زبان قوموں میں بھیجا گیا۔ چنانچہ حضرت نبی مکرم ﷺ کی زبان عربی تھی، آپ ﷺ کو عربی بولنے والوں میں بھیجا گیا۔ اس زبان میں لطافت و شیرینی کے علاوہ یہ خاصیت بھی ہے کہ یہ ایسی جامع لغت ہے جو مختلف معانی کو کم سے کم الفاظ میں سمو لیتی ہے۔ آخری کتاب کے لیے ایسی زبان کی ہی ضرورت تھی جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔ اس لیے نزولِ قرآن سے پہلے قلوب و اذہان کو قرآنی فصاحت کی تفہیم کے لیے تیار کیا گیا۔

(۵) علم و ہنر سے محرومی:

جن دلوں پہ قرآن و ایمان اور حکمت کے کلمات سیدنا محمد عربی علیہ السلام نے لکھنے تھے ان کے دل کے صفحات پہ پہلے سے کچھ لکھا ہوا نہیں تھا۔ جب آپ ﷺ نے درسِ توحید کو عام کیا تو ان کے پاس بت پرستی کی ایک دلیل تھی کہ ان کاموں کو ہم اس لیے کرتے ہیں

Marfat.com

ہمارے آباءواجداد نے کیے ہیں۔ (۱)

ان کی اس اکلوتی دلیل کو سیدنا محمد ﷺ نے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی اپنے اخلاقی نور سے زائل کر دیا تھا۔ لوگ سمجھ گئے تھے کہ مُحمد الصَّادِق وَالاَمِین کسی بھی اجدادی رسم میں شامل نہیں ہوتے اس کے باوجود معزز و محترم ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کا مجوزہ آبائی دین کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اب ان مجاورانِ حرم کے دلوں پہ آپ ﷺ نے جو لکھا وہ خوب جلی نظر آیا اور انمٹ ایسا کہ اسے نہ ظلم و جبر مٹا سکا اور نہ طمع اور لالچ جھکا سکی۔ اس کے برخلاف اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ مکہ میں کم اور مدینہ میں زیادہ رہتے تھے۔ ان میں سے بہت کم لوگ فیضِ نبوت کو دل میں جگہ دے سکے، اس لیے کہ انہوں نے ایک سبق یاد کر رکھا تھا جسے نظر انداز کرنا مشکل امر تھا۔

اب سمجھ آتا ہے کہ سرزمینِ قلوب کے اعتبار سے حضور ﷺ کی پیدائش، نشو ونما اور حسین و جمیل شباب کے لیے اس علاقے کو کیوں منتخب کیا گیا؟ اور اس کے برخلاف علم و تہذیب سے قدرے واقف خطے شام و یمن اور مدینہ وغیرہ میں حضور ﷺ کو کیوں پیدا نہیں کیا گیا؟

(۶) کعبہ سے ہوتی ہے سحر پیدا:

روزانہ ایک طویل تاریکی کے بعد صبح ہوتی ہے۔ اسے نمودار کرنے کے لیے ہزاروں ستاروں کو غروب کرنا پڑتا ہے۔

؎ کہ قتلِ ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

جب کعبہ کے ایک پہلو سے حضرت محمد (ﷺ) نام کی سحر پیدا ہو رہی تھی وہ بھی تب نظر آئی جب وہ ظلم و ستم، شرک و کفر، عیاری و مکاری، جھوٹ، دغا بازی اور غیر انسانی اقدار کے اندھیروں کو چیر چکی تھی، رات نہ ہو تو کوئی بھی صبح صادق کا انتظار نہیں کرتا، اس

---

(۱) المائدہ: ۱۰۴، الاعراف: ۲۸، یونس: ۷۸

Marfat.com

سرزمینِ حجاز میں نبیوں نے ایک عرصہ تک اُجالا کیے رکھا۔ پھر طویل شبِ دیجور نے انسانوں کو روشنی کے لیے بے چین کر دیا۔ کئی انسان انتظار میں کروٹیں بدلتے بدلتے ہمیشہ کی نیند سو گئے لیکن سورج کا منہ نہ دیکھ سکے اور لاکھوں انسان ''وادیٔ ابراہیم'' کی طرف منسوب روشنی کی ایک کرن دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ مصر، شام، یمن، حبشہ، ایران و روم اور دنیا کے ہر کونے میں تورات و زبور کو ماننے والے رہتے تھے۔ ان کے راہنما و علماء اپنے مدارس و خانقاہوں اور شاہوں کے محلات میں یہی درس دیتے رہتے تھے کہ ''وادیٔ تہامہ'' (مکّہ) میں ہی آخری نبی پیدا ہوں گے۔ اس لیے صدیوں سے لوگ اس سرزمین کی طرف اسی طرح دیکھ رہے تھے جس طرح اس وقت پوری دنیا میں اربوں انسان نماز کے اوقات میں اپنا رُخ اس شہر کی طرف کر لیتے ہیں جس میں حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے، جہاں کعبہ ہے اور جہاں انوارات کی بارش ہوتی ہے اور پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ وعدۂ خداوندی کے مطابق لوگوں کی اُمیدوں کے مرکز میں ہی حضرت محمد کریم ﷺ پیدا ہوئے اور کائنات کے سانس میں سانس آیا۔

اب سمجھ آ گئی یہ بات کہ جب بیت اللہ قبلۂ عالم نہیں تھا اور عبادت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا کی جا رہی تھی ان ایام میں بھی کعبۃُ النظور و قبلۃُ القلوب (قلب و نظر کی اُمیدوں کا مرکز) بیتُ اللہ ہی کیوں تھا؟ کہ سحر یہیں سے پیدا ہونی تھی۔ یہیں وہ سیاہ پوش گلاب ہے جو کعبہ کی شکل میں کھڑا ہمیشہ سے دعوتِ توحید دے رہا ہے۔

(۷) قلبِ منیب کا رُخ ہوتا ہے اِدھر کیوں؟

صدیوں سے سلیم الفطرت انسان ادھر کیوں نہ دیکھتے، یہیں سے ان کو جلا مل رہی تھی۔ ان کے دلوں کا رُخ اس طرف کیوں تھا؟ کہیں اور نظر کیوں نہ ٹکتی تھیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ قطب نما کی سوئی کا رُخ ایک ہی طرف رہتا ہے۔ اسے ہزار بار دائیں بائیں کرو، سالہا سال ایک ہی طرف موڑے رکھو اور آزاد چھوڑ دو تو وہ پھر اسی طرف ہی منہ کرے گی جدھر اس کا مرکز ہے۔ اس میں سوئی کا کمال نہیں قدرت نے قطب میں کشش و

Marfat.com

جاذبیت رکھی ہے۔ اسی بنا پر سوئی میں مقناطیسیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہزاروں سال سے آدم کے صالح بیٹوں اور اس کی بیٹیوں کے دلوں کا رُخ اپنے قطب قبلۂ عالم (بیت اللہ) کے سوا کسی طرف نہیں ہوتا۔ اگرچہ کسی وجہ سے گردشِ ایام اسے کسی اور طرف تھوڑی دیر کے لیے متوجہ کر دے، لیکن جیسے ہی روح آزاد ہوتی ہے رُخ مکہ کی طرف ہو جاتا ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کے دلوں کو مقناطیسیت دے کر قلبِ سلیم اور قلبِ منیب میں بدل دیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے کہ (اس گھر کے بانی حضرت) ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ایسے دل کے ساتھ آئے جو ایک ہی طرف کا ہو رہا، وہ کفر و شرک و غیر اللہ کی محبت کے روگ سے محفوظ تھا۔ (۱)

اور اس قسم کا دل اپنے مقصد میں تب ہی کامیاب ہو سکتا ہے جبکہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کا رُخ ایک ہی طرف ہو اس دل کو قرآنِ کریم نے قلب مُنیب لقب سے نوازا ہے۔ (۲)

اب سمجھنا آسان ہو گیا کہ جس جگہ سیّد دو عالم ﷺ کی پیدائش ہوئی اس طرف اقوامِ عالم کے اندر بسنے والے صالحین کے دل پہلے سے رُخ کیے ہوئے تھے۔ جیسے جیسے آپ ﷺ پروان چڑھتے گئے توجہ بڑھتی گئی اور قافلہ بنتا گیا۔ جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔

آپ ﷺ کا قلبِ منور پوری عمر (ولادت سے وفات تک) اللہ کی طرف منیب (متوجہ) رہا۔ یہی عالم آپ ﷺ کے چہرے کا تھا، لیکن حضور ﷺ رُخِ زیبا کو کبھی ظاہراً مخلوق کی جانب بھی پھیرتے، ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیر ہی اندھیر ہوتا۔

حضرت جعفر بن محمدؒ فرماتے ہیں: وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۳)

''میں النجم ''ستارہ'' سیدنا محمد کریم ﷺ کا دل ہے۔''(۴)

جس کی برکت سے پورا عالم منور ہے پوری دنیا کے انسانوں کو قلب محمد ﷺ سے ایمانی روشنی جاتی ہے، جب آپ ﷺ کی آمد ہوئی، اسی نور کی حسین روشنی تھی جو اُن کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کو دکھائی گئی۔

---

(۱) الصّافات: ۸۴ (۲) دیکھئے سورہ ق آیت نمبر ۳۳ (۳) النجم: ۱ (۴) شفا: ۱/ ۳۷

Marfat.com

نسبِ محمدی ﷺ کی انفرادیت

جن خَلقی و خُلقی امتیازی صفات سے اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو پیدائشی طور پر نواز رکھا تھا ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بہترین نسب عطاء فرمایا اور آپ ﷺ کی آمد سے پہلے شاہی درباروں، خانقاہوں اور راہبوں کی علمی مجالس میں اس کا تذکرہ اچھے الفاظ میں ہونے لگا کہ ابراہیمی سلسلہ وہی ہے جسے ہاشمی گھرانہ کہتے ہیں۔ حضرت محمد کریم ﷺ خود فرمایا کرتے تھے کہ تمام انبیاء علیہم السلام شریف النسب ہوتے ہیں۔(۱)

حضرت محمد ﷺ کے عہدِ شباب میں یہ معروف تھا کہ اس جوانِ رعنا کا جس طرح کردار بے داغ ہے۔ اسی طرح اس کا نسب بھی بہت عالی اور ذی وقار ہے۔ اسی دورِ حیات میں سرزمینِ مکہ، یثرب (مدینہ) شام، یمن، بصریٰ وغیرہ بڑے شہروں کے باشندے یہ جانتے تھے کہ سیدنا محمد ﷺ خاندانی شرافت میں سب سے فائق ہیں اور یہ کہ سارے نبی اعلیٰ نسب گزرے تھے۔

سیدنا محمد ﷺ کی پاکیزہ نسبی کی شہرت کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔

(۱) آپ ﷺ کے خاندان کا خدّامِ کعبۃ اللہ میں شمار ہونا: اسی شرف کی وجہ سے مندوبینِ حرم کی میزبانی اور ان کے قیام وطعام کے انتظامات کی نگرانی کرنا۔

(۲) مذکورہ شہروں میں یہودیوں اور عیسائیوں کے احبار و رہبان کی موجودگی اور کتبِ سماویہ کے ان دروس کی کثرت، جن میں حضور ﷺ کے نسب شریف کا ذکر تھا۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سب نبی اولادِ ابراہیم سے آئے۔(۲)

(۳) اور یہ کہ جب حضور رسالت مآب ﷺ کی بعثت کا وقت قریب آیا تو بیت المقدس

---

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۳۵۵۳ (۲) الجواب الصحیح ۵/۴۳۷

Marfat.com

اور شام وغیرہ میں معروف ہو چکا تھا، کہ سب نبیوں کے سردار، فاتحِ مکہ، مہاجر مدینہ نبی الانبیاء حضرت محمد ﷺ بہت جلد وادی مکہ میں مبعوث ہونے والے ہیں۔ (۱)

اس کی صرف ایک مثال یہ ہے کہ ان ہی ایام میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کلیساؤں میں تلاشِ حق میں سرگرداں تھے کہ ایک گرجا کے متقی و پرہیز گار پادری نے انہیں وصیت کی: اے بیٹے! اب تم یہ جستجو نہ کرو کہ تمہیں عیسائیت میں حق مل جائے، اس وقت اس نبی کا زمانہ تم سب پہ سایہ فگن ہے جس نے حرم سے مبعوث ہونا ہے پھر اس نے حضور ﷺ کی علامات بتائیں (۲) اس قسم کے بے شمار واقعات مدارسِ یہود اور عیسائی خانقاہوں میں زیرِ بحث تھے، جن کی وجہ سے حضور ﷺ کی شخصیت، اسماء وصفات اور خصوصاً عالی نسبی کا شہرہ زبان زدِ عوام وخواص تھا۔

عربوں میں شریفُ النّسبی کی اہمیّت:

عربوں کے ہاں نسب بہت اہمیت رکھتا تھا، انسان تو انسان وہ اونٹ گھوڑوں اور دیگر حیوانات تک میں نسب کا خیال رکھتے تھے، اسی بنیاد پر انسانوں، قوموں اور قبیلوں سے سلوک ومعاملات کرتے تھے۔ اس زمانے کے یہود ونصاریٰ نے بھی یہ خبرِ صادق مشہور کر رکھی تھی کہ سارے نبی اعلیٰ نسب ہوتے ہیں۔

حبشہ میں اس وقت عیسائیت کا راج تھا، شاہِ حبشہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے نبی مکرم ﷺ کی تعلیمات سننے کے باوجود آپ ﷺ کے حسب ونسب کی تصدیق کی تو اس نے آپ ﷺ کی نبوت کی نہ صرف تصدیق کی بلکہ مہاجرین کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ اس زمانہ کا انسانی مقام ومرتبہ اسی علم الانساب کی بنیاد پر طے ہوتا تھا۔ ابوسفیان کے بیان کے بعد شاہِ حبشہ نے کہا:

وَكَذَالِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ اَحْسَابِ قَوْمِهَا (۳)

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: باب نمبر ۵۷ (۲) طبقات المحدثین ذکر اسامی الصحابہ

(۳) صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۵۵۳

Marfat.com

''اسی طرح بہتر نسب کے ساتھ انبیاء اپنی قوم میں مبعوث کیے جاتے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کی شرافتِ نسبی کو آپ نے اوپر ملاحظہ کیا کہ عرب معاشرہ میں صاحبِ نسب ہونا انتہائی اہمیت کا حامل تھا، ابوجہل و دیگر دشمنانِ اسلام نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا، آپ ﷺ کے حسب ونسب کا نہیں۔ علم الانساب بھی تاریخ کی ایک قسم ہے اگر کسی کو آپ ﷺ کی عالی نسبی پر شک ہوتا تو ابولہب (سردارِ مکہ) آپ ﷺ کے خاندان کے ساتھ بیاہ شادی کے ذریعے نجی تعلقات استوار کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ اسی طرح ابوجہل نے اخنس بن شریق سے خاندانِ نبوّت سے اپنے اختلافات کا ذکر کیا تو اس نے اپنی نفرتوں اور حقارتوں کے باوجود آپ ﷺ پر کوئی اتہام نہ باندھا۔ اگر جناب رسالت مآب ﷺ کے خاندانی شرف میں کسی قسم کا شک اسے نظر آتا تو وہ بلا جھجک آپ ﷺ پر ''خاندانی پستی'' کا الزام دھر سکتا تھا اور آپ ﷺ سے ایسی باتیں منسوب کرسکتا تھا جو بے سروپا تھیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کسی کے پاس کوئی ایسی شہادت موجود نہیں ہے جس سے پتہ چلے عرب وعجم کے کسی سلیم العقل انسان نے آنحضور ﷺ کے خاندانی شرفِ امتیاز پر انگشت نمائی کی ہے۔ قریش جس طرح آپ ﷺ کی صداقت کے قائل تھے اسی طرح وہ آپ ﷺ کی سیادت اور متانت کے بھی معترف تھے۔

صلح حدیبیہ کے زمانے میں جب مسلمانوں اور کفارِ مکہ کے درمیان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا تھا، ان دنوں میں ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) تجارتی کاروبار کے لیے شام گئے (جو اس وقت مسلمان نہ تھے)۔ ہرقل، شاہِ روم نے ان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور بہت سے سوالات کے علاوہ یہ بات خاص طور پر پوچھی کہ آنحضرت ﷺ کا نسب کیسا ہے؟ ابوسفیان، جو اس وقت آپ سے بدترین دشمن تھے یہ کہے بغیر نہ رہ سکے:

هُوَ فِينَا ذُو حَسَبٍ (۱)

''وہ ہمارے اندر اچھے نسب والے ہیں''

---

(۱) بخاری حدیث نمبر ۴۵۵۳

Marfat.com

چنانچہ ہرقل نے کہا: انبیاء (علیہم السلام) ہمیشہ اپنی قوم کے رفیع الشان خاندان میں مبعوث ہوتے ہیں۔ حضور نبی محترم ﷺ فرماتے ہیں:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ. (۱)

''میں بنی آدم کی بہترین نسلوں میں نسلاً بعد نسل گزرتا ہوا مبعوث ہوا ہوں، یہاں تک میں اس نسل میں پیدا ہوا جس میں اب ہوں۔''

نورِ مجسم ﷺ کا ددھیالی نسب

والد ماجد حضرت عبداللہ (پیدائش: المکۃ المکرّمہ)

جہاں تک آپ ﷺ کے شجرۂ طیبہ کا تعلق ہے، حضرت آدم علیہ السلام تک باختلافِ روایات محفوظ ہے۔ تاہم ''عدنان'' تک اس میں کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا آپ ﷺ کے تمام آبائے کرام اور اُمّہات علیا کے اسماءِ گرامی اور ان کے شعوب وقبائل کے نام صحت اور تفصیل سے درج ہیں۔ عدنان تک سلسلہ نسب شریف یہ ہے:

(حضرت) محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب، بن ہاشم، بن عبدمناف، بن قصی، بن کلاب، بن مرہ، بن کعب، بن لوی، بن غالب، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان (۲)

یہاں سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک دوسرے مرحلے میں تمام کڑیاں تفصیل سے بیان نہیں کی گئیں۔ صرف نام ہیں، عربوں کے ہاں یہ رواج قدیم سے چلا آرہا تھا کہ قریبی بزرگوں کا ذکر تفصیل سے ہوتا اور دور کے مشاہیر کو اختصار سے بیان کیا جاتا،

---

(۱) المواہب اللدنیہ طہارۃ نسبہ (۲) زاد المعاد: ۱/۷۰

Marfat.com

موجودہ اختصار کا مطلب یہ نہیں کہ عدنان کا اولادِ اسمٰعیل میں ہونا کسی لحاظ سے بھی مشکوک ہے، تمام عرب ماہرینِ انساب اس بات پر متفق ہیں کہ ''عدنان'' بنی اسمٰعیل میں سے تھے۔ اور اہل عرب کا اتفاق اس کے صحیح ہونے کا ناقابل انکار ثبوت ہے۔ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ہوں کہ انہوں نے انتہائی محنت اور تلاش سے ان اعتراضات کا شافی جواب دیا ہے جو معاندین نے آنحضور ﷺ کے نسب نامے پر کیے تھے، جبکہ ان کے اعتراضات کا جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس موجودہ نسب نامے پر کیے ہیں (جو عیسائیوں نے لکھا ہے) کوئی مثبت جواب نہ مل سکا، اس لیے مارگو سیل اور سر ولیم میور کا یہ کہنا کہ آنحضور ﷺ کی عظمت کو دوبالا کرنے کے لیے آپ ﷺ کا نسب نامہ ''گھڑا گیا'' نہ صرف گمراہ کن ہے بلکہ ان کی علمی خیانت کا پردہ بھی چاک کرتا ہے۔

آپ ﷺ کا سلسلۂ نسب اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں پاتال تک پہنچی ہیں اور شاخیں آسمانِ بسیط میں پھیلی ہیں۔

اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ (۱)

(جڑیں زمین اور شاخیں آسمان میں ہیں۔) آپ ﷺ کا گھرانہ ہی وہ گھرانہ ہے جہاں شرف و مجد کو نئی جہت ملی اور جہاں عزت و توقیر کو نیا ابعاد حاصل ہوا۔

شَرَفُكَ تَامِكٌ وَاقبَالُكَ سَامِكٌ

آپ ﷺ کا شرف عالی ہے اور آپ ﷺ کے مقدر کا ستارہ ہم اوجِ ثریا ہے۔ (۲)

عہدِ اوّل کے مسلمانوں میں چند اسماء گرامی ایسے ہیں جن کے ساتھ علم الانساب کی نسبت معروف تھی وہ حضرات حضور ﷺ کے نسب میں کہیں جھول دیکھتے تو اسلام کی طرف مائل نہ ہوتے۔ جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ (۳)

---

(۱) ابراہیم: ۲۴　(۲) اصول سیرت نگاری ص ۲۸۴

(۳) ان حضرات میں سے بعض کا تذکرہ ''حضرت محمد ﷺ کا عہدِ شباب'' میں دیکھیے۔

Marfat.com

رحمتِ عالم ﷺ کا ننہالی نسب

والدہ ماجدہ حضرت آمنہ (پیدائش: اَلْمَدِیْنَةُ الْمُنَوَّرَہ)

❀ ددھیال کی طرح آپ ﷺ کی والدہ اور نانیاں سب شریف خاندانوں سے تھیں۔ والدہ کی طرف سے سلسلہ یہ ہے: حضرت محمد (ﷺ) بن آمنہ بنتِ وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ یہاں پہنچ کر آپ ﷺ کا مادری اور پدری سلسلہ ایک ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی نانی کا نام ''برّہ'' تھا۔ (۱)

آپ ﷺ کی مائیں عفت و عصمت کی دیویاں تھیں، آپ ﷺ کی والدہ آمنہ اور ان کے والد وھب کے متعلق ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

وَوَهْبٌ يَوْمَئِذٍ سَيِّدُ بني زُهْرَةَ سِنًّا وَشَرَفًا فَزَوَّجَهُ آمنةَ بنت وَهْبٍ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ افضَلُ اِمْرَأةٍ مِنْ قريشٍ (۲)

''اور وہب نے جو اس وقت بنی زہرہ کا بلحاظِ عمر کے بھی اور بلحاظِ شرف و بزرگی کے بھی سردار تھا۔ اپنی بیٹی آمنہ کا نکاح (حضرت) عبد اللہ سے کر دیا اور (حضرت) آمنہ اس وقت قریشی عورتوں میں سب سے افضل تھیں۔''

❀ رحمت عالم ﷺ نے اپنے اعزہ وہم وطن لوگوں کے سامنے اپنا تابناک ماضی بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ ہی کی بندگی کرو کامیاب ہو جاؤ گے۔ اسی دلیل کو بطورِ فخر اللہ یوں بیان کرتے ہیں:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (۳)

''البتہ تحقیق تمہارے پاس جو رسول ﷺ آئے ہیں یہ تمہی میں سے ہیں۔''

---

(۱) السیرۃ لابن حبان ۱/۳۹　(۲) تاریخ طبری ۲/۲۴۳

(۳) سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۲۸

Marfat.com

اس آیت کو جب خود حضرت محمد عربی ﷺ نے پڑھا (تو اس کی تفسیر میں) ارشاد فرمایا: سیدنا آدم علیہ السلام سے میرے والد تک میرے سلسلۂ نسب میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے، جس نے کسی عورت سے بغیر نکاح کے تعلق رکھا ہو۔ میں تم سب میں پاکیزہ نسب ہوں۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدنا آدم علیہ السلام سے آپ ﷺ تک جتنی بھی خواتین آپ ﷺ کے نسب میں حضرت آمنہ تک آتی ہیں، ان تمام کے نکاح ان ہی شرائط (گواہوں، ایجاب و قبول اور مہر) پر ہوئے جن پر آج کل اسلام میں ہو رہے ہیں۔

علماءِ انساب حضور ﷺ کے قدموں میں

اس فن کے ماہرین کا دائرۂ اسلام میں داخل ہو جانا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ حضرات آپ ﷺ کو اعلیٰ نسب سمجھتے تھے، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ مسلمان نہ ہوتے۔ سیرت نگار ڈاکٹر محمد ثانی مدظلہ لکھتے ہیں: ماہرینِ انساب کے چند نام یہ ہیں: صدرِ اسلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب علم الانساب کی قدر و قیمت کے شناسا تھے جس کی اس زمانے کے معاشرے میں بڑی اہمیت تھی، انہوں نے قریش کے علمائے انساب، مثلاً: حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ بن نوفل کو اپنے لیے شجرۂ نسب بنانے کا حکم دیا تھا۔ مخرمہ رضی اللہ عنہ بن نوفل اس جماعت کے بھی رکن تھے جو حرمِ مکی کی حدود کے نشانات لگانے کے لیے قائم کی گئی تھی۔ ان اکابر رضی اللہ عنہم کے پوتے اور پڑپوتے بھی علماء انساب ہونے کے علاوہ تاریخِ عرب کے بڑے واقف کار تھے۔ کتبِ طبقات اور متعدد مآخذ سے پتا چلتا ہے کہ مذکورہ بالا تینوں قریشی اکابر رضی اللہ عنہم انسابِ قبائل اور ان کے ناموں کے علاوہ اشعارُ العرب اور اخبارُ العرب کے بھی عالم تھے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی آدھی عمر زمانہ جاہلیت میں گزاری تھی، انہوں

Marfat.com

نے حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم کو بادشاہ نعمان بن المنذر کی تلوار جو کپڑوں سمیت مال غنیمت میں آئی تھی، عطا کی تا کہ وہ اس بادشاہ کے حالات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتائیں۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ بن جبیر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جبیر اور ان کے بیٹے نقد تاریخ کا بھی ذوق رکھتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ الصدیق علم انساب کی معرفت میں ممتاز تھے۔ کہا جاتا ہے کہ علم انساب میں وہ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم کے استاد تھے۔ متاخرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مشہور و معروف عالمِ انساب تھے۔

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم:

ابو عدی جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم بن عدی القریشی، عربوں کے ہاں مشاہیر علمائے انساب میں سے ہیں۔ وہ فتحِ مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے انہیں عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور مخرمہ رضی اللہ عنہ بن نوفل (جو معتبر اور ثقہ ماہرِ انساب تھے) کے ساتھ مل کر انسابِ عرب کی تدوین کا حکم دیا تھا۔ الزبیر بن بکار کی رائے میں حضرت جُبَیر رضی اللہ عنہ نے انساب کا علم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں حضرت سعید بن المسیب (م ۹۴ھ/۷۱۳ء) اور ان کے بیٹے محمدؒ اور نافعؒ تھے۔ انساب میں معلومات ان سے نقل در نقل ہوتی آتی ہیں۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کا (م ۵۹ھ /۶۷۹ء) میں انتقال ہوا۔

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب:

ابو یزید عقیل رضی اللہ عنہ (بن ابی طالب) الہاشمی حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے بھائی تھے اور عمر میں ان سے بڑے تھے زمانہ جاہلیت میں ان کا نام معروف مشہور تھا جنگِ بدر

Marfat.com

میں کفار کے ہمراہ تھے اور مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے، صلح حدیبیہ سے تھوڑی دیر پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ مسجد نبوی ﷺ میں لوگ ان سے علم انساب سیکھا کرتے تھے اور وہ ایامِ عرب اور تاریخ قریش لوگوں سے بیان کرتے تھے۔ وہ ان تین علمائے انساب میں ہیں جن سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے انساب العرب کی تدوین کی فرمائش کی تھی۔ آخر عمر میں وہ نابینا ہو گئے تھے۔ انہوں نے ۶۰ھ/۶۸۰ء میں انتقال کیا۔

مخرمہ رضی اللہ عنہ بن نوفل

حضرت ابوصفوان مخرمہ رضی اللہ عنہ بن نوفل بن اھیب الزہری القرشی، ہجرت سے تقریباً چھ سال قبل پیدا ہوئے، فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، مخضرمین میں ان کا شمار کبار تابعینؒ اور قدیم عربی اشعار کے راویوں میں ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے ان سے فرمائش کی تھی کہ دوسرے دو ماہرینِ انساب سے مل کر انساب مرتب کریں۔ وہ ان علماء ربانیین میں شامل تھے جنہوں نے حرم مکی کی حدود متعین کی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وہ آنکھوں سے معذور ہو گئے انہوں نے ۵۴ھ/۶۷۴ء میں وفات پائی۔ (۱)

ملاحظہ: علم الانساب کی اس ساری بحث کا مقصود یہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی ذات پر ایمان لانے والوں میں عرب کے علماءِ انساب کے نام شامل ہونے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ دیگر نبیوں کی طرح آپ ﷺ کا نسب بھی اعلیٰ تھا ورنہ یہ حضرات ایمان نہ لاتے، کسی معمولی، مخدوش یا مجہول اہلِ نسب پر ایمان لانا تو دور کی بات ہے اسے وہ پاس بھی نہیں بٹھاتے تھے۔

---

(۱) سیرۃ ابن ھشام ۱/۲۲۷ طبقات ابن سعد بیروت ۱/۸۹ مصعب الزبیری، نسب قریش ۶۲، ۳۰، ۳۲۳۔ الجاحظ کتاب البیان والتبین، نسب کی اصولی بحث کیلئے اقتباس واستفادہ از: اصولِ سیرت نگاری ص ۲۸۶ تا ۲۹۰

Marfat.com

پانچ سو ماؤں کا زرّیں کردار:

سیدنا حضرت محمد کریم علیہ الصلوات والتسلیم کے ماں اور باپ کی طرف سے (پچھلی پشتوں میں) پانچ سو مائیں ہیں، مگران میں کہیں بھی کسی کے لیے زنا اور بدکاری ثابت نہیں ہے۔ (۱) حالانکہ ایسا ہوتا رہا کہ مرد وعورت زنا کر لیتے اور اس کے بعد اگر مرد چاہتا تو اسی عورت سے شادی کر لیتا (مگر آنحضرت ﷺ کا پورا سلسلہ نسب کھنگال لیا جائے تو حضرت آمنہؓ سے اوپر کی پشتوں تک آپ ﷺ کی جتنی مائیں بھی ہیں، کسی کے متعلق ایسی بات ثابت نہیں ہوتی جس سے معلوم ہو کہ ان کے کردار میں کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے پورے نسب کی حفاظت فرمائی اور اسے پاکیزہ اور صاف و شفاف رکھا۔ ان میں جاہلیت کی حرکتوں میں سے کوئی حرکت نظر نہیں آتی۔ (۲)

حضور ﷺ کے والدین مکرّمین ناجی ہیں

سیدنا حضرت محمد ﷺ کے والدِ گرامی قدر جناب عبد اللہ اور ان کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ مؤمن تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء اہلسنت نے متعدد تصنیفات مکمل دلائل کے ساتھ قلم بند کی ہیں۔ (۳)

---

(۱) الخصائص الکبری ۱/۶۵ (۲) السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۶۱

(۳) چھ رسالے تو صرف حضرت علامہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

(۱) مَسَالِكُ الحُنَفَاءِ فِي وَالِدَي المُصْطَفىٰ (ﷺ) (۲) الدَّرَجُ المُنِيْفَة فِي الآبَاءِ الشَّرِيْفَة (۳) المَقَالُ السَّنَدسِيه فی النِّسْبَۃِ المُصْطَفَوِيَّة (ﷺ) (۴) التعظِيمُ وَالمِنَّةِ فِي اَنَّ اَبَوَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي الجَنَّة

(۵) نشر العلمین فی احیاء الابوین الشریفین (۶) السبل الجلیۃ فی الآباء العلیہ۔ (۷) الفوائد الکامنۃ فی ایمان السیدۃ الامنۃ۔ یہ سب رسالے حیدر آباد دکن سے شائع ہوئے اور اب ان کو ترجمے و ضروری حاشیہ کے ساتھ مفتی محمد خان قادری صاحب نے مجموعہ رسائل کے نام سے جمع کر کے اپنے اشاعتی ادارے حجاز پبلشرز لاہور سے چھپوایا ہے۔

مفتی صاحب نے تین مزید رسالے بھی اس میں جمع فرما کر پاکستانی علماء اور سعودیہ کے ایک عالم کا نظریہ بھی تحریر کیا ہے۔

مولانا ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب (پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے ''تقدیس والدین مصطفی ﷺ'' کے نام سے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ایک کتاب کا ترجمہ کیا۔

Marfat.com

اس موضوع پر لکھی جانے والی پچاس سے زائد کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے ماں، باپ جنت میں جائیں گے۔ ملّا علی القاری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ان کے بغیر ایمان دنیا سے رخصت ہونے کے دلائل میں لکھا ہے، اس رسالے کا جواب سدادُ الدّین فی نجاۃِ والدین میں دے دیا گیا ہے اور دوسری بات یہ کہ ملا علی القاریؒ کا مذکورہ رسالہ استنبول سے چھپا ہے اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مُلّا علی القاریؒ نے اپنے اس موقف سے رجوع کر لیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں امت کے دیگر اہل علم کی تحقیقات کی تائید کرتا ہوں۔[1] ان کتابوں میں فقہ اکبر امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب بھی ہے کہ اس کتاب کی اصل عبارت حضور ﷺ کے والدین کے کفر پر دلالت نہیں کرتی بحر حال ،ہم نے اس کتاب میں یہ التزام کرنا ہے کہ جن مسائل پر طویل بحثیں ہو چکی ہیں ہم ان کا صرف ذکر کریں گے، تفصیل میں نہ جائیں گے اس لیے یہاں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے چھ رسائل کا خلاصہ لکھا جا رہا ہے جو دیگر پچاس رسالوں کا نچوڑ بھی ہے تا کہ قارئین سیدنا محمّد ﷺ کی عظمتِ شان کا مطالعہ کر کے اپنے دل میں ایمانی خوشی پائیں اور اہل السنّت کے اجماعی عقیدہ پر رہیں۔

حضور ﷺ کے والدین کا ایمان (خلاصۂ تالیفات):

والدینِ مصطفیٰ ﷺ پر اہل السنّت کی مذکورہ کتابوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آباء کرام کے متعلق علمائے اسلام کے چار مسلک ہیں:

(۱) اوّل یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ماں باپ (میرے والدین ان پر سے فدا ہوں) زمانۂ فترت میں دعوت سے پیشتر فوت ہو گئے اور بغیر تبلیغِ رسالت کے عذاب کرنا خدا کا قانون نہیں۔ اس مسلک کے قائل شیخ الاسلام شرف الدین منادی اور سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم ہیں، پھر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے نقل کیا کہ آنحضرت ﷺ کے آباء جو

---

(۱) دیکھئے: شرح الشفاء ج ۱ ص ۶۰۵، الامام علی القاری واثرہ ص ۱۱۰

Marfat.com

زمانۂ فترت میں فوت ہو گئے، قیامت کے دن ان کا امتحان ہوگا پس وہ ایمان لے آئیں گے۔

(۲) دوسرا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ماں باپ کا شرک کرنا ہرگز ثابت نہیں۔ وہ اپنے جدِّ اعلیٰ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔ جس طرح اولادِ حضرتِ اسماعیل علیہ السلام میں سے کئی ایک دیگر لوگ بھی قائم تھے۔ اس مسلک کے قائل امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان کے ساتھ بہت سی جماعت علماء کی ہے۔

(۳) تیسرا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کو خدائے تعالیٰ نے حضور ﷺ کی برکت سے زندہ کیا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر فوت ہو گئے۔ اس کے قائل بھی بڑے بڑے حُفّاظِ حدیث ہیں، مثلاً: ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور مُحبّ طبری اور علامہ ناصر الدین ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔

(۴) چوتھا مسلک وقف وسکوت ہے کہ ادب واحتیاط کے رو سے ہم اپنی زبانوں کو بند رکھیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ کے والدین کے حق میں خصوصاً اور دیگر کسی کے حق میں عموماً جس کی نسبت کا ہم کو علم نہیں کہ اس نے کفر یا شرک کیا، یہ کہنا کہ وہ کافر ہے یا مشرک ہے ذمّہ داری کا قول ہے اور سکوت میں ذمّہ داری نہیں ہے، اس مسلک کے متعلق امام سیوطی رحمہ اللہ نے بعض صالحین کے واقعات لکھے ہیں مثلاً یہ کہ:

۱- قاضی ابوبکر ابن عربی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین دوزخ میں ہیں، تو آپ نے جواب

Marfat.com

دیا: کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

''جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا اور اس کے رسول کو ان پر لعنت کی خدا نے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی''۔ (۱)

اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں اس سے زیادہ کون سی ایذا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو دوزخی کہا جائے۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مُحرر دفتر کے کام کے لیے لایا گیا جو خود تو مسلمان تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا۔ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز نے لانے والے شخص کو کہا کاش تو مہاجرین رضی اللہ عنہم کے بیٹوں میں سے کسی کو لاتا، اس محرر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے والد بھی تو کافر تھے، اس پر خلیفہ کو غضب آیا اور فرمایا: تو میرے سامنے کتابت کا کام کبھی نہیں کرے گا۔

خلیفہ عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز نے سلیمان بن سعد سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارا باپ فلاں فلاں مقام پر ہمارا عامل ہے اور وہ (ابھی تک) کافر ہے، اس نے جواب میں کہا کہ آنحضرت ﷺ کے والد بھی تو ایسے ہی تھے۔ اس پر خلیفہ عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سخت غضب ناک ہوئے، اور اس کو دفتر سے موقوف کر دیا۔

اس ادب کے مسلک پر بھی صالحینؒ کی ایک خاصی جماعت ہے۔ (۲)

فوز وفلاح، خیر وسعادت کی ایک ہی علامت:

آپ ﷺ آئے تو قضا وقدر پکار اٹھی: ان کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی ''آمنہ'' (امن والی) ہے، جس سے یہ نیک فال لی گئی ہے کہ ان کی گود جس عظیم ہستی سے منور ہوئی، وہ بھی امن وسلامتی کے پیام بر ہوں گے۔ (۳)

آپ ﷺ کی دایہ کا نام 'شِفاء رضی اللہ عنہا'' ہے، جس کے معنیٰ صحت وتندرستی کے ہیں۔ سمجھا

---

(۱) احزاب آیت: ۵۸ (۲) ایمان والدی مصطفیٰ ﷺ ص ۱۳۹ بحوالہ الدرج المنیفہ ص ۱۷، ۱۸

(۳) اَلسیرۃ الحلبیۃ: ۱/۹۶

Marfat.com

گیا کہ مولودِ مبارک روحانی وجسمانی بیماریوں سے شفاء کاملہ کا ذریعہ ہوں گے۔ (۱)

آپ ﷺ کی آیا کے نام میں برکت ونماء آرہا ہے یعنی اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا، جس کے معنیٰ زیادتی، وبڑھوتری اور بلندی ہیں۔ (۲)

آپ ﷺ کو پہلی دودھ پلانے والی عورت ''ثُویبہ'' کے نام میں ثواب کا لفظ ہے دوسری مُرضِعہ کے نام ''حَلِیْمَة سَعدِیَة'' میں حلم، بردباری اور شرافت ہے اور ان کا لقب سَعدیہ سعادت ونیک بختی کی علامت ہے۔ (۳)

اچھے ناموں سے اچھی فال نکالنا بھی خود ان ہی ھادیِ عالم ﷺ کی سُنّت ہے جن کا دل نشین ذکرِ خیر ہم کرنے چلے ہیں اور آٹھواں باب تو ان ہی افکار سے منور ہے، جو سیدنا محمّد کریم علیہ السلام کی جبین اقدس کو دیکھ کر یا آپ ﷺ کا اسمِ گرامی سن کر سنجیدہ دلوں میں پیدا ہوگئے تھے کہ بس اب بہار آنے والی ہے، اس لیے ان کی والدہ اور مُرضِعات کے اسماءِ گرامی سے جو خوش خیال امیدیں وابستہ کی گئیں وہ بھی بالکل درست نکلیں، کہ حضرت آمنہؓ کے دُرِ یتیم نے امنِ عالم کی راہیں ہموار فرمادیں۔ حضرت شِفاء رضی اللہ عنہا کی گود میں آرام کرنے والے محمد ﷺ نے روحانی وجسمانی امراض سے انسانیت کو بچانے کا پیغام دیا۔ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو اُمّی کہنے والے نے انسانی ترقی کا راستہ دکھایا اور لوگوں نے دیکھا کہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے حَلِیمُ الطَّبع رضائی بیٹے نے برداشت کا سبق دیا۔ نہیں نہیں صرف پیغام اور وعظ نہیں، بلکہ انسانیت کو ان راہوں پہ ڈال دیا، جو سیدھی وہاں پہنچتی ہیں، جہاں نبیوں، شہیدوں اور صالح انسانوں کی روحیں اس کے استقبال کے لیے موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ اور اِبنُ الذَّبِیحَین (دو ذبیحوں کے بیٹے)

حضرت محمد ﷺ کے والد کا پیدا ہونا اس سلسلے کی آخری کڑی تھی جو حضرت آدم علیہ السلام

---

(۱) شرح الزرقانی: ۱/ ۲۵۷

(۲) سُبُل الہدیٰ: ۱/ ۲۵۷ (۳) الزرقانی: ۱/ ۲۵۷

Marfat.com

سے ایک نور کی شکل میں آ رہی تھی۔

حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ (حضور ﷺ کے والد) شکل و صورت، اخلاق و کردار میں ان کے دس بیٹوں میں سب سے اعلیٰ تھے اور نورِ محمدی ان کے چہرہ سے ہویدا ہوتا تھا، قریش میں اپنے زمانے کے سب سے خوبرو حضرت عبداللہ ہی تھے۔ (۱)

اب حضور ﷺ کی پیدائش میں زیادہ عرصہ نہیں رہ گیا تھا، اس لیے زمزم کی تیاری کا اہتمام شروع ہوا تاکہ آپ ﷺ کی اُمت اس سے سیراب ہو۔

جب حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو کعبۃُ اللہ کے انتظامات کی ذمہ داری اور مکہ مکرّمہ کی سرداری ملی تو انہوں نے اپنی اوّلین خدمات کا اعلان کرتے ہوئے آبِ زم زم کے کنویں کو کھولنے کا ارادہ ظاہر کیا جو بنو جرھم کے بادشاہ نے اس لیے مٹی ڈال کر بند کر دیا تھا کہ لوگوں نے کعبہ کی ناقدری شروع کر دی تھی۔ اپنی قوم سے ناراض یہ بادشاہ جاتے جاتے کعبہ کا خزانہ (سونے کے دو ہرن اور تلواریں) بھی اس میں دفن کرتا گیا۔ (۲)

نوجوان حضرت عبدالمطلب نے جب کنویں کی صفائی کا ارادہ کیا تو اس کا ساتھ اس کام میں کسی نے نہ دیا اس نے اپنے اکلوتے بیٹے (حارث یا حرث) کے ساتھ مل کر یہ خزانہ بھی نکالا اور زم زم کو صاف کر دیا۔ اب اس بے آب سرزمین کے باسی میٹھا، ٹھنڈا اور متبرک پانی پی کر عبدالمطلب کو دُعائیں دینے لگے، لیکن کسی بداندیش نے انہیں طعنہ دیا کہ تم کم نصیب ہو، تمہارا ایک ہی بیٹا ہے تمہارے بعد بیت اللہ و زمزم کے انتظامات کون کرے گا؟ یہ سن کر حضور ﷺ کے دادا نے منت مانی کہ اللہ اس کو دس بیٹے دے تو وہ ان میں سے ایک اللہ کے نام قربان کر دے گا۔ اللہ نے دس بیٹے دے دیے جو جوان ہوئے اور ان کے دست و بازو بنے، وقت آ گیا کہ وہ نذر پوری کریں۔

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ ۱/ ۴۸، حدائق الانوار: ۱/ ۲۷

(۲) تاریخ الخمیس ۱/ ۱۸۱

Marfat.com

اس مقصد کے لیے کے لیے دس بیٹوں میں قرعہ اندازی کی، نام (حضور ﷺ کے والد حضرت) عبداللہ کا نکلا اور قول کا سچا، کردار کا پکا عبدالمطلب اپنے بیٹے اور چھری کو لے کر صفا و مروہ کی طرف یا بروایت منیٰ کی جانب نکلا جہاں وہ قربانیاں کرتے تھے (۱) لیکن عبداللہ کی بہنیں اور دیگر قریش رو رو کر یہ التجائیں کرنے لگے: اس معصوم صورت کو ذبح کر کے ہم سے جدا نہ کرو، اس کی جگہ دس اونٹ ذبح کرلو!'' حضرت عبدالمطلب نے مجبور ہو کر دس اونٹوں اور حضرت عبداللہ کے درمیان قرعہ اندازی کی، لیکن نام عبداللہ کا نکلا، سمجھ لیا گیا کہ اللہ اسی پہ راضی ہیں کہ عبداللہ ہی کو ذبح کیا جائے۔ اونٹوں کی قربانی ان کی جگہ قبول نہ کی جائے گی۔ یہ وہی عبداللہ ہیں جن کی پیٹھ میں نورِ محمدی ﷺ منتقل ہو چکا تھا، ان ہی کو حضور کے والد گرامی (حضرت عبداللہ) کہا جائے گا، عبدالمطلب نے پھر چھری پکڑی اور عبداللہ کو ذبح کرنا چاہا لیکن مکہ والے آڑے آئے اس لیے پھر بیس اونٹوں اور عبداللہ کے درمیان یہی عمل کیا۔ نام پھر عبدالمطلب کے لاڈلے، نیک اور خوبصورت ترین بیٹے کا ہی نکلا۔ اسی طرح دس دس کا اضافہ کرتے کرتے ایک سو اونٹوں تک جب معاملہ گیا تو نام اونٹوں کا نکلا اور انہیں ذبح کر کے نذر پوری کرنے کے لیے اُونٹوں کو صفا اور مروہ کے درمیان راہِ خدا میں قربان کیا جا رہا تھا اور حضور ﷺ کے والد عبداللہ کو اس کی بہنیں اُٹھا کر گھر لے جا رہی تھیں۔ (۲)

اس کے بعد عبداللہ کو بھی الـذَّبِیْـح کہا جانے لگا جس طرح ان کے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کوئی سو سال پہلے اسی سرزمین میں ''ذبیح اللہ'' لقب ملا تھا۔ (۳)

اسی واقعہ کی بنا پر ہمارے نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

أَنَا ابْنُ الذَّبِيْحَيْن (۴) ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں''

اس واقعہ اور لقب اِبْنُ الذَّبِيْحَيْن کو حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت میں شمار کیا جاتا

---

(۱) دلائل النبوۃ ۱/۹۹ (۲) الروض الانف: ۲/۸۴

(۳) اخبار مکہ لازرقی ۲/۴۶ میں ہے کہ ہر قرعہ کے بعد واپس مکہ آتے تھے اس سے یہ اُمید رکھی جا سکتی ہے کہ منی کی طرف ہی ذبح کے لیے تشریف لے گئے تھے

(۴) المواہب اللدنیہ: ۱/۶۷

Marfat.com

ہے۔ (۱)

فائدہ: صالحین کے خوابوں کی طرح حضرت عبدالمطلب کے اس سپنے میں بھی اللہ نے یہ حقیقت چھپا رکھی کہ زمزم کا نکلنا نیکی، پاکی اور ایمان کی علامت ہے۔ (۲)

حضور ﷺ کا نور ابھی باپ کی پشت میں تھا، اس کے آنے کے استقبال میں زمزم کی کھدائی تکوینی اعلان تھا کہ اب یہاں روحانی و جسمانی پاکی حاصل کرنے والے لوگ آیا کریں گے، نیک انسانوں کی آمد قریب ہے اور ایمان کی روشنی کے ظہور اور پھیلنے کا وقت آ گیا ہے۔ (۳)

اِبْنُ الْعَوَاتِكْ (عاتکاؤں کے بیٹے):

حضرت نبی محترم ﷺ جب کبھی ضرورت پڑتی تو اپنے نسب پر تشکّر آمیز فخر فرمایا کرتے تھے، غزوۂ حنین میں جب اچانک حملے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان میں منتشر ہو گئے تو حضور ﷺ ان کو جمع کرنے کے لیے آگے بڑھے، اپنی تلوار فضا میں لہرائی اور بلند آواز سے فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''میں نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

اسی طرح بعض مواقع پر آپ ﷺ نے یہ جملہ بھی بڑھایا:

اَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكْ وَالْفَوَاطِمْ

''میں عاتکاؤں اور فاطماؤں کا بیٹا ہوں۔'' (۴)

اس لقب کی دو وجہ ہیں:

---

(۱) الخصائص الکبریٰ: ۱/۷۷　(۲) سبل الہدیٰ: ۳/۱۴۵　(۳) الروض الانف ۲/۶۷

(۴) سبل الہدیٰ والرشاد ۲/۳۲۳، مستعذب الاخبار: ۱/۱۹۹، سنن سعید بن منصور: ۲/۳۶۱

Marfat.com

① فاطمہ اور عاتکہ نامی خواتین سیّد دو عالم ﷺ کی دادیاں تھیں جن کے پاکیزہ اخلاق، عفیفانہ زندگی اور پروقار مجاہدانہ کردار کی وجہ سے حضور ﷺ فخر فرمایا کرتے تھے کہ الحمدُ لِلّٰہ میں ان کا بیٹا ہوں، میرے خون میں ان ہستیوں کا رنگ شامل ہے۔

② دوسری وجہ اس لقب کی یہ لکھی ہے: تین خواتین جن کے نام عاتکہ تھے، انہوں نے ایام رضاعت میں نبی محترم ﷺ کو دودھ پلانا چاہا تو ان کو اللہ نے دودھ سے نوازا باوجودیکہ وہ ابھی اسی طرح بے نکاحی تھیں جس طرح حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا (ابولہب کی باندی) غیر شادی شدہ تھیں اس کے باوجود اس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔ (۱)

ملاحظہ: معلوم ہو گیا کہ ابن الذبیحین اور ابن العواتک حضور ﷺ کے لقب ہیں۔ یہ جملہ معترضہ تھا، بات چل رہی تھی زمزم کی تیاری کے پس منظر میں حضور ﷺ کے والد عبداللہ کی پیدائش کے لیے جو دعا کی، اس کے ظاہری اسباب کا بقیہ یہ ہے:

زمزم کی تیاری اور کعبہ کی آرائش:

زمزم کی تیاری پر اہلِ حرم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ قریش نے اس کی برآمدگی پر تو حضرت عبدالمطلب کی مدد نہ کی مگر جب کنویں سے سونے کی دو ہرنیاں، تلواریں اور دیگر مدفون خزانہ ملا تو اپنا حصہ لینے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے سب کو جمع کیا اور قرعہ اندازی کی، تو سب نے وہ سونا حضرت عبدالمطلب کو دے دیا اس لیے کہ قرعہ ان کے نام نکل آیا تھا، حضرت عبدالمطلب نے اس کو تزیینِ کعبہ میں صرف فرما دیا۔ (۲)

زمزم کے بعد کعبۃ اللہ کی آرائش ایک بڑی خبر کا پیش خیمہ تھا کہ جس امام نے اس مسجد کو آباد کرنا ہے اس کی آمد سے پہلے بیت اللہ کو سجایا جائے اور زمزم کا انتظام کیا جائے جس سے مخلوقِ خدا کو روحانی و جسمانی فائدہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سب سے پہلے کعبہ کی آرائش اور اس میں روشنی عبدالمطلب نے کی۔ (۳)

---

(۱) زرقانی:۱/۲۵۹، الروض الانف:۱/۲۶۴، شفا:۱/۲۹، سبل الہدیٰ:۱/۸۸

(۲) السیرۃ الحلبیہ:۱/۵۲ (۳) تاریخ الخمیس:۱/۸۱

Marfat.com

عبدالمطلب وعبداللہ یثرب (مدینہ) کی طرف:

ان دو کاموں کے بعد ان کو حضرت عبداللہ کے نکاح کی فکر ہوئی۔ اب ان کا بیٹا عبداللہ جوان ہو چلا تھا، اس دوران حضرت عبدالمطلب کی ملاقات سفرِ یمن میں ایک ایسے شخص سے ہوئی جو کتبِ ساویہ کا جید عالم تھا، اس نے کہا: تم کون ہو؟

عبدالمطلب: قریش۔ کہا: کون سے قریش؟ عبدالمطلب: ''بنو ہاشم''۔ کہنے لگا: تم اپنے نتھنے دکھا سکتے ہو؟ جواب دیا: کیوں نہیں۔ عالم نے دیکھ کر کہا: تم اگر یثرب کے قبیلہ بنو زھرہ کے اندر شادی کرلو تو تمہیں بادشاہت اور نبوت دونوں مل جائیں گی۔'' (اس خاندان سے حضرت عبدالمطلب کے اچھے تعلقات تھے) جب وہ مکہ میں آئے تو وہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ اور اپنی دوسری شادی اسی خاندان میں کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔[۱] چنانچہ انہوں نے سوچ بچار کے بعد اپنے سب سے لاڈلے بیٹے (حضرت عبداللہ) کو یثرب (مدینہ) میں لے جانے اور نکاح کا فیصلہ کرلیا۔

والدِ مصطفیٰ ﷺ، نورِ نبوت، پاک دامنی اور اسلامی حیا:

حضور ﷺ کے دادا ان کے والد عبداللہ کو نکاح کے لیے مکہ سے مدینہ لے کر چلے۔ حضرت محمد ﷺ کے والد (عبداللہ) کے چہرے پہ نورِ نبوّت ایسے چمکتا تھا جس طرح روشن ستارہ ضوفشاں ہوتا ہے، وہ انتہائی حسین، شریف النفس، عفیف و پاک دامن تھے۔ وہ صرف قریش کے نہیں عالمِ عرب کے مہ جبیں تھے۔[۲]

بھلا جس چہرے پہ حضرت محمد ﷺ کے نور کی جھلک ہو اس کا کوئی ہم پلہ ہو تو کیسے؟ جناب عبدالمطلب نے یثرب (مدینہ) کی نیک سیرت لڑکی حضرت آمنہ سے اپنے بیٹے کی شادی کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ مکہ کی دیگر بہت سی لڑکیوں کے ساتھ ایک عفیفہ

---

(۱) الخصائص الکبریٰ:۱/ ۶۸، سبل الہدیٰ:۳/ ۲۵، السیرۃ الحلبیہ:۱/ ۶۵

(۲) السیرۃ الحلبیہ:۲/ ۶۷

Marfat.com

عالمہ فاضلہ خاتون فاطمہ بنتِ مرہ بھی ان سے تعلق کی خواہاں ہوئی، حضرت عبداللہ نے جواب دیا: حرام کاری سے تو مر جانا اچھا ہے، شریف آدمی اپنے دین اور آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔ فاطمہ نے جب یہ صاف جواب سنا تو کہنے لگی: عبداللہ! میں بدنیت نہیں مجھے آپ کے چہرے پہ نورِ نبوت جھلکتا محسوس ہو رہا ہے۔ بعض نے اس کا نام لیلہ عدویہ لکھا ہے۔ (۱)

حضرت عبداللہ کا نکاح:

عبداللہ دینِ ابراہیمی (علیہ السلام) کے پابند اور اسلامی اقدار کا نمونہ تھے۔ ان کی کوکھ میں حضرت محمد ﷺ کا نور تھا، ان سے اس عورت نے یہ نور لینا چاہا تھا، جو کتبِ سابقہ کی عالمہ تھی، لیکن وھب کی بیٹی آمنہ کی قسمت وہ کیسے چھین سکتی؟ ادھر ان کے والد عبدالمطلب بھی موحد و ابراہیمی تھے۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے: میں پاک مردوں کے صلب سے پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔ (۲)

اب دیکھنا ہے کہ یہ دو پاک سلسلے منجانب اللہ کیسے جمع ہو گئے کہ آنے والے نبی کے والد بھی پاک اور والدہ بھی پاک۔ بنو زہرہ کے سردار کی بیٹی مکہ کے سردار و مجاورِ حرم کے پوتے کے عقد میں آئی تو کیسے؟

اس سوال کا جواب ہمیں کتبِ سماویہ کی ان بشارتوں سے ملتا ہے جو یمن میں رہنے والے اس عالم نے حضرت عبدالمطلب کو سنائیں تھیں جو زبور کی تلاوت کر رہا تھا، اس نے جب حضور ﷺ کے دادا کو دیکھا تو کہا: ''میں نے تمہارے اندر ایسی جسمانی علامات دیکھی ہیں جن میں مجھے نبوت کا نور اور سلطنت نظر آ رہی ہے، تم زہرہ قبیلہ میں رشتہ داری کر لو تا کہ دو ''عبدِ منافوں'' کی نسبتیں جمع ہو جائیں۔'' (۳)

---

(۱) الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۷۷، سیرۃ ابن کثیر: ۱/ ۱۷۶، تاریخ الخمیس: ۱/ ۱۸۴، عیون الاثر: ۱/ ۲۹

(۲) المواھب اللدنیہ: ۱/ ۱۰۵، شرح الزرقانی: ۱/ ۳۲۷، تاریخ الخمیس: ۱/ ۵۶، بہجۃ المحافل: ۱/ ۴۴، سبل الہدیٰ: ۱/ ۲۵۶

(۳) الروض الانف: ۲/ ۸۸، السیرۃ الحلبیہ: ۱/ ۶۶

Marfat.com

ملاحظہ: یعنی ایک عبد مناف بن قصی کا خاندان یعنی خود عبدالمطلب کا گھرانہ کیونکہ یہ عبد مناف بن قصی کے پوتے ہیں اور دوسرے عبد مناف بن زہرہ کا خاندان یعنی سیّدہ آمنہ کا خانوادہ۔

الحمدللہ علم قدیم کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کے مطابق ایک مکی گھرانہ دوسرا مدینہ کا خاندان (جناب عبداللہ و آمنہ کی) شادی کی شکل میں جمع ہو گئے جہاں سے نجیب الطرفین سیدنا حضرت محمدؐ رسول اللہ ﷺ کا نام نامی ظاہر کیا گیا۔

داغِ یتیمی یا علامتِ نبوت:

آسمانی کتابوں میں سیدِ دو عالم ﷺ کی ایک یہ شان لکھی تھی کہ آپ ﷺ یتیم پیدا ہوں گے، اس لیے عام انسانوں کے لیے بے پدری محرومی اور داغ ہے لیکن حضور ﷺ کے لیے نبوت کی علامت قرار دی گئی۔ شادی کو ابھی بہت زیادہ دن نہیں گزرے تھے، تاجروں کی ایک جماعت شام جانے کے لیے تیار ہوئی تو حضرت عبدالمطلب کے جواں سال بیٹے حضرت عبداللہ بھی ساتھ ہو لیے، شام سے واپسی بصریٰ، وادی سر، دومۃ الجندل، تیماء اور خیبر کے راستے سے مدینہ تک ہوئی۔ یہاں عبداللہ بیمار ہوئے اور مدینہ میں ٹھہرے یہ انکا ننھیال بھی تھا اس لیے کہ ان کے والد عبدالمطلب نے ایک شادی مدینہ میں کی تھی اور سسرال بھی تھا۔ ان کے ساتھیوں نے انہیں وہاں چھوڑا، مکہ پہنچے اور عبدالمطلب کو خبر دی کہ عبداللہ آ ہی جائیں گے، ذرا طبیعت خراب ہے، لیکن والد نے عبداللہ کو قافلے میں نہ پایا تو پریشان ہو گئے اور فوراً حارث (بڑے بیٹے) کو بھیجا کہ جاؤ بھائی کی خبر گیری کرو اور ابھی جاؤ! حضرت آمنہ کو عبداللہ کے نہ آنے کا غم ہوا اور پھر حارث کے مدینہ جانے کی وجہ سے اُمید بھی ہوئی کہ اب وہ جلد ہی آ جائیں گے لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ عبداللہ حارث کو نہیں ملیں گے، وہ ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے اپنے رب سے جا ملے اور اب وہ نابغہ کے مکان میں ہمیشہ کی نیند سو رہے ہیں۔ (۱)

---

(۱) تاریخ الخمیس ۱/۱۸۷

Marfat.com

''دارالنابغہ'' جہاں ابوالرسول آرام فرما ہوئے وہ جگہ مسجد الاجابہ اور مسجد نبوی ﷺ کے درمیان ہے یہیں بنونجار آباد تھے۔[1] ۱۹۸۰ء میں مسجد نبویؐ کی توسیع میں یہ مکان کھودا گیا، اس میں بعض صحابہؓ کی قبروں کے ساتھ حضرت عبداللہ کی قبر کو بھی کھودا گیا، صحابہ کی طرح ان کا جسد بھی محفوظ تھا۔[2]

عبداللہ کی وفات کی خبر:

حضرت آمنہ اپنے جسم میں ایک نور کو محسوس کر رہی تھیں، ایک ایسا ''راز'' کہ اسے اپنے شوہر نامدار کے علاوہ کسی کو بتا بھی نہ سکتی تھیں اس ''اُمید'' نے حضرت عبداللہ کے انتظار کو شدید تر کر دیا اور جب حارث اپنے بھائی عبداللہ کی موت کی خبر لائے تو پوری وادی امّ القریٰ سوگوار ہوگئی، دوسروں کو سہارا دینے والا سردار مکہ (عبدالمطلب) آج اپنے آپ کو بے سہارا سا محسوس کر رہا تھا۔ آمنہ بیوہ اور حضرت محمد ﷺ یتیم ہو چکے تھے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یہ واقعہ عبداللہ کے بھائیوں (حضور ﷺ کے چچاؤں) ان کی بہنوں (حضور ﷺ کی پھوپھیوں) پر شدید اثر انداز ہوا، اللہ کے رسول ﷺ اس وقت بطنِ مادر میں تھے۔[3]

حضرت آمنہ کو بھی پتہ چلا تو ان کو بھی صدمے نے آ لیا۔ ان کے صحن میں ایک عالمی خوشی کا سورج طلوع ہونے والا تھا، جس کے تصور سے آمنہ کا دل باغ باغ ہوتا اور عبداللہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ بجھ بھی جاتا، ان کے دل کی دنیا ویران اور سہاگ اُجڑ چکا تھا عبداللہ سے اللہ نے جو کام لینا تھا وہ کر گئے، اب یہ امانت آمنہ کے پاس تھی۔ یہ بھی اپنی ذمہ داری پوری کریں گی اور دارالسلام میں اپنے محبوب شوہر سے جا ملیں گی۔ نام رہے گا تو صرف اللہ کا یا ان کے بیٹے محمد ﷺ کا۔

شوہر کی وفات پر حضرت آمنہ کے اشعار:

ایسی سوگوار فضاؤں میں عربوں کا غم اشعار میں ڈھل جاتا تھا۔ حضرت آمنہ بھی

---

(۱) وفاء الوفاء: ۱/ ۱۶۹، الخصائص الکبریٰ: ۱/ ۱۳۴ (۲) اثار التمیل ۲/ ۱۸۹

(۳) سیرۃ ابن کثیر: ۱/ ۲۰۴

Marfat.com

طبعاً فصیحہ اور مدینے کے متمول و ذی شعور خاندان کی چشم و چراغ تھیں، انہوں نے شوہر کی وفات کی خبر سنی تو نہایت دردانگیز مرثیے میں ان کا غم ڈھل کر سامنے آیا، ترجمہ یہ ہے:

- بطحا کی آغوش ہاشم کے صاحبزادے (حضرت عبداللہ) سے خالی ہوگئی۔
- وہ بانگ وخروش کے درمیان ایک لحد میں آسودۂ خاک ہوگیا۔
- اسے موت نے صرف ایک بار پکارا اور اس نے لبیک کہہ دیا۔
- اب ابنِ ہاشم جیسا کوئی شخص موت نے (زمین پہ) نہ چھوڑا۔
- کتنی حسرت ناک تھی وہ شام جب لوگ انہیں تخت پر اُٹھائے (قبر کی طرف) لے جارہے تھے۔
- موت نے ان کو ختم کردیا (کردار ان کا باقی ہے) وہ دانا اور رحم دل انسان تھے۔[۱]

۲۰ یا بروایت ۲۸ سال کی عمر میں حضور ﷺ کے والد گرامی قدر نے وفات پائی۔ معمولی ترکہ چھوڑا، نہ آمنہ نے ان کے علاوہ کسی سے نکاح کیا اور نہ عبداللہ نے آمنہ کے علاوہ کسی سے نکاح کیا اور نہ ہی حضور ﷺ کے علاوہ ان کی کوئی اولاد تھی۔[۲]

اصحابِ فیل اور نوشتۂ دیوار:

ادھر مکہ میں حضرت آمنہ اُمید سے ہیں کہ ان کے گھر میں مُتولی کعبہ پیدا ہوں گے اور دوسری طرف ملک یمن کے بادشاہ ابرہہ اشرم نے یہ پروگرام بنالیا کہ بیت اللہ کے مقابلے میں صنعاء شہر کے قریب مقامِ غمدان کے نزدیک قلیس نامی خوبصورت گرجا

---

(۱) الطبقات الکبریٰ: ۱/۸۰، المواہبُ اللدنیہ: ۱/۷۵، شرح الزرقانی: ۱/۲۰۶، تاریخ الخمیس: ۱/۸۰، سبل الہدیٰ: ۱/۳۳۲

(۲) عیون الاثر: ۱/۳۳

Marfat.com

تعمیر کیا تا کہ لوگ مکہ نہ جائیں اور حج یہاں کریں۔ لوگوں نے اسے تسلیم نہ کیا تو اس نے یہ تیاری بھی کر لی کہ اللہ کے گھر کو اس لیے مسمار کر دے کہ اس کا اپنا بنایا ہوا کعبہ تسلیم کیا جائے۔ وہ صنعاء سے براستہ خثعم طائف پہنچا، اس کے ساتھ ساٹھ ہزار فوجی تھے اور تیرہ اصحابِ فیل (ہاتھیوں کی فوج) انھوں نے حرم مکی پر درمیان محرم میں حملہ آوری کا مکمل اہتمام تو کر لیا، لیکن وہ یہ نہ جانتے تھے کعبہ کا حقیقی متولی اس گھر کے قریب بطنِ مادر میں سانسیں لے رہا ہے۔ اس کی موجودگی میں کوئی اسے فتح نہ کر سکے گا، مکہ سے تین کوس دور ''المغمس'' مقام پر اس نے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا، اس وقت تک بھی وہ نہ سمجھ سکا کہ وہ ناکام ہو سکتا ہے۔ صدیوں پہلے اس عبادت خانے کو اس نیک روح (حضرت محمد ﷺ) کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بنایا تھا اور اس کی تکمیل کے بعد دونوں پیغمبروں نے مل کر یہ دعا کی تھی: ''اے ہمارے پروردگار! (یہاں کے مکینوں میں سے) ہی ایک رسول بھیج (تا کہ یہ لوگ اس رسول ﷺ کی بات سمجھ بھی سکیں اور وہ رسول ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے، ان کے اخلاق سنوارے، ان کو کتاب کی تعلیم دے اور حکمت کی باتیں بتائے۔''(۱)

کوئی چشم بصیرت والا ابرہہ کے لشکر میں ہوتا تو ان کو یہ سمجھاتا: اے ابرہہ! اس گھر کے متولی ابھی صرف پچاس دن کے بعد آنے والے ہیں، تم آنے والے مہمان کا گھر کیوں گرا رہے ہو؟ آسمانی کتابیں گویا ہیں کہ وہ آ چکے ہیں، اب ان کے استقبال کے لیے اس گھر کو باقی رکھا جائے گا اور کوئی بھی اس کو گرانے میں کامیاب نہیں ہوگا، حضرت محمد ﷺ آنے والے ہیں، ان کی جوتیوں میں بیٹھنے والے اس درجے کو پہنچ جائیں گے کہ کعبہ کی تعلیمات سے ٹکرانے والے، جب یہ معلوم کر لیں گے کہ مدمقابل لشکر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس نے حضرت محمد ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو وہ ہتھیار ڈال دیں گے اور مقابلے سے دست بردار ہو کر اپنا ملک ان کے حوالے کر دیں گے۔(۲)

---

(۱) البقرہ:۱۲۹　(۲) صحیح بخاری:۳۶۴۹

Marfat.com

آج تو وہ خود موجود ہیں تمہارا یہ ناتواں لشکر اس کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا، کاش ابرہہ یہ نوشتہ دیوار پڑھ لیتا تو کبھی ایسی حرکت نہ کرتا۔ ابرہہ کے برخلاف حقیقت حال کو (جو اہلِ کتاب یہ راز جانتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ متولی کعبہ آنے والے ہیں) انہوں نے مقابلے کی حرکت نہ کی۔ بلکہ آنے والے مہمان کے بزرگوں کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کو ان شریروں سے بچا کر رکھیں جن کی عادت نبیوں کو قتل کرنے کی ہے۔ (۱)

بیت اللہ کا انتظار:

ابرہہ کی تباہی کے لیے ابابیلوں کی آمد حضور ﷺ کی نبوت کی علامت ہے۔ آپ ﷺ کی دنیا میں جلوہ افروزی سے پہلے یہ واقعہ ظاہر کر کے دنیا کو پیغام دیا گیا کہ حضرت محمد ﷺ کی مدد کے لیے اللہ کی کمزور مخلوق سے بھی کام لیا جائے گا۔ چنانچہ جب کعبہ کا دشمن ابرہہ ہاتھیوں کی فوج ظفر موج لے کر مکہ میں بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے آیا، اس وقت نبی رحمت ﷺ اپنی والدہ محترمہ کے بطن منور میں تشریف فرما تھے۔ اس واقعہ کے صرف پچاس دن بعد آپ ﷺ دنیا میں تشریف لے آئے۔ (۲)

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دراصل اس لشکر کی پسپائی حضور ﷺ کی نبوت کی ایک علامت ہے۔،،(۳)

اب اس گھر سے متعلق شہر (مکہ) کو وہی فتح کر سکیں گے جن کے لیے اسے تعمیر کیا گیا ہے، وہ نبی جن کی آوازِ دلربا کو سننے کے لیے اس کی ایک ایک اینٹ ترس رہی ہے اور مکہ کی وادی مجسمۂ انتظار ہے، ان کی آمد سے پہلے اسے کوئی دشمن نقصان پہنچائے تو کیوں پہنچائے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ حضور ﷺ ایک دن فرما رہے تھے: اللہ نے ابرہہ کے اس لشکر کو جو ہاتھیوں کے ساتھ کعبۃ اللہ پر حملہ آور ہوا تھا اس کے ہاتھیوں سمیت تباہ و برباد کر دیا اور مجھے (فتح مکہ والے دن) اس گھر کو فتح کرنے کی اجازت

---

(۱) دلائل النبوۃ: ۲/۲۸ (۲) الطبقات الکبریٰ: ۱/۸۰ (۳) السیرۃ النبویۃ: ۱/۵۶

Marfat.com

دے دی۔ سن لو! نہ مجھ سے پہلے کسی کو یہ اجازت تھی کہ اہل حرم پر حملہ آور ہو اور نہ میرے بعد کسی کو اجازت ہوگی۔ (۱)

اس گھر کے تا قیامت متولّی حضرت محمد ﷺ ہی تھے، اسی لیے جب آپ ﷺ ابھی نوعمر تھے اور بیت اللہ کی دیواروں کو صدمہ پہنچا تو حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ (۲) اور جب حضور جوان ہوئے تو ابو طالب کے یہ سارے کام جو تعمیر و حفاظتِ کعبہ اور خدمتِ حجاج سے متعلق تھے، ان تمام قومی و ملی امور کی نگرانی بھی حضور ﷺ ہی فرماتے تھے اور ظہورِ اسلام کے بعد کچھ دنوں کے لیے آپ ﷺ کو بیت اللہ سے روک دیا گیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جرأتِ ایمانی نے اہلِ اسلام کے لیے اس کے دروازے کھلوا دیے۔ (۳)

ایک دن کعبہ کے کلید بردار نے آپ ﷺ کو اس گھر میں جانے سے روکا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے طلحہ! اس گھر کی کنجی بہت جلد میرے ہاتھ میں ہوگی میں جسے چاہوں گا، دوں گا۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ (۴)

اور اب تا قیامِ حشر حضور ﷺ کے غلاموں کو ہی یہاں عبادت و حفاظت اور خاکروبی کا حق ہے اور بس، بیت اللہ کو روزِ اوّل سے حضور ﷺ کے نام کی اذان کا انتظار تھا۔

کعبہ کی حفاظت حضور ﷺ کا معجزہ:

خدا کا یہ نظام بھی کس قدر معنی خیز اور فکر انگیز ہے کہ ابرہہ ایک ملک کا طاقت ور ترین بادشاہ لیکن کعبہ پر قبضہ و تخریب نہ کر سکا، اور اللہ کے جس محبوب بندے نے اس پر اسلام کا پرچم بلند کرنا تھا، وہ پیدا ہوئے تو ان کے والدِ گرامی صرف چند چیزیں وراثت

---

(۱) تاریخ الخمیس: ۱/۱۹۲
(۲) اخبار مکہ لازرقی ۱/۱۵۷
(۳) سبل الہدیٰ: ۲/۳۱۹، تاریخ الخمیس: ۱/۲۹۳
(۴) الخصائص الکبریٰ: ۱/۴۴۲

Marfat.com

میں چھوڑ گئے۔ایک باندی اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا، پانچ اونٹ اور چند بکریاں تھیں ان کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ (۱)

اس کے باوجود اصحابِ فیل کی تباہی، ناکامی اور عبرت ناک انجام کا یہ قرآنی و تاریخی واقعہ جہاں اللہ کی قدرتِ قاہرہ کی کھلی علامت ہے، وہاں وہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے اِن معجزات (ارہاصات) میں سے ایک ہے جو اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہوئے، ان دنوں میں حضور ﷺ کا والدہ کے بطنِ منور میں ہونا ہی اللہ کے دشمنوں کی ہلاکت کا ذریعہ بنا۔ (۲)

ملاحظہ: پہلا باب اپنے اختتام کو پہنچا۔حضرت امام الانبیاء علیہ السلام کی آمد سے پہلے آپ ﷺ کے نسب، علاقہ اور آپ ﷺ کی قوم میں جو خاصیات رکھی گئیں۔وہ دراصل آنے والے مہمان کے استقبالی انتظامات تھے جو ایک منظّم طریقے سے چلائے جا رہے تھے۔ اگلا باب ہے ان مبارک ایام کے ایمان افروز واقعات کا جن میں حضرت محمد کریم ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔

---

(۱) تاریخ الخمیس: ۱/ ۱۸۷

(۲) سبل الہدیٰ: ۱/ ۲۱۴، تاریخ الخمیس: ۱/ ۱۶۷

Marfat.com

باب:۲

طُلُوعِ نجم وضوفشانی

(حضرت آمنہ وعبداللہ کے ذِکرِ خیر کے ساتھ)

اِن تاریخی دنوں کا ذکر جب حضرت محمد عربی علیہ السلام نے دنیا کو منور کرنا شروع کیا، جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں نور کی کرنیں مکہ سے پھوٹیں اور پورے عالم میں روشنی کا انتظام ہوا، سب سے پیارا نام رکھا گیا، عقیقہ ہوا اور بنو ہاشم کے ہر پیر و جواں سمیت آمنہ وعبدالمطلب کے دل فرحتوں سے معمور ہوئے۔

دنیا کی زندگی کا اہم سال:

جب سے دنیا بنی ہے اور جب تک رہے گی، اس کے کامل دورانیے میں اس سال سے اہم اور تاریخی برس نہ آیا ہے اور نہ آئے گا، جس سال حضرت محمد کریم ﷺ پیدا ہوئے اور نہ اس دن سے اچھا کوئی دن ہے، جس روز یہ واقعہ ہوا۔

حضرت قباث رضی اللہ عنہ بن اشیم اس وقت باشعور تھے۔ جب کعبہ پر ابرہہ نے حملہ کیا، وہ باشعور تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے: مجھے یاد ہے کہ کچھ ہاتھی مکہ میں اللہ کے گھر کو گرانے آئے تھے۔ مروان بن حکم نے ان سے پوچھا: اچھا یہ بتائیں کہ تم بڑے ہو یا حضور اکرم ﷺ بڑے ہیں؟ فرمایا: رَسُوْلُ اللّٰہ اَکْبَرُ مِنِّی وَاَنَا اَسَنُّ مِنْہُ بڑے تو حضرت محمد ﷺ ہیں، تاہم میری عمر اُن سے زیادہ ہے۔"(۱)

لوگ ان سے حضور ﷺ کے سن پیدائش کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور وہ جواب دیا کرتے تھے: حضورِ اکرم ﷺ اسی سال پیدا ہوئے جس سال ہاتھیوں کے لشکر نے

---

(۱) معرفۃ الصحابہؓ لابی نعیم ۴/ ۲۳۵۷

Marfat.com

کعبہ پر حملہ کیا تھا، جب ہاتھیوں والا واقعہ ہوا (اور ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا تو) میں اپنی امی کے ساتھ ہاتھیوں کی سبز لید کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن مخرمہ بھی آپ ﷺ کے ہم عمر تھے۔ ان کا بیان بھی یہی ہے۔ (۱)

تاریخ نویسی اور لکھنے پڑھنے کا رواج تو تھا نہیں اس لیے بڑے بڑے واقعات کی طرف سالوں اور مہینوں کو منسوب کر دیتے تھے۔ اسی لیے اس سال کو عام الفیل (ہاتھیوں والا سال) کہا جانے لگا۔

عام الفیل کا خاص مہینہ اور تاریخی دن:

اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا سے پردہ کیے پانچ سو اکہتر سال ہو چکے تھے اور زمین نبیوں کے قدموں کی چاپ سے محروم تھی۔ اسے انتظار تھا کہ کوئی آئے جو اس کے اوپر اللہ کا کلمہ بلند کرے۔ چنانچہ اسی سال جب ربیع الاوّل کی بارہ راتیں گزر چکیں اور تیرہویں رات تھی جس میں حضرتِ آمنہ کے درِ یتیم نے یہاں آ کر ترستی دنیا کو تسلی دی کہ اب ظلم کے دروازے بند کیے جائیں گے اور معززین کو عزت سے نوازا جائے گا۔ غلط کاروں کی نشاندہی ہوگی، اب دور شروع ہوتا ہے اس آفتاب کا جس کے لیے غروب نہیں ہے۔ (۲)

۹ ربیع الاوّل اور بعض مورخینؒ اور حساب دانوں نے دیگر تواریخ کی نشاندہی کی ہے، محنت کاروں نے بہت کوشش کی اور چودہ سو سالوں کے گردشِ ایام اور فلکی نظام سے ایک فال یہ نکالی کہ یہ اپریل کی ۲۲ ویں تاریخ تھی سن ۵۷۱ م یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی، فجر صادق کے بعد آپ ﷺ نے دنیا کو روشن کیا۔ ابھی مشرق سے سورج نے سر نہیں نکالا تھا۔ (۳)

---

(۱) سیرۃ ابن کثیر: ۲۰۱/۱ (۲) البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۵۵۵، دلائل النبوہ للبیہقی: ۷۴/۱

(۳) رحمۃ للعالمینؐ: ۳۴/۱ عربی

Marfat.com

جس دن یہ عظیم واقعہ ہوا، اس کے متعلق خود نبی مکرم علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: میں پیر کے دن اسی لیے روزہ رکھتا ہوں کہ اس روز میری ولادت ہوئی، اسی روز مجھے نبوت ملی اور قرآنِ کریم کا نزول شروع ہوا۔ (۱)

اس ارشاد مبارک میں ایک دن کو ولادت سے منسوب کیا گیا ہے، رات کو نہیں۔ اس لیے بعض کتب میں اس قسم کے الفاظ لکھے گئے جن سے یہ تاثر مقصود ہے کہ رات یا صبحِ صادق کے وقت کی اطلاع درست نہیں ہے، ولادت دن کو ہوئی ہے۔ لیکن قارئین اس امر کو نہ بھولیں کہ یہاں روزے کا ذکر ہے، وہ دن کو ہی رکھا جاتا ہے؛ س لیے دن کا تذکرہ فرمایا اور یہ کہ اسلامی رات آنے والے دن سے منسوب ہوتی ہے (سوائے ایام حج کے) تمام عبادات عید، روزے، شبِ قدر وغیرہ سب دنوں کی رات پہلے آتی ہے۔ اکثر روایات میں صبحِ صادق سے کچھ پہلے یا معمولی بعد یعنی فجر سے پہلے ولادت کا تاثر دیا گیا ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ (ام عثمان الثقفیہؓ) فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، میں اس وقت حضرت آمنہ کے گھر میں موجود تھی، میں نے دیکھا کہ (خانہ کعبہ کے قریب ''ردم'' مقام پر جوان کا) گھر واقع تھا، وہ روشن اور منور ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے اس گھر کے بہت قریب آ گئے، مجھے لگا کہ شاید وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ (۲)

اس کے علاوہ کسی حدیث میں ذرا مختلف بیان ہے تو اسے راوی کی معلومات پر محمول کیا جائے گا یعنی جس کسی کو جس وقت اطلاع ملی اس نے اسی کے مطابق بیان کر دیا۔ (بعض متکلمین کہتے ہیں: جب ''اَلْیَـوْم'' کہا جائے تو رات بھی اس میں شامل ہوتی ہے)۔ (۳)

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۱۶۲ (۲) المواھب اللدنیہ: ۱/ ۷۸
(۳) الزہر الباسم ۱/۳۸۴

Marfat.com

چشمہ انوار ہے، مولد الرسول ﷺ:

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی وہ جگہ جہاں سے ہدایت کا چشمہ نکلا، کعبۃ اللہ کے قریب ہے۔ اللہ نے سب سے پہلے اپنے کعبہ کو بنایا۔ (۱)

اور سب سے پہلے انسان (حضرت آدم علیہ السلام) کو اس کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا: اے آدم! میں تمہارے ساتھ کعبۃ اللہ کو اُتار رہا ہوں یہ زمین پر اسی طرح مرکزِ تجلیات ہوگا جس طرح میرا عرش ہے۔ (۲)

راقم الحروف ایک دن باب الحجون سے باہر آیا، کوئی دو سو میٹر شعب ابی طالب کی طرف چلا تھا کہ میرے سامنے ایک سادہ سی دو منزلہ عمارت ایستادہ تھی۔ یہ وہ جگہ ہے، جہاں سے پندرہ سو سال پہلے ایک نور برآمد ہوا اور دنیا میں ہدایت کے نور کے عام ہونے کی ابتدا ہوئی۔ یہ سردار عبدالمطلب کا گھر ہے، اسی میں ایک حصے کو عبداللہ بن عبدالمطلب کی رہائش گاہ اور حضور ﷺ کی جائے ولادت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی کے باون سال یہیں گزرے، بچپن کی معصوم اداؤں، لڑکپن کی مسکراہٹوں اور جوانی کی تابناکیوں کے مناظر اسی مکان میں محفوظ ہیں۔ یہاں کی مٹی گواہ ہے کہ طیبہ طاہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد یہاں آئیں۔ یہ مکان مَولِدُ الرَّسُول معروف ہے، اگر مکان یہ نہ ہو تب بھی یہ تو ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت بیت اللہ کے پاس ہوئی۔ (۳)

لیکن 'مولدُ الرسول ﷺ' کے نام سے جو مکان معروف ہے اور کتابوں میں اس کا ذکر ہے اس عمارت پر اَلمَکتَبَۃُ المَکّۃ (مکہ لائبریری) کا بورڈ لگا ہے، میں دربان سے اجازت لے کر اندر داخل ہوا، دینی کتب کا ذخیرہ یہاں اپنے قارئین کا اس طرح انتظار کرتا ہے جیسے ماں گھر میں بچوں کی منتظر ہوتی ہے۔ ایک الماری کی طرف بڑھا،

---

(۱) آلِ عمران: ۹۶ (۲) اخبار مکہ للازرقی ۱/۴۲

(۳) المواھب اللدنیہ ۱/۸۷، السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۸۵

Marfat.com

ایک کتاب لی۔ مجھے ایک کرسی خالی نظر آئی، اس پر بیٹھ گیا، مجھے یاد آیا کہ یہیں کہیں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی بیٹھی تھی اور اپنے ساتھ معراج کی رات براق پر سوار ہونے والے نومولود کو اپنی اونٹنی یا گدھی پہ بٹھا کر لے گئیں تھیں۔ اسی جگہ حضرت آمنہ نے ننھے محمد ﷺ کو حلیمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کرتے ہوئے بھیگی آنکھوں اور الوداعی نظروں سے دیکھا تھا اور اس وقت تک دیکھتی رہی تھیں جب تک سواری نظر آئی، یہیں ننھے محمد ﷺ کے سر پہ دادا نے ہاتھ رکھا اور ڈھیروں دعاؤں کے سائے میں بنوسعد رُخصت کر دیا تھا، ایک بار ننھے محمد ﷺ دو سال بعد اور ایک بار چار سال بعد اسی گھر میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آئے اور آمنہ کی گود میں دونوں ماؤں کا نظارہ کر رہے تھے۔

میں نے الماری سے ایک کتاب تلاش کی، اس میں مکہ کے رہنے والے ایک متبحر عالم محمد بن عبداللہ الازرقی المکی المتوفی ۲۵۰ھ نے پورے دلائل کے ساتھ لکھا ہے: یہی گھر مولد النبی ﷺ (حضور ﷺ کی جائے پیدائش) ہے۔ اس کے پیچھے شعب ابی طالب ہے، یہی وہ جگہ ہے جس کے قرب و جوار میں قبیلہ بنو ہاشم آباد تھا، یہ علاقہ آپ ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کی خوش بو سے معطر ہے، اس گھر کو خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے سرورِ دوعالم ﷺ کی جائے پیدائش کے تحفظ و بقا کے لیے مسجد (مولدُ النبی ﷺ) میں بدل دیا تھا۔ جس کو بعد میں منہدم کر کے شیخ عباس قطان نے ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۰ء میں لائبریری بنا دیا تھا۔[۱] یہ جگہ مسجد حرام سے مشرقی جانب صحن سے متصل برلب سڑک ہے۔

(اب کچھ عرصہ سے اس قسم کے پمفلٹ مکہ میں نظر آتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جائے پیدائش کوئی اور ہے لیکن یہ جدید تحریریں ''مولد النبی ﷺ'' کی تعیین کی خبر سے خالی ہوتی ہیں۔ مرتب)

---

(۱) اخبار مکہ للازرقی: ۲/ ۱۹۸) وتاریخ المکۃ المکرمۃ ص ۱۳۴ بحوالہ اخبار مکہ للفاکہیؒ ۴/ ۲۶۹، الجامع اللطیف ص ۲۰۱

Marfat.com

اُن کی آمد پر یہ روشنی کیسی؟

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں: مجھے عام عورتوں کی طرح بچے کے بوجھ، تکلیف، بے آرامی اور تھکن سے دوچار نہ ہونا پڑا، ولادت کے وقت ایک روشنی ہوئی، مجھے مشرق ومغرب کے درمیان نور ہی نور دکھائی دے رہا تھا (یہ سب نبی اکرم ﷺ کی برکت تھی جس کی وجہ سے حضرت آمنہ کی آنکھیں وہ مناظر دیکھ رہی تھیں جو عام عورت سوچ بھی نہیں سکتی کہ وہ دیکھ سکے) اور فرمایا: مجھے شام وبصریٰ کے محلات دکھائی دے رہے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ وہیں موجود تھیں فرماتی ہیں: وہ روشنی میں نے بھی دیکھی اور مجھے لگا ستارے جھک گئے ہیں، کہیں وہ ٹوٹ کر تو نیچے نہ آجائیں گے؟ (۱)

حضرت آمنہ نے فرمایا: میں نیم خوابی میں تھی (جب اللہ نے مجھے اس نعمتِ عظمٰی سے نوازا) مجھے کہنے والا کہہ رہا تھا: اے آمنہ! معلوم بھی ہے، تمہیں ساری مخلوق کے سردار دیے گئے ہیں؟ اسے اللہ وحدہ لاشریک لہ کی پناہ میں دے دو اور اس کا نام محمد رکھو! یہ تعویذ اس کے گلے میں ڈال دو!'' (۲)

اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ کُلِّ شَرِّ حَاسِدٍ

''میں اسے اللہ وحدہ لاشریک کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حاسد سے'' (۳)

اسی شب یہ واقعہ ہوا کہ ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، دریائے ساویٰ خشک ہو گیا اور آتش کدۂ ایران بجھ گیا۔ (۴)

---

(۱) الوفاء: ۱/ ۵۴، عیون الاثر: ۱/ ۳۴، سیرۃ ابن کثیر ۱/ ۲۰۷

(۲) المواھب اللدنیہ: ۱/ ۴۳

(۳) شرح الزرقانی: ۱/ ۱۹۹، الوفا بتعریف المصطفیٰ: ۱/ ۱۴۹ المختصر الکبیر: ۱/ ۵

(۴) عیون الاثر: ۱/ ۳۵، سیرت ابن کثیر: ۱/ ۲۱۵

Marfat.com

یہ ہدایت کا نور ہے:

یہ روشنی جو دکھائی گئی وہ دراصل قرآن کا یہ نور ہدایت تھا جو حضرت محمد ﷺ کے ذریعے لوگوں کو اس طرح سمجھایا گیا کہ جو شریعت حضرت محمد ﷺ پیش کریں گے وہ پوری دنیا میں پھیل جائے گی، تمام بھٹکے ہوئے لوگ ہدایت پائیں گے اور شرک کی ظلمت سے نجات حاصل کریں گے۔ اسی نور کے بارے میں ارشاد ہے:

> قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ (۱)
>
> "تحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور ہدایت اور ایک روشن کتاب آئی ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت سے نوازتے ہیں جو ہدایت کے طالب ہوں اور اپنی توفیق سے ان کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں۔"

اس نور ہدایت کی روشنی میں حضرت آمنہ نے شام کے محلات دیکھے، یہ اشارہ تھا کہ اے آمنہ! تیرے بیٹے کی راہنمائی اور حکومت شام تک پہنچ جائے گی اور اس کی شریعت کی روشنی ان محلات میں داخل ہو جائے گی) چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شام تک آپ ﷺ کا دین آپ ﷺ کی زندگی میں پہنچ گیا اور آپ ﷺ خود بھی اس جگہ تک تشریف لے گئے۔ (۲)

فرشتوں کی آمد، غسل اور سجدہ:

یہی وہ نور تھا جسے پھیلانے کی ابتدا پیدائش والی رات میں اس طرح ہوئی۔

---

(۱) المائدہ:۱۶

(۲) المواہب اللدنیہ: ۱/۹۷، شرح الزرقانی: ۱/۲۲۱، سبل اسلام: ۱/۳۸، تاریخ الخمیس: ۱/۲۰۴، السیرۃ النبویۃ: ۱/۶۲

Marfat.com

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا دنیا میں آتے ہی میرا بیٹا سجدہ ریز ہوا اور آسمان کی طرف (شہادت کی) اُنگلی اُٹھائی، میں نے دیکھا گھر میں بادل آ گیا، اس میں سے آواز آئی: اس بچے کو مشرق و مغرب اور سمندروں کی سیر کراؤ!

دنیا میں آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی تو ملائکہ کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فرشتے نے تین بار (میرے محمد ﷺ) کو نہلایا اور ایک سفید ریشمی تھیلی نکالی، اس میں ایک مہر تھی جسے ایک صاف ستھرے انڈے کی طرح آپ ﷺ کے مونڈھوں کے بیچ (قلب کی جانب) لگا دیا۔ (۱)

(مہرِ نبوت کی تجدید بعد میں بھی ہوتی رہی اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔) پیدائش کے بعد آپ ﷺ کا جسمِ اطہر صاف شفاف تھا۔ (۲)

نہلانے کی ضرورت نہ تھی لیکن پاکی وطہارت کے پیغام رساں نے دنیا میں آتے ہی غسل کی سنت قائم فرمائی تاکہ اس کی اُمت کے بچوں کو سب سے پہلے غسل کا تحفہ ملے۔

حضرت آمنہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی، انہوں نے جب دیکھا کہ فرشتوں نے نومولود کو نہلا دیا ہے تو عرب کے دستور کے مطابق ایک برتن آپ ﷺ کے اوپر رکھا (جو اس وقت کا پیمانہ تھا جس سے اجناس کو ماپا جاتا تھا اس رسم سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ بچہ کیونکہ رات کو پیدا ہوا ہے اس لیے لوگ اس کا چہرہ صبح کی روشنی میں ہی دیکھیں۔ (۳)

صبح جب لوگوں نے وہ برتن اُٹھایا تو دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے انگوٹھے کو چوس رہے ہیں اور اس میں سے دودھ نکل رہا ہے اور آپ ﷺ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ (۴)

---

(۱) المواھب اللدنیہ: ۱/۱۰۱، شرح الزرقانی ۱/۲۰۶، تاریخ الخمیس: ۱/۲۰۹، السیرۃ الحلبیہ، ۱/۱۴۴

(۲) الطبقات الکبریٰ: ۱/۸۲، المواھب اللدنیہ: ۱/۷۹

(۳) الطبقات الکبریٰ: ۱/۸۲، السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۹۸

(۴) سبل الہدیٰ: ۱/۳۴۶

Marfat.com

نومولود بہت ہی خوبصورت، ایسا ماہ جبیں کہ چندے آفتاب و چندے ماہتاب، ناف بریدہ اور ختنہ شدہ۔[1]

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَجْمَلَکَ مَا اَحْسَنَکَ!

کعبہ میں تشریف آوری

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خسرِ محترم کو خبر کی کہ وہ آ کر اپنے پوتے کو دیکھ لیں۔ انہوں نے بھی دیکھا، خوشی سے نہال ہو گئے، پوتا اور بہت ہی کامل اور مکمل صاحبِ حسن و جمال اور مرحوم بیٹے کی نشانی۔ گود میں لیا، منہ، سر چوما اور کعبہ لے گئے تا کہ نومولود کو طواف کروائیں اور سب سے پہلے درگاہِ الٰہ کی حاضری نصیب ہو۔[2]

اللہ نے آپ ﷺ کو جن مقاصدِ عالیہ کے لیے دنیا میں مبعوث فرمایا ان میں ایک بیتُ اللہ (کی آبادکاری) اس میں تلاوتِ آیات، علم وحکمت کی نشر واشاعت اور لوگوں کا تزکیۂ نفس اور پھر دنیا میں ایسے مراکز کا قیام جہاں سے دین پھیلے۔[3] دورانِ طواف عبدالمطلب کو یمنی عالم کی بات یاد آئی کہ 'دو عبدِ منافوں' کی اولاد سے نبوت اور سلطنت کا اجتماع ممکن ہے[4] وہ شکر کر رہے تھے اور پراُمید تھے کہ ان کی گود میں موجود نومولودِ مسعود ہی وہ بچہ ہے جسے یہ نعمتیں (بادشاہت اور نبوت) مقدر میں ملیں گی، وہ خوشی خوشی بچے کو ماں کے پاس لے آئے، آمنہ وعبدالمطلب کو وہ سرورِ قلب ملا گویا انہیں دنیا بھر کی نعمتیں مل گئیں، لیکن دونوں کا ارمان ہے تو ایک، دل میں ٹیس، اُٹھتی ہے تو ایک، یاد ستاتی ہے تو ایک، کبھی آنسو رلاتی ہے تو وہ ایک ہی بات: آج عبداللہ بھی اپنے نورِ نظر کو دیکھتے!

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا اور ابولہب:

بہت جلد یہ خبر ابولہب کو پہنچی، اسے جب باندی ثویبہ رضی اللہ عنہا نے مبارک باد دی اور

---

(۱) تاریخ الخمیس: ۱/۲۱۹　　(۲) سیرۃ ابن کثیر: ۱/۲۰۸

(۳) سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۹ کا مفہوم　　(۴) الروض الانف: ۲/۸۹

Marfat.com

ولادتِ رسول ﷺ کے متعلق بتایا، وہ خوش ہوا اور اس نے خوشخبری لانے والی باندی کو ہمیشہ کے لیے آزاد کر دیا۔

اللہ لوگوں کو دکھا رہے تھے کہ محمد ﷺ دنیا کو آزادی لانے آئے ہیں۔ اب انسان کو انسان کی غلامی سے اور جہنم کی قید سے آزادی ملے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت آسیہ نے پالا پھر ان پر ایمان لائیں۔ اسی طرح حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا بھی قسمت کی دھنی نکلیں، ان کو یہ شرف ملا کہ جس نبی ﷺ پر انہوں نے ایمان لانا تھا، ان کی خدمت اور رضاعت کا شرف بھی ان کو مل رہا تھا۔

حافظ ابو مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ایمان کی تصدیق کی ہے۔ (۱)

ہمارے حضرت محمد ﷺ کو وہ مدت العمر یاد رہیں، حضور ﷺ ان کے لیے مدینے سے بھی تحائف بھیجتے تھے، جب مکہ فتح ہوا تو یاد فرمایا، کسی نے بتایا: وہ اور ان کا بیٹا مسروح دونوں فوت ہو چکے ہیں، حضور ﷺ بنفسِ نفیس ان کی خدمت میں کچھ پیش کرنا چاہتے تھے۔

ابولہب اپنی کم سمجھی کی وجہ سے بھتیجے کا فیض حاصل نہ کر سکا، اتنا ضرور ہوا کہ اس کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھنے والے نے حال احوال لیے تو کہنے لگا: محمد (ﷺ) کی پیدائش پر میں نے انگلی کے اشارے سے باندی کو آزاد کیا، بس اتنی کم مقدار میں پانی مل جاتا ہے۔ باقی میری بری حالت تم سے چھپی نہیں ہے۔ (۲)

اس خوشی کا کچھ فائدہ ابولہب کو ہوا، لیکن شیطان نے اس دن خوب سر پیٹا جس دن حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو منور کیا اسے یہ روشنی اچھی نہ لگی۔ (۳)

توحید و تعویذ اور بشارت:

سیرت نگاروں نے ولادتِ نبوی ﷺ کے پس منظر میں عربوں اور خصوصاً اہلِ مکہ کی جو

---

(۱) دیکھئے معرفۃ الصحابہ: ذکر ثویبہؓ　(۲) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۱/ ۱۴۸

(۳) السیرۃ الحلبیہ: ۱/ ۱۰۰، سیرۃ ابن کثیر: ۱/ ۲۱۱، کتاب المغازی: ۲/ ۸۴۱

Marfat.com

تصویر کشی کی ہے اس میں نبی علیہ السلام کے آباؤ اجداد کا امتیاز نہیں کیا، حالانکہ ان کے موحد ہونے کے دلائل کی کمی نہیں ہے۔ حضرت آمنہ نے اپنے بیٹے کو اللہ کی پناہ میں دیا اور حضرت عبدالمطلب اپنے نورِ نظر کو بیت اللہ میں لائے تو اللہ ہی سے بیٹے کے لیے پناہ کا سوال کیا۔ مکہ کے ماحول کی شرک سے آلودگی اپنی جگہ لیکن یہ بھی تو دیکھا جائے کہ ان کا موحد دادا ان کو اللہ کی پناہ میں دینے کعبہ میں داخل ہوتا ہے اور کہتا ہے:

- اللہ کا شکر ہے جس نے یہ شفاف نفس لڑکا عطا کیا جو پاک اندام ہے۔
- ابھی گود میں ہے، اس وقت یہ دنیا کے سارے بچوں کا سردار ہے۔
- میں اسے چار کونوں والے بیت اللہ کی پناہ دیتا ہوں، اس وقت تک وہ اسے اپنی پناہ میں رکھے جب تک کہ یہ کڑیل جوان ہو۔
- یہ اللہ کی حفاظت میں رہے دشمن سے، نظر بد والے اور حاسد سے۔
- خدا کرے میں اسے دیکھوں کہ یہ بہت اچھا خطیب ہے (یہ اشعار وہ پڑھ رہے تھے کہ عبدالمطلب کو علماءِ کتبِ سابقہ کی وہ بشارتیں یاد آئیں جو یمن کے بڑے عالم کی مجلسِ علم وادب میں اس نے سنی تھیں کہ بہت جلد اللہ ان کی نسل میں نبی آخر الزماں ﷺ کو مبعوث فرمائیں گے اس لیے اس نے اگلے دو اشعار ننھے محمد ﷺ کو مخاطب کر کے پڑھے جوان کی گود میں کعبہ کے اندرونی مناظر دیکھ رہے تھے۔ عبدالمطلب نے کہا:)
- آپ ﷺ ہی وہ ہیں جن کا نام کتبِ سماویہ میں اور مضبوط کلمات والی کتابوں میں ہے (وہ وقت دور نہیں ہے کہ) لوگوں کی زبانوں پر تمہارا نام "احمد" جاری ہوگا۔

---

(۱) المواھب اللدنیہ: ۳/ ۶۶۶، تاریخ الخمیس: ۱/ ۲۰۴، الوفا بتعریف فضائل المصطفیٰ، سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۲۰۸، سبل الہدیٰ: ۱/ ۳۶۰

Marfat.com

عبدالمطلب اور اُمِّ محمد ﷺ (آمنہ) کو دنیا جہان کی نعمتیں مولد الرسول کی چوکھٹ پہ جمع نظر آ رہی تھیں، کمی تھی تو صرف ایک: آج عبداللہ بھی ہوتے اور پیارے محمد ﷺ کو دیکھتے۔ وقار اور سکون ہاشمی گھرانے کا شعار تھا، اس لیے اس موقعہ پر ابو محمد (ﷺ) (عبداللہ) کی یاد میں کوئی نوحہ نہیں سنا گیا، شکر کے کلمات ادا کیے گئے، اللہ کو یاد کیا گیا اور خیرات کی گئی۔ بنی ہاشم پہلے ہی محترم اور مفتخر تھے مگر اب ان کی جبینِ فخر آسمانوں سے سرگوشیاں کرنے لگی۔

عبدالمطلب عیص (الرّاھِبْ) کی خانقاہ پر:

جس رات یہ ستارہ طلوع ہوا، اسی شب کی صبح عبدالمطلب کو ایک اہم پیش گوئی یاد آئی اور اس کے قدم مکہ سے باہر "مرّ الظَّھران" کی طرف بڑھنے لگے، یہ جگہ وادیٔ فاطمہ کے نام سے معروف ہے، یہاں شام کا ایک راہب اللہ اللہ کرتا تھا، عیسائی مذہب سے تعلق تھا، تمام علائقِ دنیا کو ترک کر کے روکھی سوکھی کھانے، موٹا جھوٹا پہننے پر قناعت کیے مصروفِ مراقبہ اور مشغولِ عبادت رہتا تھا، حضور ﷺ کے دادا بھی یہاں سے گزرتے تو دعا سلام ہو جاتی، آج عرب کا سردار، متولّی کعبہ اس کی طرف چلا آتا ہے، یہ سوموار کا دن تھا، راہب ہر پیر کو کسی اہم خبر کا منتظر رہتا تھا، حضرت عبدالمطلب کے قدم تیز تیز بڑھ رہے تھے، اس نے خانقاہ کے دروازے پہ آواز دی، سلام کیا اور اپنی آمد کی اطلاع دی۔

راہب: (عبدالمطلب کی طرف بڑھتے ہوئے) کون ہو؟

عبدالمطلب: میں ہوں، عبدالمطلب!

راہب: اچھا تو اس بچے کے والد (دادا) جو آج رات پیدا ہوا، میں نہ کہتا تھا کہ "ایک ستارہ" طلوع ہونے والا ہے، پیر کو وہ بچہ پیدا ہوگا، پیر کو ہی وہ مبعوث ہوگا، اور (اسی دن) پیر کو ہی وفات پائے گا۔ اے عبدالمطلب! منے کا نام تو بتاؤ!

عبدالمطلب: (اس نو مولود کا نام بتاتے ہوئے راہب کے چہرے کے تاثرات پڑھنے لگا

Marfat.com

اور کہا:) محمد ﷺ!

راہب: مجھے بھی پسند ہے کہ اس کا نام یہی ہو، (کتبِ سماویہ میں بھی) اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ (محمد ﷺ) ستارہ آج (گزشتہ) رات طلوع ہو اور اس کا نام محمد (ﷺ) ہو۔ (یہ سب کچھ آسمانی کتابوں میں لکھا ہے) اس لیے میں منتظر تھا کہ ایسا ہونے والا ہے۔ (1)

عبدالمطلب یہ خبر سن کر شاداں و فرحاں شہر میں واپس آ گیا۔

فرشتہ، کرتہ، خوشبو اور مہرِ نبوّت:

حضرت آمنہ فرماتی ہیں: میرے پاس سفید رنگ اور طویل قد کا ایک نوجوان آیا، اس نے مجھ سے نومولود کو لے لیا، اس کے منہ میں اپنا لعاب لگایا، اُس کے پاس ایک نقرئی طشت تھا، اس نے بچے کے پیٹ کو کھولا، ایک سیاہ نکتہ پیٹ سے نکالا اور پھینک دیا، پھر اس نے ایک تھیلی نکالی، وہ سبز ریشم سے بنی ہوئی تھی، اس نے اسے کھولا، اس میں سے سفید ذریرے جیسی خوشبو نما کوئی چیز تھی جو اس نے تھیلی سے نکالی، بچے کے پیٹ میں رکھ دی (اور پیٹ کو سی دیا) حضرت آمنہ یہ منظر دیکھتی رہیں، ایک ماں اپنے بچے کے ساتھ ہونے والے ان مناظر کو صبر و تحمل کے ساتھ کیسے دیکھ سکتی ہے؟ یہ واقعہ حضرت آمنہ کے توکل اور اللہ کی ذات پر کامل یقین کی واضح دلیل ہے۔ وہ فرماتی ہیں: مجھے اور کچھ تو سمجھ نہ آیا، البتہ میں یہ سمجھ پائی کہ نوجوان حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا:

- آپ (ﷺ) اللہ کی امان اور اسی کی حفاظت میں ہیں۔
- میں نے (اللہ کے حکم سے) تمہارے قلب میں ایمان، یقین، حلم، عقل اور شجاعت بھر دی ہے۔
- آپ ﷺ خیر البشر ہیں، جو آپ ﷺ کی اتباع کرے، اس کو مبارک ہو۔

---

(۱) المواھب اللدنیہ: ۱/ ۸۷، زرقانی: ۱/ ۲۵۲، تاریخ الخمیس: ۱/ ۱۹۷، سبل الہدیٰ: ۱/ ۳۴۰، سیرۃ ابن کثیر: ۱/ ۲۲۲، امتاع الاسماع: ۳/ ۳۸۱

Marfat.com

✧ ہلاکت ہے، اس شخص پر جو آپ ﷺ کی اطاعت سے پیچھے رہے۔

اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عمِّ نبی ﷺ) تشریف لے آئے، (انہوں نے دیکھا کہ) اس سفید براق شخص نے حضرت محمد ﷺ کو ایک قمیص پہنائی اور کہا (اے محمد ﷺ!) یہ کرتہ تیرے لیے امان ہے دنیا کی مصیبتوں سے۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا: اے عباس رضی اللہ عنہما! یہ تم دیکھ رہے ہو! حضرت عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی پیٹھ پر سے کرتہ ہٹایا، وہ آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان نبوت کی مہر تھی، جس کی طرف فرشتہ مجھے متوجہ کر رہا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں یہ سب کچھ بھول گیا، جس دن میں مسلمان ہوا تو اس دن حضور ﷺ نے (مجھے کچھ باتیں یاد کروائیں ان میں ایک یہ بھی تھی، آپ ﷺ نے) فرمایا: اے چچا! تم وہ فرشتے والا واقعہ بھول گئے؟ تو مجھے یاد آ گیا اور میں نے کلمہ اسلام پڑھ لیا۔ (۱)

لیکن اظہارِ اسلام ہجرت اور غزوۂ بدر کے بعد ہوسکا۔

تسمیہ، ختنہ، عقیقہ اور جبریل کی آمد:

جس روز اُمِ محمد ﷺ (آمنہ) نے فرشتے کو دیکھا یہ وہ دن تھا جس دن حضرت محمد کریم ﷺ کے قلبِ اطہر کو مزید منزہ و مبارک کیا گیا۔

حدیثِ بالا میں ایک سفید نوجوان کی شکل میں ممکن ہے حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اس لیے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسی دن آپ ﷺ کا ختنہ کیا جس دن انہوں نے آپ ﷺ کے قلبِ مبارک کو دھویا۔ (۲)

اسی لیے لکھا گیا ہے کہ جب ختنہ کے لیے ارادہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تو

---

(۱) الزھر الباسم: ۱/۲۱۴ (۲) دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱/۱۵۵

Marfat.com

پیدائشی مختون ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کا ساتواں دن تھا اسی روز، ایک دعوت کی گئی جس میں عقیقہ اور تسمیہ (نام رکھنے) کی خبر سنائی گئی کہ آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ رکھ دیا گیا ہے۔ (۱)

رسمِ ختنہ اور عقیقہ ساتویں روز اس جگہ ہوئے جسے ''ردم'' کہا جاتا ہے، یہ وہی جگہ ہے، جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کی اولین ملاقات ہوئی اور انہوں نے کہا: اے آدم! یہ بیت اللہ (جو سامنے ہے) ہم نے آپ کے لیے ایک ہزار سال سے تیار کر رکھا ہے اور ہم پہلے سے اس کا حج کر رہے ہیں۔ ''ردم'' اس بند کا نام تھا جو کعبہ کی حفاظت کے لیے اس طرف بنایا گیا، جدھر سے سیلابی پانی کے آنے کا خدشہ ہوسکتا تھا۔ (۲)

حضرت محمد ﷺ خود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اس وجہ سے ختنہ شدہ تھے تاکہ کوئی شخص آپ ﷺ کا ستر نہ دیکھ سکے اور فرمایا: یہ خاص عزت واکرام ہے جو اللہ نے مجھے عنایت فرمایا۔ (۳)

آسمانی، قرآنی اور منفرد اسمِ گرامی:

عبداللہ! کتنا خوبصورت نام ہے! شرافت وبندگی کا یہ نشان آپ ﷺ کے والدِ گرامی کو ملا اور ''آمنہ'' نام ہی امن وآشتی کا پیغام ہے۔ یہ دونوں سلیم الفطرت (ماں باپ) زمانہ کی برائیوں سے پاک دینِ ابراہیمی کے پیرو تھے۔ اللہ ان سے ضرور راضی ہوگا۔ ان سے بھی زیادہ مقدس نام ایک اور تھا، جس نے سب آسمانی کتابوں میں جگہ پائی اور اب وہ قرآن میں لکھا جائے گا، اسے سورہ آل عمران :۱۴۴، الاحزاب: ۴۰، محمد: ۲، الفتح: ۲۹ کا حصہ بنایا جائے گا۔ یہ نام ایسے بچے کا ہوگا کہ پیدا ہو تو اس کے ختنے ہو چکے ہوں، اس کے جسم پر کسی قسم کی بدبو اور گندگی نام کو نہ ہو پاک وصاف ہو، اسے جس لفظ سے پکارا

---

(۱) دلائل النبوۃ: ۳۸۱/۴، الاستیعاب: ۵۱/۱، ۹۳۴/۳

(۲) السیرۃ الحلبیہ: ۲۱۹/۱، ناسخ الحدیث ومنسوخہ، لابن شاہین ۴۸۶/۱

(۳) المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۴۶/۲

Marfat.com

جائے وہ بھی خوبصورت ہو۔ چنانچہ بچے کے دادا نے ایک فیصلہ کرلیا، ولادت کے ساتویں روز عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا عقیقہ کیا اور تقریب میں تمام قریش کو دعوت دی اور ''محمد ﷺ'' آپ ﷺ کا نام تجویز کیا۔ قریش نے کہا: اے ابو الحارث عبدالمطلب! آپ نے ایسا نام کیوں تجویز کیا جو آپ کے آباؤ اجداد اور آپ کی قوم میں اب تک کسی نے نہیں رکھا؟ عبدالمطلب نے کہا:

اَرَدْتُّ اَنْ یَحمَدَہٗ اللّٰہ فِی السَّمَاءِ وَیَحْمَدَہٗ اَھلُ الاَرْضِ فِی الْاَرْضِ

''میں نے یہ نام اس لیے رکھا ہے کہ اللہ آسمان میں اور اللہ کی مخلوق زمین میں اس نومولود کی تعریف کرتی رہے۔'' (۱)

نیک دل دادا کی تمنا پوری ہوئی، سیدِ دو عالم ﷺ جب جوان ہوئے، اظہار نبوت کیا، آپ ﷺ کو ماننے والے جانثار آپ ﷺ کا کلمہ پڑھنے لگے اور آپ ﷺ کی باتیں بہت غور سے سننے لگے تو ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اللہ نے میرے اوپر ایک آیت نازل کی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:۵۶)

''بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی (علیہ السلام) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی درود و سلام بھیجا کرو۔''

آیت نازل ہوئی، دادا جی کی بات پوری ہوگئی، اب تا قیامت بلکہ قیامت کے بعد بھی آسمانوں اور زمین میں آپ ﷺ کی تعریف و توصیف ہوتی رہے گی۔

چنانچہ آج بھی جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے وہاں اس کے حبیب ﷺ یتیم ابی طالب، آمنہ کے لختِ جگر، دعائے ابراہیم علیہ السلام، نویدِ مسیح علیہ السلام کا نامِ نامی اسمِ گرامی ضرور لیا جاتا ہے۔

---

(۱) زرقانی، شرح موطا، امام مالک و فتح الباری، باب مبعث النبی ﷺ

Marfat.com

عرب میں محمد ﷺ نام کی پہچان:

سیدِ دوعالم ﷺ (کی بعثت) سے پہلے "محمد ﷺ" نام بعض بچوں کا رکھ دیا گیا تھا۔[1]

ہم نے اپنی کتاب "آغوشِ پیمبر ﷺ" میں اس کی جو مکمل تفصیل لکھی ہے، اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ درحقیقت سب سے پہلے یہ نام صرف حضور ﷺ کا ہی رکھا گیا لیکن پہلی کتابوں میں کیونکہ یہ نام حضور ﷺ کی نسبت سے موجود تھا، اس لیے علماء یہود سے سن کر بعض لوگوں نے اپنے بچوں کا یہ نام رکھ دیا۔ اس تفصیل کا جزوی ذکر یہ ہے:

مدینہ طیبہ میں بھی آپ ﷺ کی آمد سے پہلے یہ نام معروف ہو چکا تھا اور لوگ یہ نام رکھنا شروع ہو گئے تھے، اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً: (۱) جیسا کہ اگلے صفحات میں آئے گا کہ محمد کریم ﷺ بچپن میں مدینہ تشریف لائے تھے، آپ ﷺ یہاں کے بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے، یہ آپ ﷺ کا ننھیال تھا، اس وجہ سے بھی کچھ بچوں کے نام رکھ دیے گئے کہ خوبصورت اداؤں والے بچے کا پیارا سا نام دیکھنے اور سننے والوں کے دل میں بس گیا، اس لیے اپنے بچوں کے لیے یہ نام منتخب کرلیا تھا۔ (۲) پہلی آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کا نام تھا، جو مدینہ کے یہودیوں نے معروف کر دیا تھا، جس کی وجہ سے بعض بچوں کے نام "محمد" رکھ دیے گئے۔ (۳) علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن عدی بن ربیعہ بن سعد کا شمار اہلِ مدینہ میں ہوتا ہے، ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیسے رکھا؟ اس پر وہ ہنسے اور کہنے لگے کہ مجھے میرے باپ عدی ابن ربیعہ نے بتایا کہ ہم (اپنے چند دوستوں کے ہمراہ) ابن جفنہ سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم اس کے گھر (خانقاہ) کے قریب پہنچے تو چلتے چلتے تھک چکے تھے اس لیے دم لینے کو ایک تالاب کے کنارے درختوں کے نیچے ٹھہر گئے۔ وہاں ایک راہب آ نکلا اور کہنے لگا کہ "تمہاری زبان اس علاقے کے لوگوں کی زبان

---

(۱) الاصابہ:۶/۲۵۷

Marfat.com

سے مختلف ہے'' ہم نے کہا: ''تمہارا اندازہ ٹھیک ہے ہمارا تعلق بنی مضر سے ہے۔'' پوچھا: ''کس قبیلے سے؟'' ہم نے کہا: ''خندف'' سے۔ اس نے کہا: ''جلد ہی تم میں ایک نبی کی بعثت ہونے والی ہے تم اس (کے دین) میں شامل ہونے میں تساہل نہ کرنا، اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔'' ہم نے پوچھا: ان کا نام کیا ہوگا؟ اس نے کہا: ''محمد''۔ اس کے بعد ہم ابن جفنہ کے پاس گئے اور بعد از فراغت اپنے گھروں کو چل دیے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمیں اولادِ نرینہ سے سرفراز فرمایا اور ہم سب نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا۔ (۱)

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب میں یہ نام آپ ﷺ کی جوانی اور بعثت و ہجرت سے پہلے آپ ﷺ کی محبت میں رکھا جا رہا تھا، درحقیقت سب انسانوں سے پہلے آپ ﷺ ہی کا یہ نام رکھا گیا۔

آپ ﷺ کی شادی ہوئی، اللہ نے چاند سا بیٹا دیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام ''قاسم'' رکھا، اور آپ ﷺ نے اپنے پیارے بیٹے کے نام پر اپنی کنیت ''ابوالقاسم'' رکھی، کنیت بیٹے کے نام پر بھی رکھی جاتی ہے اور صفات کے بیان کے لیے بھی رکھی جاتی ہے، جیسے ابوالفضل (فضیلت والا)، ابوتراب، (مٹی والا)، اسی طرح آپ ﷺ کی یہ کنیت صفاتی بھی ہے، آپ ﷺ ''ابوالقاسم'' ہیں یعنی قاسم العلوم والخیرات ہیں، ضرورت مندوں کو اللہ کی معرفت کا درس دیتے ہیں، جس سے لوگ دارین کی دولت پا جاتے ہیں، آپ ﷺ مالِ غنیمت بھی تقسیم کرتے ہیں اور اپنی مسکراہٹوں سے بجھے دلوں کو جلا بخشتے ہیں۔

ملاحظہ: ''مَولدُ الرَّسُول ﷺ'' سے دنیا کو پیغام نشر کیا گیا کہ حضرت محمد کریم ﷺ تشریف لا چکے، جن کی آمد کا انتظار یہ دنیا ہزاروں سال سے کر رہی تھی نام رکھ دیا گیا اور اب انتظار ہے کہ وہ چند دن مکہ میں ٹھہریں گے اور ایک صحرائی گاؤں میں اللہ کی قدرتوں کا کھلے ماحول میں نظارہ کریں گے، اگلے باب میں بنو سعد میں گزرے ان ہی تاریخی ایام کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

---

(۱) اسد الغابہ، والاصابہ فی تمیز الصحابہ رضی اللہ عنہم، ذکر محمد بن عدی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

باب: ۳

حضانت ورضاعت

(حلیمہ رضی اللہ عنہا، حضرت آمنہ وعبدالمطلب کا ملا جلا کردار)

حضور ﷺ سات آسمانوں کی سیر کرنے والے مہمان ہیں جن کی ابتدائی خدمت بنو سعد کی نیک بخت خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو نصیب ہوئی۔ اس باب میں مکہ سے جدائی کے رقت انگیز لمحات اوران برکات کا ذکر ہے جو بنو سعد اور خاندان حارث کو حضور ﷺ کے طفیل ملیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں، ان میں مکہ کے ہاشمی گھرانے کے چشم و چراغ کے وجود، شیماء کی لوریوں اور حضرت محمد ﷺ کی رضاعی ماؤں کے اسماء گرامی کا تذکرہ اوران کے ایمان کی باتیں۔

بنو سعد اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

جدہ سے ۳۰ میل اور مکہ سے ۱۰ میل دور حدیبیہ (شمیسی) واقع ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا قبیلہ طائف کے قریب ''شحطہ'' نامی پہاڑی گاؤں میں آباد تھا جو سڑک کے راستے مکہ سے ۱۵۰ کلومیٹر کے راستے پر ہے۔ جبکہ سیدھا پہاڑی راستہ ۶۰ کلومیٹر سے لگ بھگ ہے، طائف سے یمن جانے والی شاہراہ پر ۲۰ کلومیٹر جائیں تو ''شقصان'' سے مقام سے دائیں طرف سڑک نکلتی ہے جو خیبات لے جاتی ہے جہاں بازار ہے۔ اس کے قریب جس گاؤں شحطہ میں حضور ﷺ کا بچپن گزرا، وہ ایک پہاڑی پر آباد ہے۔ پہاڑی کے دامن میں ایک خوبصورت باغ ہے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے نیچے ایک کنواں ہے جس میں اب ایک ٹیوب ویل لگا ہے۔ غالباً اسی کنویں سے حضور ﷺ سیراب ہوتے رہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو محفوظ کرنے کے لیے اس کا سارا احاطہ اب مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ [1] حضرت

---

(۱) اطلس سیرت نبوی حضرت حلیمہ سعدیہؓ

Marfat.com

حلیمہ رضی اللہ عنہا ابو ذویب عبداللہ بن حارث کی بیٹی تھیں۔ روایت ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ (حضرت آمنہؓ) کا لقب حَکِیْمَةُ الْقَوْمِ (خاندان میں سب سے زیادہ سمجھدار خاتون) تھا۔ (۱)

اسی لیے ضرورت تھی کہ نبی علیہ السلام کو جو خاتون دودھ پلائے وہ بھی حکیمہ، حلیمہ اور عاقلہ ہو اور دوسری ضرورت تھی کہ آپ ﷺ کی دایہ فصاحت و بلاغت کے ماحول میں موجود ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے مجھ کو تمام عرب میں فصیح بنایا ہے، ایک تو ہمارا قبیلہ قریش فصاحت زبان میں بے مثل ہے، دوسرے میری پرورش قبیلہ بنو سعد میں ہوئی جو فصاحت و بلاغت میں مشہور و ممتاز ہے۔ (۲)

اُمّ النبی ﷺ (نبی اکرم ﷺ کی ماں):

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اسی قبیلہ سے تھیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو ظِئْرُ النَّبِی (نبی اکرم ﷺ کی دایہ) کہا جاتا تھا (۳) ان کو آپ ﷺ اُمّی (میری ماں) بھی کہا کرتے تھے۔ (۴)

سرور کائنات ﷺ نے رونق افروز عالم ہو کر سات دن تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے چند دن دودھ پلایا۔ اسی اثناء میں قبیلہ بنو سعد کی چند عورتیں بچے لینے مکہ آئیں، ان میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ انھوں نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا، اس لیے ان کا لقب اُمُّ النَّبِیِّ ﷺ مِنَ الرَّضَاعَة (رضاعی ماں) معروف ہو گیا۔ (۵)

حضور نبی اکرم ﷺ کو اس رشتہ اُمُومِیَّت کا اس قدر لحاظ تھا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بہن سلمیٰ رضی اللہ عنہا بنت ابی ذویب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے مَرْحَباً یا اُمِّی کہتے ہوئے اپنی چادر ان کے قدموں میں بچھا دی۔ (۶)

---

(۱) شرح الزرقانی، ذکر تزوّج عبداللہ　(۲) اکمال الکمال ۳/۸۰، الجواہر المضیۃ حرف الحاء
(۳) المواہب اللدنیۃ: ۲/۲۲　(۴) صفوۃ الصفوۃ ج ص ۸
(۵) اَلسِّیْرَةُ الْحَلْبِیَّةُ ذِکْر رَضَاعِهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (۶) اسد الغابہ، سلمیٰ بنت ابی ذویب

Marfat.com

بعض روایات میں یہ واقعہ خود حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

حضور ﷺ کو دودھ پلانے والی خواتین:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی دیگر خدمات کے ساتھ دودھ پلانے کی سعادت سے بڑا حصہ حاصل کیا، اس لیے آپؓ کے دو لقب معروف ہوئے:

(۱) مُرضعةُ النبی ﷺ [1] (۲) ظِئرُ النّبی [2]

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا تیس سال کی عمر میں مکہ میں آئیں تو حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لیے لے گئیں اور تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ وہ خدمت رضاعت کے بعد حضور ﷺ سے اُس وقت بھی ملیں جب آپ ﷺ کی شادی ہو چکی تھی۔ [3]

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ رحمت عالم ﷺ کو جن خواتین نے دودھ پلایا اور آپ ﷺ کی دیگر خدمات کی سعادت حاصل کی، ان سب کو (مُرضِعَةُ الرَّسُول اور ظِئرُ النّبی) القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت ثویبہؓ ابولہب کی باندی نے چند ایام دودھ پلایا، حضرت اُمّ فروہؓ، خولہؓ بنت المنذر السعدیہ کے نام بھی آتے ہیں۔ ان تینوں کے نام عاتکہ تھے، اس لیے ان کو اَلعَوَاتِك بھی کہا جاتا ہے۔ [4]

اُن کو اُمُّهَاتُ النَّبِیِّ ﷺ بھی کہا جاتا ہے۔ (الاستیعاب حلیمة السعدیہؓ)

اور اپنی والدہ کے علاوہ آپ ﷺ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ بنت اسد کو بھی اُمِّی بَعْدَ اُمِّی (میری ماں کے بعد ماں) کا اعزاز دیتے تھے۔ [5]

اُوپر لکھا گیا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بہن (آپ کی رضاعی خالہ) کا بھی آپ ﷺ

---

(۱) الاصابة، الحارث بن عبدالعزی (۲) الکمال فی رفع الارتیاب، باب الحلیمی

(۳) السیرة الحلبیہ: ۱/۱۵۰ (۴) السیرة الحلبیہ ذکر ارضاعہ

(۵) تاریخ الخمیس ذکر الاضار وعددها، زاد المعاد فصل فی امہاتہ

Marfat.com

بے حد احترام کرتے۔ ان کو امی فرمایا کرتے تھے تو خود حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو کس قدر اعزازات سے نوازتے ہوں گے؟

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جب حضور ﷺ کا نکاح ہوا تو اس کے بعد ایک مرتبہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے علاقے میں قحط سالی کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے ان کو چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ عطا فرمایا۔ (۱)

حلیمہ رضی اللہ عنہا بنو سعد سے مکہ آتی ہیں:

لکھا جا چکا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا جہاں گھر تھا، اب وہاں ایک جائے نماز ہے۔ اس مسجد میں دو رکعت نماز تحیّۃُ الوضوء یا تحیۃ المسجد کے پڑھنے کے بعد ہر مسلمان یہ سوچتا ہے کہ جب آمد و رفت اور مواصلات کے یہ ذرائع نہ تھے اس وقت حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے ساٹھ کلومیٹر دور جا کر کس طرح ننھے محمد ﷺ کو اپنا بیٹا بنا لیا؟ جو عرب کے رئیس زادہ تھے۔ کتابوں میں اس سوال کا جواب لکھا ہے کہ عرب میں عام رواج یہ تھا کہ جنگل کی کھلی فضا میں پرورش کی غرض سے کم سن بچوں کو لوگ دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے۔ دیہات کی عورتیں سال میں دو چار مرتبہ آتیں اور شیر خوار بچوں کو لے جاتیں۔ اس کے صلے میں دولت مند گھرانوں سے انعامات ملا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی پیدائش کے چند دن بعد بنو ہوازن قبیلے کی چند عورتیں مکہ آئیں اور کئی بچے لے کر خوش خوش واپس ہوئیں۔ (۲)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بھی جب قبیلہ بنو سعد سے چلیں اور مکہ پہنچیں تو عورتیں پورے مکے کا چکر لگا کر مختلف گھروں سے بچے لے جا چکی تھیں، اب اس مسکین عورت کے لیے ایک ہی بچہ رہ گیا، جس نے اس کی مسکینی کو غنا میں بدلنا تھا اور پوری دنیا میں اس کا نام روشن کرنا تھا، دیگر عورتیں بھی درِ نبوی ﷺ پہ آئیں اور یہاں سے بظاہر واپس ہو گئی تھیں،

---

(۱) الاکمال باب الحلیمی والحکیمی (۲) عیون الاثر، ذکر الخبر عن رضاعۃ ﷺ

Marfat.com

درحقیقت واپس کی گئی تھیں، ان میں وہ صلاحیت نہ تھی، جو فیضِ نبوت سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے، اس دربار سے اسے ملتا ہے جو عاجزی سے آئے، اپنی ہستی مٹا کے آئے، اللہ پر بھروسہ اور کامل توکل علی اللہ سے آئے، یہ صفات صرف حلیمہ رضی اللہ عنہا میں تھیں اور ادھر حضرت عبدالمطلب اگرچہ بہت متمول تھے لیکن ان کی سخاوت، مہمانداری اور غریب نوازی کے اوصاف مال کو زیادہ دیر گھر میں رہنے نہ دیتے۔ ابھی محرم کے مہینے تک حجاج مکہ سے واپس اپنے گھروں کو گئے تھے، اللہ کے یہ مہمان جب مکہ آتے تو ہاشمی گھرانہ ان کی دعوتوں میں اپنا سب کچھ لٹا دیتا تھا، اس سال ابرہہ کے کعبۃ اللہ پر حملے کی وجہ سے حجاج کا رش بھی بڑھ گیا تھا یعنی نہ اس گھر میں مال جمع تھا جہاں آپ ﷺ پیدا ہوئے اور نہ اس گھر میں تھا جہاں سے حلیمہ رضی اللہ عنہا آئیں، لیکن ان کو ابھی طلبِ صادق میں وہ درجہ حاصل نہ ہوا تھا جو نبی آخرالزمان ﷺ کو آغوش میں لینے کا مستحق بناتا، اس لیے انہوں نے حضور ﷺ کے گھر پہ دستک دی۔ جب معلوم ہوا کہ بچہ یتیم ہے تو سوال پیدا ہوا معاوضہ وحقِ خدمت کا کیا بنے گا؟ میں تو پہلے ہی غریب ہوں، شاید اس کا حق بھی ادا نہ کر سکوں، یہ سوچ کر مکے میں کوئی اور بچہ تلاش کرنے نکل گئیں۔ (۱)

لیکن کوئی ان کو بچہ دینے پہ راضی نہ ہوا، کیا سب بچے اپنی دائیوں کے ساتھ جا چکے یا حلیمہ رضی اللہ عنہا کو کمزور اور مفلوک الحال سمجھ کر کسی نے بچہ نہ دیا۔ وجہ کوئی بھی ہو، وہ خود فرماتی ہیں کہ محمد ﷺ کو گود میں لینے کی وجہ یہ تھی کہ مجھے کوئی بچہ ملا نہیں۔ (۲) راز اس میں یہی تھا کہ ان کو یہ شرفِ عظیم تب ہی مل سکا، جبکہ ان کی ساری اُمیدیں غیر اللہ سے ہٹ گئیں اور اپنے خاوند کو کہا: ''خدا کی قسم! میں ضرور اس یتیم کو لے کر جاؤں گی، اُمید ہے اللہ اس نومولود کو ہمارے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بنا دے۔'' (۳)

اب وہ اس قابل ہوئیں کہ تاجدارِ نبوت ﷺ کی خدمت کر کے اس لائق ہوں کہ حضرت محمد ﷺ ان کو ''اُمی'' (میری ماں) کہا کریں۔

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۳۱ (۲) (سیرۃ ابن ہشام: ۱/۱۶۲) (۳) عیون الاثر: ۱/۴۲

Marfat.com

شہر مکہ میں ایک طرف حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا یہ سوچ رہی تھیں وہاں حضرت آمنہ اپنے لخت جگر کو گود میں لیے غمگین تھیں کہ میرے یتیم کو سب آیا ئیں اسی وجہ سے گود نہیں لے سکیں کہ اس کے والد کا سایہ سر پہ نہیں ہے۔ (۱)

حلیمہ رضی اللہ عنہا حضرت محمد (ﷺ) کے مبارک قدموں میں:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ابھی اسی سوچ و بچار میں تھیں کہ کیا کیا جائے؟ خالی ہاتھ جائیں یا یتیم آمنہ کو لیتی جائیں؟ کہ اچانک ان کی ملاقات حضرت عبدالمطلب سے ہوئی:

عبدالمطلب: (حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے) آپ کون ہیں؟

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا: میرا نام حلیمہ سعدیہ ہے۔

عبدالمطلب: واہ واہ! حلیمہ یعنی حلم اور برداشت والی اور سعدیہ یعنی خیر وسعادت کا مرکز!

اس کے بعد جناب عبدالمطلب نے حلیمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میرے گھر میں ایک یتیم بچہ ہے، اسے لینے کے لیے بنوسعد کی عورتیں آئیں لیکن وہ اسے اس لیے نہ لے گئیں کہ اس کا باپ سر پہ نہیں ہے، انہیں اس بچے کی خدمت سے کیا صلہ ملے گا؟ آؤ میں تمہیں وہ نومولود دکھاؤں، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے مشورہ کیا اور درِ رسول ﷺ پہ حاضر ہوگئیں، حضرت عبدالمطلب انتظار میں ہی تھے، حلیمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو خوش ہوئے اور فرمایا: آؤ میں تمہیں اس حجرے میں لے چلوں جہاں وہ بچہ موجود ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں ان کے ساتھ اندر چلی آئی، وہاں آمنہ بھی مجھے دیکھ کر خوش ہو گئیں، مجھے مرحباً کہا، میرا ہاتھ پکڑا اور اس کمرے میں لے گئی، جہاں حضرت محمد ﷺ آرام فرما تھے، یہاں میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے جو دودھ سے زیادہ سفید تھا، آپ ﷺ کے نیچے سبز رنگ کا ایک کپڑا تھا، آپ ﷺ سیدھے لیٹے سو رہے تھے اور آپ ﷺ کے سانس کی آواز کے ساتھ مشک کی سی خوشبو نکل کر پھیل رہی تھی۔

---

(۱) مع المصطفیٰ: ۱/۴۲

Marfat.com

میں نے آپ ﷺ کو جگانا پسند نہیں کیا، پیار سے ہاتھ ان کے سینے پہ رکھا، آپ ﷺ فوراً مسکرائے اور میری طرف دیکھنے لگے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے ایک نور نکلا، جو آسمان تک پہنچ گیا ہے۔ میں دیکھ رہی تھی کہ (حجرے کے اندر ہونے کے باوجود) ہمیں آسمان تک نور ہی نور نظر آ رہا تھا۔ میں نے آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور گود میں لے لیا۔ (۱)

الوداع! بیٹے! الوداع:

ماں نے بچے کو آخری پیار کیا اور دعائیں دیتے ہوئے دو سال کے لیے بنوسعد بھیج دیا۔ ادھر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی سواری گھر سے باہر کھڑی اس شہسوار کے انتظار میں تھی جو اسے براق کی شوخیاں اور ہرن کی رفتار عنایت کرے، اس کی لگام تھامے حارث بھی سراپا انتظار تھے، اس نے دیکھا اس کی بیوی ایک ماہ جبیں کو سینے سے لگائے باہر نکلی، بنو ہاشم کے چشم و چراغ کو الوداع کہنے یوں تو سب ہی آئے، کمی تھی تو صرف عبداللہ کی اور اسے محسوس کیا تو صرف آمنہ اور عبدالمطلب نے۔ کسی کو کیا معلوم سہاروں کا وجود بہتر ہوتا ہے کہ ان کا ٹوٹنا مفید ہوتا ہے، اس راز کو جانیں تو وہ جانیں جو جانِ جاناں، محبوبِ دلبراں ﷺ کے ہمراز تھے۔ اس کمی کو پورا کرنے دادا آگے بڑھے، منے کو پیار کیا اور اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بازوؤں میں رکھ دیا۔ سہ رُکنی قافلہ جب مکہ سے چلا تو کسی نے دیکھا دادا کچھ گنگنا رہے ہیں، کان لگایا تو سنا گیا، وہ کاروانِ محمدی (ﷺ) پہ نظریں جمائے کہہ رہے تھے:

- میرے اللہ! یہ مسافر شہ سوار۔
- میرا محمد ﷺ ہے، اسے خیر سے واپس لانا۔
- ہر بدخواہ سے اسے بچانا۔

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۳۱؛ شرف المصطفیٰ: ۱/۴/۳۷

Marfat.com

- اور ہر بدطینت کو اس سے دور رکھنا۔
- سانپ تو جھاڑیوں میں موجود ہوتے ہیں۔
- وہ کسی اچھی نیت سے گھات نہیں لگاتے۔
- میرے اللہ! مجھے امید ہے یہی ہونہار میری عزت میں اضافہ کرے گا اور یہی اُمیدوں کا مرکز (بیت اللہ کی آبادی میں) میرا مددگار ہوگا۔

یہ ان اشعار کا بامحاورہ ترجمہ ہے جو سیّدنا محمد کریم ﷺ کے محترم دادا نے اس وقت پڑھے جب وہ اپنے لاڈلے پوتے کو بنوسعد جانے کے لیے رُخصت کر رہے تھے۔ (۱)

دشتِ بطحا سے گزرنے والو!

بنوسعد (شحطہ) سے آنے والے اس جوڑے کو ایک خوبصورت بچہ، خاندانِ ہاشم کا لعل اور مجاورینِ حرم کا متبرک ہونہار بیٹا مل گیا، بس وہ اسی نعمت پہ خوش ہو گیا تھا، اس نے نووارد کی زیارت کے ساتھ ہی اپنی بھوک، گھریلو غربت اور معاشی بدحالی کو بھی فراموش کر دیا تھا، اسے اُمید تھی کہ جس کا کوئی نہ ہو اس کا اللہ ہوتا ہے۔ اس کی رحمت کے ڈیرے وہیں ڈالے جاتے ہیں جہاں دل صاف ہوتا ہے، اس لیے جب انہوں نے یتیمِ مکہ کو گھر لے جانے کا فیصلہ کیا تو اپنے دل کو حرص وطمع اور لالچ کی جھاڑیوں سے پاک کر لیا اور کہا:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ لَنَا فِيْهِ بَرَكَةً (۲)

"عن قریب اللہ ہی ہمیں اس بچے کی برکت سے نوازیں گے۔"

تقدیر نے سنا تو بولی: اے حلیمہ (رضی اللہ عنہا)! بَرَكَةً؟ کوئی ایک برکت؟ کتنی چھوٹی بات کر دی! برکات ملیں گی برکات! تم نے مالک الملک سے اُمید باندھی، اس نے تجھے

---

(۱) دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱/۱۶۲، سماع الاسماع: ۴/۹۲ اور تاج العروس: ۸/۹۸ میں موجود اشعار کا مفہوم ادا کیا گیا

(۲) الروض الانف: ۲/۱۰۴

Marfat.com

محبوب المالک ﷺ دے دیا۔ تم نے ربُّ العالمین کی عطا پر بھروسہ کیا، اس نے تمہیں رحمۃ للعالمین ﷺ دے دیا۔ تم نے اپنی ضرورت کا سوچا، اللہ نے دیا تو اپنی شایانِ شان دیا۔

اے صحرائے عرب کے مسافرو! سحابِ نور تمہارے ساتھ ہے، ملائکہ صف بستہ تمہارے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے ہیں۔ آج آسمان کے دریچے کھول دیے گئے اور کرم کی بارش برستی ہے جواب تھمنے کا نام نہ لے گی، قیامت کی صبح تک سیراب کرے گی، ان دلوں کو جو اپنے اندر امیدوں کے وہ چراغ جلائیں گے جو تم نے جلائے، وہ اتباع کریں گے، اسی مولا و آقا کی جو تمہاری گود میں ہے، اے حلیمہ رضی اللہ عنہا! شہنشاہوں کے نام مٹ جائیں گے عبداللہ کے دُرِ یتیم ﷺ، آمنہ کے لال ﷺ کا نام ہی چلے گا۔ اس کے ساتھ تیرا نام بھی تاریخ انسانیت کے صفحات پر زرّیں نقوش میں لکھا جائے گا۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور حارث فرحاں و شاداں باتیں کرتے جا رہے تھے انہیں دو جہاں کی دولت مل چکی تھی۔ اسے کبھی گود میں رکھتے کبھی کمر پر بٹھاتے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا مہر و وفا کی یہ داستان لوگوں کو سنا کر حضور ﷺ سے اپنے تعلق کا اظہار کیا کرتی تھیں، ذرا اس لذیذ کہانی کے چند جملے ان ہی کی زبانی سنتے ہیں، فرماتی ہیں: میں نے اپنے خچر پر اپنے ساتھ آنحضرت ﷺ کو بھی بٹھا لیا۔ اب یہ خچر اتنا تیز چلا کہ سارے قافلے کو پیچھے چھوڑ گیا۔ یہاں تک کہ ساتھیوں میں سے کسی کا گدھا بھی چلنے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکا بالآخر میری ساتھی دایائیں مجھ سے کہنے لگیں: اے بنت ابی ذویب! تمہیں کیا ہو گیا؟ اتنا تیز مت چلو ذرا ہمارا بھی خیال رکھو۔ کیا یہ وہی خچر نہیں ہے جس پر تم آئی تھیں اور جسے ایک ایک قدم چلنا مشکل ہوتا تھا اور اب اس قدر تیزی؟ میں نے ان سے کہا: ہاں ہاں خدا کی قسم یہ وہی ہے۔ وہ کہنے لگیں: خدا کی قسم اس کا معاملہ عجیب ہے۔ (1)

---

(1) المواہب اللدنیہ، ۸۲/۱، سیرۃ ابن اسحاق: ۲۵/۱، تاریخ الخمیس: ۲۲۴/۱

Marfat.com

سواری نہ دیکھو، سوار دیکھو!

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سہیلیوں سے کہا: اللہ نے مجھے ایک شان دی اور اب میرا حال خاص سے بھی زیادہ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت (یعنی انتہائی کمزوری کے بعد) دوبارہ زندہ کیا اور کمزوری کے بعد مجھے طاقت اور قوت عطا فرمائی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تمہاری بری حالت ہو، تم بڑی غفلت اور بے خبری میں ہو۔ کیا تم جانتی ہو کہ میری کمر پر کون ہے؟

(حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی سب ہم جولیوں نے ایک بار پھر حلیمہ رضی اللہ عنہا اور اس کی سواری کو دیکھا حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو غالباً مکہ میں کسی نے بتا دیا کہ محمد ﷺ نامی بچہ نبی آخر الزماں ﷺ ہے۔ اس لیے) فرمایا: میری کمر پر سوار بچہ پیغمبروں کا سردار ہے۔ نہ اس سے بہتر انسان کوئی پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ یہ بچہ پروردگارِ عالم کا محبوب ﷺ ہے۔ (۱)

یہ سبزہ یہ فراوانی اور نزولِ محمد ﷺ کی برکات:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے خواتین کے سوال کا شافی جواب دیا اور انہیں درمیان راہ چھوڑتی سواری کو آگے لے گئی، فرماتی ہیں: ''آخر ہم بنی سعد کی بستی میں (اپنے گھر) پہنچ گئے، اس وقت میرے خیال میں روئے زمین پر سب سے زیادہ خشک اور قحط زدہ علاقہ یہی تھا مگر (آنحضرت ﷺ کی برکت سے) میری بکریاں (جب صبح چراگاہ میں جاتیں تو) اس حال میں شام کو واپس گھر آتی تھیں کہ ان کے پیٹ بھرے ہوتے اور ان کے تھن دودھ سے لٹکے ہوتے تھے۔ چنانچہ ہم ان کا دودھ دوہتے اور جتنا دل چاہتا پیتے۔ حالانکہ خدا کی قسم دوسروں کو (قحط کی وجہ سے اپنے جانوروں میں) ایک قطرہ دودھ بھی نہیں ملتا تھا اور ان کی بکریوں کے تھن سوکھے ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ گھروں میں رہنے والے (جو لوگ ہماری قوم کے تھے وہ) اپنے چرواہوں کو کہتے: آخر تمہیں کیا ہو گیا، تم لوگ اپنی

---

(۱) تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۴، شرح الزرقانی: ۱/۲۷۲

Marfat.com

بکریوں کو وہیں کیوں نہیں چراتے جہاں بنت ابوذویب (حلیمہ رضی اللہ عنہا) کی بکریاں چرتی ہیں۔ مگر ان کی بکریاں اس حال میں واپس ہوتیں کہ وہ بھوکی رہتیں اور دودھ سے خالی ہوتی تھیں جبکہ میری بکریاں پیٹ بھر کر چرتیں اور خوب دودھ دیتی تھیں۔ ہمارے اوپر اللہ کے فضل سے یہی خیر و برکت رہی کہ آنحضرت ﷺ کی عمر کے دو سال گزر گئے۔ آپ ﷺ اتنی تیزی کے ساتھ بڑھ رہے تھے کہ عام بچے اس طرح نہیں بڑھتے۔ چنانچہ دو سال میں ہی آپ ﷺ ایک تندرست اور مضبوط لڑکے معلوم ہوتے تھے۔" (۱)

برکاتِ حبیب رضی اللہ عنہا کے حیرت انگیز واقعات:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اس قسم کے بے شمار واقعات پیش آئے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام و مریم علیہا السلام کے ایامِ کم سنی کے حالات قرآنِ کریم میں موجود ہیں، جو معجزات، خوارقِ عادت یا ارہاصات کہلاتے ہیں۔ ان پر ہم سب کا ایمان ہے، اسی طرح حضور ﷺ کے بچپن میں جو حالات پیش آئے ان پر یقین کرنا چاہیے۔ ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ کے جھولے کو فرشتے حرکت دیتے تھے۔ (۲)

اس طرح کے واقعات اگر روایات میں ہوں تو ہرگز تعجب نہیں کرنا چاہیے بلکہ یقینِ کامل کے ساتھ انکا مطالعہ کرنا چاہیے، یہ عمل ایمان اور محبتِ رسول ﷺ میں ترقی کا ذریعہ ہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ایک روز آنحضرت ﷺ میری گود میں تھے کہ سامنے سے میری بکریاں گزریں۔ ان میں سے ایک قریب آئی اور اس نے آپ ﷺ کو

---

(۱) الروض الانف: ۲/۱۰۶، عیون الاثر: ۱/۴۲ تاریخ الطبری: ۲/۱۵۹، الکامل فی التاریخ: ۲/۱۵۹، تہذیب ابن ہشام: ۱/۴۴، الموسوعۃ فی صحیح السیرۃ: ۱/۱۰۲، الرحیق المختوم: ۱/۴۷، السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ: ۱/۱۹۴، سیرۃ ابن ہشام: ۱/۱۵۲

(۲) الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۱

Marfat.com

سجدہ کیا۔آپ ﷺ کے سر مبارک کو چوما اور دوسری بکریوں میں جا ملی۔ (۱)
بکری کا یہ تعظیمی سجدہ ابتداء تھی ان معجزات کی جو آئندہ تریسٹھ سالوں کے اندر حیوانات میں دکھائے گئے۔ دلائل کی کتابوں میں اس قسم کے لاتعداد خوارقِ عادات موجود ہیں جو جانوروں میں نظر آئے، وہ تمام واقعات اس واقعہ کی تائیدات ہیں آپ ﷺ کے لیے تو اونٹ اور درخت نے بھی سجدہ کیا۔ (۲)

آپ ﷺ سے ملنے والے اوّلین بچے:

والدہ کے بعد سب سے پہلے ثویبہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ ﷺ نے دودھ پیا تو آپ ﷺ کا ساتھی (رضاعی بھائی) مسروح تھا، رضاعی بھائیوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب، ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب، ابوسلمہ المخزومیؓ، عبداللہ بن الحارث السعدی (ابن حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے نام بھی آتے ہیں۔ (۳)

یہ وہ بچے ہیں جن سے آپ ﷺ کی اوّلین جان پہچان ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حلیمہ رضی اللہ عنہا بنت ابوذویب جس نے اللہ کے رسول ﷺ کو دودھ پلایا تھا، وہ بیان کرتی تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا تو اس وقت میں نے سنا کہ وہ عجیب کلام کر رہے تھے، وہ کہہ رہے تھے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً

ایامِ رضاعت میں چند بچوں سے ملاقاتیں:

جب حضرت محمد ﷺ کو دودھ پلائی کے لیے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا گیا تو وہاں پہلے سے موجود بچے عبداللہ ابن الحارث، انیسہ بنت الحارث اور حذافہ بنت الحارث،

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۳۳، تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۵ (۲) تاریخ الخمیس: ۱/۴۴

(۳) البدء والتاریخ: ۱/۳۳۵

(۴) دلائل النبوۃ، باب ذکر رضاع النبی ﷺ ج۱، ص ۵۸، سبل الھدیٰ والرشاد، باب قصۃ الرضاع

Marfat.com

(شیماء) سے ملاقاتیں رہیں۔[۱]

ایک بچی کا نام آسیہ ہے۔[۲]

ایک بھائی ابوسفیان تھا۔[۳]

شیماء رضی اللہ عنہا سب سے بڑی، باقی سب بچے چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ دودھ پینے والا بچہ بہت کمزور اور دُبلا پتلا تھا، اسے بھی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی چھاتی سے دودھ نہ ملتا تھا، باقی سب بڑی مشکل سے زندگی گزار رہے تھے، جیسے ہی کریم نبی ﷺ نے اس گھر میں قدم رکھا، بس سب بچوں کی عیش ہوگئی، اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کی صحت اچھی ہو گئی، دوسرے بھائی کو خوب دودھ ملنے لگا، گھر میں کھجوریں، اناج، دودھ، بکریاں سب کچھ وافر مقدار میں ملنے لگا، سب بچے، بڑے اور بستی والے لوگ جان گئے تھے کہ یہ سب کچھ حضرت محمد ﷺ کے صدقے سے مل رہا ہے۔[۴]

حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کی گود میں:

آپ ﷺ کی رضاعی بہن سیدہ شیما رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ پر واری واری جاتی تھیں، لوریاں دیتیں، دعائیں دیتیں، دل ہی دل میں ننھے محمد ﷺ کے جوان ہونے کے تصورات جماتیں، ایک دفعہ گھر سے باہر لے گئیں کہ سہیلیوں کو پتا چلے کہ ان کا محمد بھائی کتنا پیارا ہے؟'' واپس آئیں حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: فِیْ ھٰذَا الْحَرّ؟ اس گرمی میں کہاں لے گئی، محمد (ﷺ) کو؟ وہ بولیں: ''نہیں! میرے بھائی کو ذرا بھی گرمی نہیں لگی۔'' رَأَیْتُ غَمَامَۃً تَظِلُّ عَلَیْہِ ''میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جوان پر مسلسل سایہ کیے رہا، جب ہم رکتے، وہ بھی رک جاتا (اور جب پیارے محمد ﷺ اور میں) چل پڑتے تو وہ بادل کا ٹکڑا بھی سایہ کرنے کے لیے ہمارے ساتھ چل پڑتا۔[۵]

---

(۱) سیرت ابن کثیر، رضاعۃ من حلیمۃ رضی اللہ عنہا　(۲) المواہب اللدنیہ: ۱/۵۲۴

(۳) الزرقانی ۲/۳۴۹　(۴) سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۱۶۰

(۵) عیون الاثر، باب ذکر الخبر عن رضاعہ، الخصائص الکبری ج ۱ ص ۱۰۳، باب ذکر المعجزات والخصائص فی خلقہ

Marfat.com

فرشتوں کے اس طرح حضور ﷺ پر سایہ کرنے کا واقعہ کئی بار دیکھا گیا۔

حضرت شیما رضی اللہ عنہا کی لوریاں:

حضور ﷺ کی رضاعت کے لیے بنوسعد کا انتخاب یوں ہی نہیں ہو گیا تھا، اس میں جو بے شمار حکمتیں تھیں ان میں سے ایک وہاں کی لسانی ادبیت تھی، حضرت شیماء رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو گود لیتیں اور بعض لوریاں ان کی زبان سے ادا ہوتیں تو ان میں سادگی، اظہارِ محبت اور حقانیت کا ملا جلا مفہوم جھلکتا تھا۔ یہاں دو کا ذکر کیا جاتا ہے، وہ فرماتی ہیں:

هٰذَا اَخٌ لِّی لَمْ تَلِدْهُ اُمِّی وَلَيْسَ مِنْ نَسْلِ اَبِی وَعَمِّیْ

''یہ میرے بھائی ہیں ان کو میری ماں نے نہیں جنا اور نہ یہ میرے باپ اور چچا کی اولاد سے ہیں۔''

فَاَنْمِهُ اللّٰهُمَّ فِيْمَا تَنْمِیْ

''اے اللہ! اس کی آپ (بہتر) نشوونما فرمائیں، جس صورت میں آپ (بچے کی) اچھی نشوونما کرتے ہیں۔''(۱)

اس لوری میں وہ اپنے رشتہ رضاعت اور دلی تمنا کو دعائیہ انداز میں پیش کر رہی ہیں اور کبھی وہ اپنے اس رضاعی بھائی کے لیے یوں دعا کرتیں۔

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا ''اے رب! میرے محمد ﷺ کو زندہ رکھ!''

حَتّٰی اَرَاهُ يَافِعًا وَاَمْرَدًا ''یہاں تک کہ میں اس کو جوان دیکھوں۔''

ثُمَّ اَرَاهُ سَيِّدًا مُّسَوَّدًا ''پھر میں اس کو معزز اور سردار دیکھوں۔''

وَاكْبِتْ اَعَادِيَهُ مَعًا وَالْحُسَّدًا

''اس حال میں اس سے حسد رکھنے والے دشمن سرنگوں ہوں۔''

وَاَعْطِهِ عِزًّا يَّدُوْمُ اَبَدًا ''اے رب! اس کو عزت ودوام عطا کر!''(۲)

---

(۱) المواهب: ۱/۹۲، تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۴

(۲) الاصابة فی تمییز الصحابة رضی اللہ عنہم حرف الشين المعجمة ج ۷، ص ۳۳، ۷، سبل الهدیٰ: ۱/۳۸۰، نهاية الایجاز: ۱/۵۵، امتناع الاسماع ۴/۸۶، شرح الزرقانی: ۱/۲۷۵

Marfat.com

حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کی ان لوریوں میں سادگی اور اپنائیت کے ساتھ درسِ توحید نمایاں ہے۔ان کو یہ شرف ملا کہ ان کی گود سردار دو جہاں (ﷺ) کی آرام گاہ بن کر اللہ کے اس فرمان کا ایک حصہ بنی جس میں اس نے اپنے محبوب ﷺ کو ان کا بچپن یاد دلایا۔

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ (۱)

''کیا اس (اللہ) نے تجھے یتیم نہیں پایا، پھر تجھے ٹھکانہ دیا''

اللہ نے آپ ﷺ کی بہتر پرورش کے لیے جن خواتین کے دلوں میں محبتیں ڈالیں ان میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا، ان کی رضاعی بیٹی شیماء رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد کے نام آتے ہیں، اس قسم کا شرف جسے مل جائے کہ کوئی یتیم اس کی گود میں پروان چڑھے۔اسے ''مَاوَى الْيَتِيْم'' (یتیم کی جائے پناہ) لقب سے یاد رکھا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی زندگی کے یہ خوبصورت ایام پہاڑوں میں گھری اس وادی میں ایک تاریخ رقم کر رہے تھے، اس بستی کے رہنے والے بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں اور مرد حضور ﷺ کو دیکھتے تو ان کی بھوک مٹ جاتی، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا یہ گھر بقعۂ نور تھا، جہاں فرشتوں کی آمد کا سلسلہ بعید نہ تھا۔حضرت شیما رضی اللہ عنہا نے جو لوریاں دیں ان کے خلوص کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور اللہ نے ان کی دعائیں قبول کر کے ثمرات ان کی زندگی میں دکھا دیے۔

حضرت شیماء رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کا جھولا جھلاتیں یا گود میں لیے پھرتیں تو جو لوری دیا کرتی تھیں، اس کے جملوں پہ غور کریں اور جب وہ حضور ﷺ کی عمر کے اکسٹھویں سال میں حضورؐ کے سامنے اسیر ہو کر جعرانہ تک پہنچیں پھر حضور ﷺ نے ان کو آزاد کیا، قدموں میں چادر بچھائی، انعام سے نوازا اور وہ عزت دی جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی، تو انھوں نے دیکھا کہ ان کی لوری قبول ہوئی اور ان کے ان دعائیہ جملوں کی عملی تصویر نظر آئی جو انھوں نے ننھے محمد ﷺ کے لیے کہے تھے:

✧ ان کی تمنا تھی کہ محمد اس وقت تک زندہ رہیں کہ شیما رضی اللہ عنہا پیارے

---

(۱) سورۃ الضحیٰ:۶

Marfat.com

بھائی کی شاداب و بے داغ جوانی کو دیکھیں۔

- وہ کہتی ہیں کہ: اللہ! مجھے وہ وقت بھی دکھا کہ میرے اس بھائی کی قیادت کو پوری قوم تسلیم کرتی ہے۔
- وہ دعا کرتی تھیں کہ: اسے ایسی جوانی، سرداری اور محفوظ و مقبول حکمرانی ملے کہ حاسدین کے سر جھک جائیں، وہ اپنے حسد کی آگ میں خود ہی جلا کریں، پیارے محمد ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔
- ان کی تمنا تھی کہ ان کے بھائی کو وہ عزت ملے جو کبھی ختم نہ ہو۔

یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں، اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ حضرت شیماء رضی اللہ عنہا نے اپنی آنکھوں سے وہ سارے مناظر دیکھے جن کے خواب وہ اپنے رضاعی بھائی (حضرت محمد ﷺ) کے لیے دیکھا کرتی تھیں۔(۱) مکمل واقعہ آگے آتا ہے۔

میری ماں، میری ماں:

محبت کوئی سیکھے تو ہمارے نبی علیہ السلام سے سیکھے، ایک دن سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس دن ان کے وہ بیٹے (محمد ﷺ) جو ان کے پاس چار سال رہے، وہ اب جوانی سے آگے پہنچ چکے تھے، ڈھلتی عمر نے بھی سیّدنا محمد ﷺ کی خوبصورتی میں اضافہ ہی کیا تھا، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے علم میں تھا کہ وہ حضور ﷺ کے پاس جا رہی ہیں اور اک دھڑکا بھی کہ شاید مجھے وہ پہچان نہ سکیں۔ ان کو شاید کسی نے بتایا تو ہوگا کہ اب ان کی داڑھی اور سر میں کچھ سفید بال آ چکے ہیں، وہ پانچ بچوں کے باپ ہیں، سب بچیوں کی شادیاں کر چکے ہیں، اب وہ یتیم مکہ کے ساتھ ساتھ شاہِ بحر و بر ہیں، لاکھوں ان کے جانثار اور وہ خود سپہ سالار ہیں، وہ جہاں جاتے ہیں، فتح و نصرت ان کے قدم چومتی ہے، حضرت جبریل علیہ السلام ان کے جوتے سیدھے کرنے پہ فخر کرتے ہیں، وہ مکہ، مدینہ اور عرب کے بڑے بڑے شہروں اور بستیوں کے بعد یمن اور

---

(۱) سبل الہدیٰ: ۳۸۰، نھایۃ الایجاز ۱/۵۵ امتناع الاسماع: ۶/۸۶، لوری کے عربی اشعار اور ان کا ترجمہ گزشتہ سطور میں لکھا جا چکا ہے

Marfat.com

حبشہ میں تسلیم کیے جاتے ہیں، وہ سات آسمانوں، جنت اور بیت المقدس کی سیر کر چکے ہیں، وہ جب چلتے ہیں تو ملائکہ ان کے ساتھ ہوتے ہیں، ان کے جاں نثار ایسے کہ کسی بادشاہ کو ایسے سپاہی نہ ملے، بنو سعد کی پہاڑی کے دامن میں کھیلنے والے حضرت محمد ﷺ اب خطیب ہیں، سردار ہیں، رہبر و راہنما ہیں، پوری دنیا کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور جہاں بانی کا یہ کام ان کے غلاموں نے بھی کرنا ہے، وہ اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور اللہ ان کی عزت و توقیر، رعب، دبدبہ، محبوبیت اور شان میں دن بدن اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا اس وقت ۸۰ سے زیادہ عمر کی ہو چکی تھیں۔ حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے، وہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا ایک خاتون آگے بڑھی آ رہی ہے، حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم میں گوشت تقسیم فرما رہے ہیں (اچانک آپ ﷺ کی نظر اس عورت کی طرف اُٹھی، آپ ﷺ نے سب کام چھوڑے اور اُمّی اُمّی ''میری ماں، میری ماں'' کہتے ہوئے آگے بڑھے اور اپنی چادر اماں کے قدموں میں بچھا دی۔ (غزوۂ حنین سے آئے ہوئے ہزاروں مجاہدینِ اسلام یہ منظر دیکھ کر متعجب ہو رہے تھے کہ یہ عورت کون ہے جس کی دربارِ نبوت میں یہ عزت افزائی ہے؟) واقف کاروں سے پوچھا گیا تو جواب ملا: یہ جناب رسولِ اکرم ﷺ کی رضاعی ماں ہیں۔ (۱)

حضور ﷺ حلیمہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ دیکھا اور برکاتِ نبوت سے استفادہ کیا اور غیر معمولی اثرات لیے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں وہ آتی رہتی ہوں گی، مکہ مرجعِ خلائق تھا، اس لیے ان کی یہاں حاضری ناممکن نہیں ہو سکتی، وہ کئی بار آئی ہوں گی تاہم تاریخ نویسوں نے تو وہ لکھنا ہوتا ہے جس کا ثبوت ہو۔

---

(۱) المواہب اللدنیہ: ۱/۵۲۴، الزرقانی: ۱/۲۶۵، الروض الانف ۲/۱۱۵، عیون الاثر: ۱/۴۵، شفاء: ۱/۱۱۸، تاریخ الخمیس ۲/۱۰۹ مغازی الواقدی: ۲/۸۰۶

Marfat.com

مورخین لکھتے ہیں: حضور ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ دو دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں آسکیں، غزوۂ حنین سے پہلے اس وقت حاضر ہوئی تھیں، جب حضور ﷺ کی شادی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہو چکی تھی۔ عادت، کے مطابق حضرت نبی علیہ السلام نے ان کے گھر کے احوال لیے، بہن بھائیوں کا پوچھا، معاشی مسائل معلوم کیے تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: بیٹے! (اب تم سے کیا چھپانا) ہمارے علاقہ میں قحط پڑا ہوا ہے، لوگ بھوکے رہتے ہیں، ان کے جانور بھی چارے۔ سے محروم ہیں (حضور ﷺ نے یہ سنا تو آپ ﷺ کا رحیم و کریم دل بھر آیا اور) ان کو اونٹوں اور بکریوں کا ایک ریوڑ عنایت فرمایا۔ اس دن حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بیٹے (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن الحارث) بھی تھے، جو ایمان لا چکے تھے۔ (۱)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے بعد کسی دن حضور ﷺ کے رضاعی والد بھی حاضرِ خدمت ہوئے، حضور ﷺ نے ان کا بھی احترام کیا کہ جس کپڑے پہ حضور ﷺ تشریف فرما تھے اس کا ایک کونہ آپ ﷺ نے اپنے رضاعی والد کے لیے پھیلا دیا تاکہ وہ اس پر بیٹھ جائیں۔ پھر والدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو ان کے لیے چادر بچھائی اور سامنے بٹھایا۔ پھر ان کے رضاعی بھائی آئے، آپ ﷺ ان کے احترام میں کھڑے ہوئے اور سامنے بٹھایا۔ (۲) اس خاندان کو آپ ﷺ نے نظر انداز نہیں فرمایا ہمیشہ یاد رکھا۔

حضرت شیماءؓ درِ نبی ﷺ پہ:

بنو سعد میں آپ ﷺ کے جو ایام گزرے، آپ ﷺ نے زندگی بھر یاد رکھے اور وہاں کے رضاعی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور میل ملاقات بھی رہی، تاریخ نویسی کے نہ ہونے کی وجہ سے چند واقعات معلوم ہو سکے۔ باقی روزگار زمانہ کی گھٹاؤں میں کہیں کھو گئے۔ آپ ﷺ حارث کو اپنا والد، ان کے بیٹوں کو اپنا بھائی کہتے اور سمجھتے تھے۔ جب

---

(۱) شرح الزرقانی: ۱/۲۸۲، الروض الانف: ۲/۱۱۵، عیون الاثر ۱/۴۵، شرح الشفاء: ۱/۲۶۳، تاریخ الخمیس: ۲/۱۰۹

(۲) سیرۃ ابن کثیر: ۳/۶۸۸

Marfat.com

حضور ﷺ کو نبوت ملی، تیرہ سال بعد مدینہ کی ہجرت کی، زمین وآسماں میں آپ ﷺ کا چرچا ہو چکا تھا۔ اس وقت تک آپ ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کہاں تھیں، ان کی شادی کس قبیلے میں ہوئی اور وہ کہاں رہیں؟ اللہ جانتا ہے۔ البتہ فتح الباری میں یہ لکھا ہے کہ ۸ھ، ماہِ شوال میں جب اہلِ اسلام بنو ہوازن سے نبرد آزما ہوئے اور اللہ کی کھلی مدد آئی، اس قبیلے کے چھ ہزار قیدی، چالیس ہزار بکریاں، چوبیس ہزار اُونٹ اور چار ہزار اوقیہ چاندی مالِ غنیمت میں آئیں، تو ان میں حضرت شیماء رضی اللہ عنہا بھی قید ہو کر آئیں۔ گرفتار ہونے والوں میں بنو سعد (خاندانِ حلیمہ رضی اللہ عنہا) کے مرد اور عورتیں بھی تھیں۔ جعرانہ کے مقام پر سب اسیروں کو رکھا گیا تھا۔ ان چھ ہزار قیدیوں کو امام الانبیاء ﷺ نے نہ صرف معاف کیا، آزاد بھی فرما دیا، اس دن بنو ہوازن کے خطیب نے حضور ﷺ سے درخواست کی:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ان قیدیوں میں آپ ﷺ کی (رضاعی) پھوپھیاں، خالائیں اور گود کھلانے والیاں بھی ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ! اگر اس قسم کی درخواست ہم کسی (دنیاوی) بادشاہ کے سامنے کرتے تو وہ مہربان ہو جاتے، جبکہ آپ ﷺ سے بہتر تو کوئی ایسا ہے نہیں، جس کی کسی نے کفالت کی ہو۔'' (سیدِ دو عالم ﷺ سب سے زیادہ مہربان اور رشتوں، ناتوں پہ رقیق القلب تھے۔) اور آج تو معافی کی درخواست میں آپ ﷺ کی رضائی ماؤں اور بہنوں کا حوالہ بھی دے دیا گیا تھا، اس لیے (آپ ﷺ کا سحابِ کرم اس دن ایسے برسا کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو انسانیت نوازی اور عفو وکرم کا خطبہ دیا جسے سن کر) تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے قبضے کے قیدی اور اموال واپس کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور چھ ہزار جنگی اسیروں کو رہا کر دیا، قیمتی سامان اور جانور بھی واپس کر دیے۔ (1)

میں آپ ﷺ کی بہن ہوں:

دنیا کا کوئی بادشاہ اتنی بڑی فتح کے بعد یوں لوگوں کو آزاد نہ کرتا، ایسی مثال

(1) تاریخ دمشق لابن عساکر: ۵۸/۲۷۱، تاریخ الخمیس: ۲/۱۱۲، الوفاء ۱/۷۹، فتح الباری: ۸/۳۴

Marfat.com

حضور ﷺ کی سیرت میں ملتی ہے یا آپ ﷺ کے ماننے والے اُمتیوں کی زندگیوں میں ملتی ہے۔ ان اسیرانِ جنگ میں رسولِ کریم ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیماء رضی اللہ عنہا بنتِ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں ان کو حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا تو انھوں نے کہا:

اِنّی لَاُختُکَ مِنَ الرَّضَاعَة

یا محمد ﷺ! میں آپ کی رضاعی بہن شیما رضی اللہ عنہا ہوں۔

آپ ﷺ کی دایہ (رضاعی ماں) حلیمہ رضی اللہ عنہا کی دختر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہو، اس کا ثبوت؟'' شیما رضی اللہ عنہا نے عرض کی: میری والدہ آپ ﷺ کو دودھ پلاتی اور میں آپ ﷺ کو گود لیتی تھی۔ ایک روز میں نے آپ ﷺ کو اپنی پشت پر اُٹھا رکھا تھا کہ عُضَّةً عَضَضْتَهَا فِیْ ظَهْرِیْ آپ ﷺ نے مجھے پیٹھ میں کاٹ لیا جس کا داغ اب تک موجود ہے۔ انہوں نے جب حضور ﷺ کے ننھے دانت کا تاریخی نشان حضور ﷺ کو دکھایا تو۔۔۔

فَبَسَطَ رِدَائَه' فَاَجْلَسَهَا عَلَیْهِ وَرَمَتْ عَیْنَاهُ

آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بہن کے لیے اپنی ردائے مبارک زمین پر بچھا کر فرمایا: اس فرش پر بیٹھ جاؤ، اگر میرے ساتھ رہنا منظور ہو تو میں تمہارا بھائی ہی ہوں، تمہاری توقیر میں کوئی فرق نہ آنے دوں گا، اگر اپنے قبیلہ میں جانا پسند ہو تو اس کا بھی تمہیں اختیار ہے، بھائی کی طرف سے بہن کے لیے ایک کنیز اور تین غلام حاضر ہیں اور ساتھ ہی بکریوں کا ایک ریوڑ بھی! شیما رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے حسنِ اخلاق سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ اسی وقت مشرف باسلام ہو گئیں۔ ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو دوسری اشیاء کے علاوہ کچھ رقم اور کپڑے بھی عنایت فرمائے۔ (۱)

---

(۱) الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ الشیماء، سیرۃ ابن کثیر: ۳/ ۶۸۸

Marfat.com

ماں کے بعد میری ماں:

جن خواتین کے لیے دو جہانوں کے سردار (سیّدنا محمد کریم ﷺ) اُمّی، اُمّی ''میری ماں، میری ماں'' کہتے ہوئے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے، ان میں ایک نام حضرت شیما رضی اللہ عنہا کا بھی ہے۔[۱] دیگر خوش نصیب خواتین یہ ہیں:

- زہے نصیب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے، وہ امام الانبیاء علیہ السلام کی ماں کہلائیں۔
- قسمت کا ستارہ بلند ہوا۔ حضرت شیما رضی اللہ عنہا کا، انہیں خاتم المرسلین ﷺ اُمی، اُمی ''میری ماں، میری ماں'' فرمایا کرتے تھے۔
- حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کی کون سی ادا اللہ کو پسند آئی کہ وہ ابولہب کی باندی تھیں، حضور ﷺ نے دنیا میں آ کر سب سے پہلے انہیں آزاد کروایا اور وہ اُن میں شمار ہوئیں جن کو سید الاوّلین والآخرین ﷺ نے اُمّی (میری ماں) قرار دیا۔ ان کے لیے دربارِ رسالت ﷺ سے اس وقت بھی ہدیے آتے تھے جب وہ مکہ میں تھیں اور خاتم المرسلین ﷺ مدینہ میں جلوہ افروز تھے۔[۲]
- اپنے اپنے مقدر کی بات ہوتی ہے۔ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت کی، حضورِ انور ﷺ ان کو بھی اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّی فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔[۳]
- فخر الرسل ﷺ نے اپنے محسنین کو بھلایا نہیں، نوازا کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد ابوطالب کے گھر میں آپ ﷺ کے لباس، خوراک، آرام اور رہن سہن کے انتظامات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ابوطالب کی بیوی حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا نے دلچسپی لی، حضور ﷺ ان کی وفات کے دن ان کی میت کے پاس بیٹھے تھے اور فرما رہے تھے:

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۵۲:
(۲) المواہب اللدنیہ: ۱/۵۲۴
(۳) سیرۃ ابن کثیر: ۴/۶۴۱

Marfat.com

اُمّی بَعْدَ اُمّی ''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد نے میری والدہ کی وفات کے بعد ماں کا کردار ادا کیا۔''(۱)

الغرض: بچپن میں جس نے بھی آپ ﷺ کی خدمت کی آپ ﷺ نے انہیں ہمیشہ اچھے الفاظ میں یاد رکھا، حضور ﷺ ان خواتین کو ''اُمّی'' (میری ماں) فرماتے تو سننے والے ان خواتین کی خوش قسمتی پر رشک کرتے تھے۔

اُمّھاتُ النّبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایمان:

حضرت آمنہ کے عقیدۂ توحید اور نجاتِ اخروی کے متعلق لکھا جا چکا، حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر مُرضعاتُ النّبی ﷺ کے بارے میں دونوں قسم کی آراء ہیں، بعض ان کے قبولِ اسلام کے دلائل دیتے ہیں اور بعض نے ان کو صحابیات رضی اللہ عنہن میں شمار کرنے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ ان کے نزدیک صحابی کی تعریف میں ان حضرات و خواتین کو شامل کیا جاتا ہے جن سے حضور ﷺ کی کوئی روایت ہو یا کچھ عرصہ انہوں نے حالتِ ایمان کے ساتھ صحبتِ نبوی (ﷺ) میں گزارا ہو۔ لیکن امام علی بن ابراہیم الحلبی (ابوالفرج رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ جس عورت نے بھی حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، نورِ مجسم، رسولِ اکرم، ہادیِ دو عالم ﷺ کو دودھ پلایا اسے ایمان ملا۔(۲)

ملاحظہ: رضاعی ماؤں کا ذکر، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت، حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کی لوریاں، بنو سعد کے بچوں کے تذکرے اور برکاتِ رسول ﷺ کے بیان کے بعد اب باب نمبر ۴ میں آپ ﷺ کے بچپن اور چار سالہ دورِ طفولیت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

---

(۱) وفاء الوفاء: ۳/۸۷ (۲) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۵۳

Marfat.com

باب: ۴

بچپن، لڑکپن اور بشارتیں

(حضرت آمنہ، اُمِّ ایمنؓ اور عبدالمطلب)

دو سال مدتِ رضاعت کے بعد چند دن قیامِ مکہ، حضرت آمنہ کا پیار، حضرت عبدالمطلب کی محبتیں، کعبہ کی حاضریاں، آسمانی بشارتیں اور یہودیوں کی سازشیں، دوبارہ بنوسعد تشریف آوری اور چراگاہ میں مصروفیت کے ساتھ، شق صدر کے واقعات کا دل نشیں اور سبق آموز تذکرہ، اس باب کی زینت ہے۔

مکہ میں انتظار، حبشہ میں ذکرِ رسول ﷺ:

یہ ان دنوں کا ذکرِ جمیل ہے جب سیّدِ دو عالم ﷺ کی عمر شریف دو سال ہو چکی اور وہ ابھی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے، دادا عبدالمطلب کو اپنے بیٹے عبداللہ کی یہ نشانی رہ رہ کر یاد آتی تھی۔ آپ ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے آنے ہی والے تھے، دودھ پلائی کی دو سالہ مدت پوری ہونے کو تھی۔ (۱)

چچا جنابِ ابو طالب، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب، چچی فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد اور حضرت امُّ الفضل رضی اللہ عنہا اور خاندانِ ہاشمی کے سب بچے، بوڑھے اور جوان منتظر تھے کہ وہ نورانی چہرہ اب بہت جلد ہمارے درمیان ہوگا۔

ادھر مکہ میں حبشہ سے خبر آئی کہ سیف بن یزن بادشاہ حبشہ پر غالب آ چکا ہے (وہ حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہے اور آسمانی علوم سے بھی واقف ہے) دادا حضرت عبدالمطلب کو یہ خبر پہنچی کہ عرب کے امراء، تجار، شعراء و ادباء اور دھاۃ و مدبّرین شاہِ حبش سے اظہارِ یکجہتی اور مبارک بادی کے لیے وفود کی صورت میں جا رہے ہیں تو انہوں نے

۱- اخبار مکۃ للازرقی: ۱/۱۴۹

Marfat.com

اُمیہ بن عبدالشمس، عبداللہ بن جدعان، اسد بن عبدالعزیٰ، وہب بن عبدمناف اور قصی بن عبدالدار کو ساتھ لیا اور حبشہ پہنچ گئے، دربار میں بادشاہ سے ملاقات ہوئی، حضرت عبدالمطلب نے وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے مبارک بادی کا ایک خطبہ اس کے سامنے پیش کیا اور اسے آگاہ کیا "ہم (قافلۂ عرب) بیت اللہ کے خادم اور اس کے پڑوسی ہیں"

بادشاہ: آپ کون ہیں اے کلام کرنے والے؟

عبدالمطلب: میرا نام عبدالمطلب ہے اور میرے والد کا نام ہاشم۔

(بادشاہ حضرت ہاشم کو جانتا تھا، حضرت ہاشم بھی اپنی قوم اور بیت اللہ کے سفیر کے طور پر بادشاہ سے میل ملاقات رکھتے تھے۔ اس لیے وہ نبی علیہ السلام کے حسب، نسب سے واقف تھا۔ اس کا اپنا نسب حضور ﷺ کے آباء سے ملتا تھا۔)

بادشاہ: اچھا تو آپ میری بہن کے بیٹے (میرے رشتہ دار بھی) ہیں۔

عبدالمطلب: جی ہاں (آپ درست سمجھے ہیں)۔

بادشاہ: خوش آمدید! یہ گھر آپ کا گھر ہے۔

اس تفصیلی ملاقات، ملکی حالات اور گفت وشنید کے بعد اہلِ حرم کا یہ وفد ایک ماہ تک شاہی مہمان کے طور پر وہاں مقیم رہا۔ ایک دن شاہِ حبشہ نے ملاقات کا خصوصی اہتمام کیا۔ اس نے صرف حضور ﷺ کے دادا جی کو اس وقت بلایا، جب اسکے خلوت کدے میں کوئی تیسرا شخص نہ تھا۔ اس نے اپنی قریب ترین نشست پر حضرت عبدالمطلب کو بڑی عزت و وقار سے بٹھایا اور عرض کرنے لگا:

"دیکھو میں تمہیں ایک راز سے آگاہ کرنے لگا ہوں۔ مجھے امید ہے تم اس وقت تک اسے محفوظ رکھو گے، جب تک اللہ تعالیٰ خود اس راز کو دنیا کے سامنے علی الاعلان ظاہر نہ کر دے، تمہارے لیے یہ بڑی اچھی خبر ہے۔"

عبدالمطلب: آپ بے فکر رہیے، اللہ آپ کا ملک سلامت رکھے اور عرب آپ کے پاس جماعت در جماعت حاضر ہوتے رہیں۔

بادشاہ: شاہی خزانے کے خاص الخاص رازوں اور اس کی چھپی ہوئی کتابوں میں یہ لکھا

Marfat.com

ہے کہ تہامہ (سرزمینِ حجاز) میں عنقریب ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے، اس کے کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی اور اس کی سرداری روزِ قیامت تک رہے گی۔ شاید وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے ہماری کتابوں میں جس زمانے کی علامات بتائی گئی ہیں وہ وقت آ ہی چکا ہے۔

عبدالمطلب: جتنی بڑی خیر کی خبر میں آپ سے سن رہا ہوں ایسی خوشی کی بات تو کسی بھی امیرِ قافلہ کو ابھی تک نہیں ملی۔ (اگرچہ عرب کے اور قافلے بھی آئے ہوئے ہیں) اگر بادشاہ سلامت مناسب سمجھیں تو اس خوش خبری کی مزید وضاحت فرمادیں۔

بادشاہ: اس بچے کا نام محمد (ﷺ) ہوگا، اس کے والدین (بچپن میں) وفات پا چکے ہوں گے، وہ اپنے دادا اور چچا کی کفالت میں رہے گا۔ وہ لوگوں کی عزتوں کا دفاع کرے گا، اس کے ذریعے شرفاء کو غلبہ حاصل ہوگا، وہ رحمان کی عبادت کرے گا اور شیطان کو رُسوا کرے گا، وہ آئے گا تو حق آ جائے گا اور باطل بھاگ جائے گا۔

(بادشاہ نے یہ باتیں کرکے برس ہا برس کا شاہی راز افشاء کر دیا)۔

عبدالمطلب: بادشاہ سلامت! یہ آپ مجھے نئی خبر نہیں دے رہے۔ بلکہ ایسی (ایک) خبر کی وضاحت کر رہے ہیں (جو مجھے پہلے سے معلوم ہے۔)

بادشاہ: معلوم ہوتا ہے آپ اس بچے کے دادا ہیں، اے عبدالمطلب! سچ سچ بتاؤ یہاں کوئی ہماری بات نہیں سن رہا، یہ کمرہ ہر طرف سے محفوظ ہے، باہر پہرے دار کھڑے ہیں۔ بولو! کیا آپ نے میری باتوں میں کوئی شے محسوس کی ہے؟

عبدالمطلب: جی ہاں، بادشاہ سلامت! میرا ایک بہت ہی خوبصورت و نیک سیرت بیٹا تھا، مجھے اس عظیم فرزند (عبداللہ) پر فخر تھا، میں نے شریف گھر کی نیک سیرت لڑکی سے اس کی شادی کی، آمنہ بنتِ وہب اس کا نام ہے۔ اس نے ایک لڑکا جنم دیا، ہم نے اس کا نام محمد (ﷺ) رکھا۔ اب بچے کے ماں باپ وفات پا چکے، وہ بچہ اپنے دادا اور اپنے چچا کی کفالت میں ہے۔ (میرے بعد اس کا چچا کفیل ہوگا۔ یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا)

بادشاہ: آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس بچے کی حفاظت کرو، ابھی کسی کو ہماری ان باتوں کی

Marfat.com

خبر نہ ہو۔ یہ بات اپنے قافلے کو بھی نہ بتانا، وہ حسد کرنے لگیں گے اور نہ اس بات کا یہودیوں کو علم ہونا چاہیے ورنہ وہ ان کو تکلیف پہنچانے کی تدبیریں کریں گے۔ مجھے (اس نبی ﷺ کی آمد کا) یقین ہے، میں عمر کے اس درجے کو پہنچ چکا ہوں کہ اس عظیم الشان نبی ﷺ کی نبوت کے ایام تک شاید زندہ نہ رہوں، میرا دل چاہتا ہے کہ (اگر وہ میری زندگی میں مقامِ نبوت تک پہنچ جائے تو میں) یثرب (مدینہ) میں اس کے استقبال اور حفاظت کے لیے اپنی فوج لے جاتا، اس کا استحکام اسی شہر (مدینہ) میں ہوگا۔ وہ یہیں سے اُبھرے گا اور ہر طرف چھا جائے گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس بچے کی حفاظت ہو ورنہ اس کے بچپن میں ہی سب لوگوں کو بتا دیتا کہ یہ اللہ کے نبی ﷺ ہیں (اس نے پھر حضور ﷺ کے دادا کو مخاطب کیا اور کہا:)

اے عبدالمطلب! میں یہ راز تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ اس کے بعد بادشاہ نے مکہ کے اس قافلے کو بلایا، ان میں ہر شخص کو دس دس غلام، دس دس لونڈیاں، دو دو پوشاکیں، پانچ پانچ رطل سونا، سو اُونٹ اور ایک تھال بھر عنبر دینے کا حکم دیا اور (نبی آخر الزمان ﷺ کی پرورش کے لیے) عبدالمطلب کو دس گنا دیا اور کہا: ایک سال بعد اس بچے کی خبر میرے پاس لے کر آنا۔ (بادشاہ ایک سال بعد فوت ہو گیا)

عبدالمطلب اپنے ہمراہی سردارانِ مکہ کو کہا کرتے تھے: جو مال مجھے بادشاہ نے دیا وہ ختم ہو جائے گا اس پر رشک نہ کرو، رشک کے لائق وہ چیز ہے جو باقی رہے گی اور میرے بعد میرا اچھا نام جاری رہے گا۔

لوگ پوچھتے: وہ کیا ہے؟ فرماتے: بس عنقریب تم دیکھ ہی لو گے، سب کچھ ظاہر ہوگا۔ اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہی۔ (۱)

یہود سے احتیاط کیوں؟

بادشاہ سیف بن یزن نے بھی حضرت عبدالمطلب کو حضور ﷺ کی شانِ رسالت

(۱) مختصراً من سبل الہدیٰ والرشاد: ۱/ ۱۲۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۰، الاکتفا بما تضمنہ من مغازی: ۱/۹۲، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۵۵

Marfat.com

کے اظہار سے روکا اور حضرت عبدالمطلب بھی عام لوگوں کو یہ نہیں بتاتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں، ان کا یہ اخفاء اسی لیے تھا کہ یہودی ان کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ جیسا کہ شاہ ابنِ یزن نے بھی کتبِ سابقہ کی روشنی میں اظہار کر دیا تھا۔

قرآن کریم نے بھی یہود کی اس طبعی کجی سے پردہ اس طرح اُٹھایا۔

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (ال عمران:۱۱۲)

''یہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں۔''

ان ہی وجوہ کی بنا پر ابوطالب نے بھی آپ ﷺ کے متعلق (آپ ﷺ کے لڑکپن میں) لوگوں کو نہیں بتایا کہ آپ ﷺ نبی ہونے والے ہیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھی اس قسم کے حالات و واقعات دیکھنے میں آئے کہ یہود نے ایذا رسانی کی کوشش کی اور اللہ نے حفاظت فرمائی۔ یہود اپنی طبعی سوچ کی وجہ سے مجبور تھے۔ حالانکہ یہ حضرات حضور ﷺ کے ان معجزات کو بارہا مرتبہ دیکھ چکے تھے، جو یوم پیدائش سے اعلانِ نبوت تک منجانب اللہ دکھائے گئے۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا کی گود سے آمنہ کے گھر تک:

حبشہ میں حضور ﷺ کا ذکر ہو رہا تھا، بنو سعد میں سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو رہا تھا اور پورا علاقہ انوارات سے معمور تھا۔ ادھر مکہ میں حضرت آمنہ نے دو سال کا ایک ایک دن پیارے بیٹے کے بغیر نہ معلوم کس طرح انتظار کی کلفت میں گزارا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا دل نہ چاہتا تھا کہ پیارے بچے کو جدا کریں لیکن مجبوراً (وعدہ وفائی کے لیے) اپنے خاوند کے ساتھ اونٹنی کو باہر نکالا اور مکہ کی طرف چل دی۔ حضرت محمد ﷺ کی جدائی سے سب بچے مغموم تھے، حضرتِ حلیمہ رضی اللہ عنہا ان کو مکہ لیے جا رہی تھیں اور انہیں حضور ﷺ کی ایک ایک ادا یاد آ رہی تھی۔

اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے بچپن میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ عمر بھر

Marfat.com

بیان کر کے اپنے ایمان کی تجدید کرتی رہیں۔ وہ فرماتی ہیں ''ایک رات جب ان کی آنکھ کھلی تو اپنے پہلو میں حضرت محمد ﷺ کو مسکراتے پایا، آپ ﷺ کے ہونٹ ہل رہے تھے، رات کے سناٹے میں ایسے دلنشیں الفاظ سمجھ آرہے تھے کہ حضور ﷺ اللہ کی حمد و ثنا بیان کر رہے ہیں۔ (۱) اس قسم کی یادوں اور حضور ﷺ کی معصومانہ اداؤں کو دل میں بسائے، دعائیں کرتیں کرتیں مکہ پہنچ گئیں۔ بیت اللہ کے پاس سے گزریں اور شعبِ ابی طالب کے پاس مرحوم عبداللہ کے دروازے پہ اُتریں۔ حضرت محمد ﷺ نے حضرت آمنہ کو دیکھا، حلیمہ رضی اللہ عنہا کی گود سے ماں کی طرف لپکے اور ممتا کے سینے سے جا لگے۔

دادا کے ہاتھوں میں:

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب دو سال دودھ پلانے کے پورے ہو گئے اور جوں جوں حضرت محمد ﷺ کے مجھ سے جدائی کے دن قریب آتے گئے، میرا دل اُداس رہنے لگا کہ بس یہ برکتیں اور رحمتیں میرے گھر کے آنگن سے الوداع ہو رہی ہیں، جو محمد عربی ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے ہم سب گھر والوں کو مل رہی تھیں، اس لیے جب حضرت محمد ﷺ کو ساتھ لے کر سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو عرض کی کہ کچھ دنوں کے لیے مزید خدمت کا موقع دیدیا جائے تاکہ ہم حضور ﷺ کی برکات حاصل کر سکیں۔ (۲)

جب حضور ﷺ مکہ پہنچے تو حضرت عبدالمطلب بھی حبشہ سے آچکے تھے، آمنہ اور حلیمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ اس دوران مکہ کے رئیس اعظم ساداتِ عرب کے راہنما عبدالمطلب حضرت محمد ﷺ کے جدامجد اپنے پوتے کے آنے کی خبر سن کر آمنہ کے گھر آئے تھے، انہوں نے اپنے پوتے کو دیکھا، گود میں لیا، پیار کیا، نظریں حضرت محمد ﷺ کے چہرے پر جمالیں اور کہا:

نَمَا نُمُو الهلَال ''ارے چاند سا چہرہ''
وَهُوَ يَتَكَلَّم بِفَصَاحَةٍ یہ باتیں بھی کتنی بھلی کرتا ہے۔

---

(۱) تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۵　(۲) سیرت ابن ہشام باب رجوع حلیمۃ بہ الی امہ

Marfat.com

جَمَالُ قُرَیْشٍ ''قبیلہ قریش کا سا جمال پایا''
وَفَصَاحَۃُ سَعْدٍ ''قبیلہ سعد کی فصاحت و بلاغت پائی۔''
وَحَلَاوَۃُ یَثْرَبَ ''اور یثرب (مدینہ) کی سی شیرینی''(۱)

ان دو سالوں میں معصوم و منور رسول ﷺ کیسے لگتے تھے؟ اس سوال کا جواب شاید حضرت عبدالمطلب کے ان کلمات کو بار بار پڑھنے سے مل سکے، جو اوپر لکھے گئے۔ حضرت محمد کریم ﷺ کی جوانی اور لڑکپن و کہولت کی طرح بچپن بھی سب سے نرالا تھا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ حضرت محمد ﷺ دو سالوں میں انتہائی صحت مند تھے، جس طرح آپ اُبھر رہے تھے، بچے اس طرح نہیں بڑھتے۔ (۲)

قارئین! کسی فرشتے کو اللہ اپنا نبی بنا کر بھیج دیتے تو آپ ﷺ کے ماننے والوں کو یہ ایمان افزا کہانیاں کہاں سے میسر آتیں، جو حضرت محمد کریم ﷺ کی زندگی کے مختلف ادوار اور پھر ان کے مراحلِ عالیہ اور پھر ان کے دقائقِ ثمینہ میں عشاق کو نظر آئیں، محفوظ کی گئیں اور اطرافِ عالم میں پھیلائی جا رہی ہیں؟ آپ ﷺ کو دنیا سے پردہ کیے آج چودہ سو سینتیس سال ہونے کو ہیں، ابھی تک ان حالات و واقعات میں غضب کی تاثیر ہے۔

بنو سعد میں دُرِّ یتیم (ﷺ) کا انتظار:

اللہ نے اپنے محبوب ﷺ میں ایسی کشش رکھی تھی کہ بنو سعد میں گزارے ان سات سو بیس دنوں میں شاید کوئی دن ایسا گزرا جس دن اَلْبَلَدُ الْاَمِیْن کے مکینوں نے ننھے محمد ﷺ اور اس کی برکات کا تذکرہ نہ کیا ہو اور کوئی اندازہ کر سکتا ہے حلیمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے کی اس مختصر سی بستی کی بے تابی کا، جہاں آپ ﷺ نے پورے دو سال گزارے، وہاں کے مکین بیمار ہوتے تو ابو ذویب کی بیٹی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آتے، پیارے نبی ﷺ کا نرم و گداز، ابریشم

---

(۱) الدراری فی ذکر الزراری۔ کمال الدین ابن العدیم، ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب ج ص۲۸، ربیع الابرار ونصوص الاخیار ج ۵ ص ۲۰۱)
(۲) عیون الاثر: ۱/۱۳۳

Marfat.com

سے زیادہ ملائم اور مشک و عنبر سے زیادہ معطر ہاتھ آہستہ سے اپنے جسم سے مس کرتے اور شفایاب ہو جاتے۔ (۱)

اور جس روز حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ نے بنوسعد کی اس بستی میں قدم رکھا تھا اس دن صرف حلیمہ رضی اللہ عنہا کی کٹیا ہی معطر نہ ہوئی تھی بلکہ اس قریہ کا ہر گھر بوئے مصطفیٰ ﷺ سے مستفید ہوا تھا اور یہاں کا ہر بچہ، بوڑھا اور جواں حضرت محمد ﷺ سے محبت رکھتا تھا۔ (۲)

ہری ہے شاخِ تمنا ابھی:

ادھر مکہ میں حلیمہ رضی اللہ عنہا کبھی خانہ کعبہ میں جا کر دعا کرتی ہیں: یا اللہ! مجھے پیارے محمد ﷺ کی خدمت کے لیے مزید مہلت دیجیے!

اور کبھی آمنہ کے نورانی چہرے پہ نظریں جمائے ملتجی ہوتی ہیں: بی بی! یہ بچہ تو آپ ہی کا ہے، آپ کے پاس تو پوری عمر رہے گا، مجھے ایک سال کے لیے مزید دے دیجیے! ویسے مکہ کی آب و ہوا آج کل بچوں کے مناسب بھی نہیں ہے۔

اور کبھی کہتیں: بی بی! ہمارے ہاں آب و ہوا بہت اچھی ہے ذرا اور بڑا ہو جائے تو بی بی تیرا بچہ تجھے دے جاؤں گی۔ (۳)

ابھی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت نہیں ملی تھی کہ وہ حضور ﷺ کو واپس لے جائیں اور حضور ﷺ کے دادا کبھی پوتے سے پیار کرتے، کبھی حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا اُٹھا لیتیں اور کبھی حلیمہ رضی اللہ عنہا سر منہ چومتی نظر آتیں۔ کبھی ابوطالب و عباس رضی اللہ عنہ کا گھرانہ، واری واری جاتا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی اس نعمت کو دوبارہ لے جانے کے لیے نہ معلوم کتنا انتظار کرنا پڑا؟ اللہ بہتر جانتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ تین ماہ بعد حضور ﷺ دوبارہ حضرت

---

(۱) الزھر الباسم: ۱/۲۱۴، السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۳۵ سبل الہدیٰ: ۱/۳۸۷

(۲) الزرقانی: ۱/۲۷۳، الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۵ عذب الکلام: ۱/۱۹۷، سبل الہدیٰ: ۱/۳۸۷ شرف المصطفیٰ ﷺ: ۱/۳۸۱

(۳) المواھب اللدنیہ: ۱/۹۴، شرح الزرقانی: ۱/۲۸۰، الروض الانف: ۱/۱۰۷، السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۳۶، سیرۃ ابن ہشام: ۱/۱۶۲

Marfat.com

حلیمہ رضی اللہ عنہا کے مہمان بنے۔ (۱) ایک واقعہ جو ابھی لکھا جا رہا ہے، ممکن ہے یہ ان ہی ایام انتظار کا ہو، اس لیے کہ اس کے بعد جب حضور ﷺ واپس آئے تو گود میں نہیں رہتے تھے۔ ماشاءاللہ صحت مند تھے دوڑتے تھے، جبکہ یہ واقعہ عبدالمطلب کی گود میں پیش آیا۔

ان کے ابراہیم علیہ السلام سے ملتے قدم:

جناب حضرت عبدالمطلب سخی، ملنسار اور وسیع الظرف تھے۔ ان سے ملنے والوں میں ہر مسلک و مشرب کے لوگ شامل تھے۔ ان کے ہاں یہود و نصاریٰ و مشرکین سب آتے تھے، اس لیے جس گھر کی دربانی اور جس قبیلے کی سرداری ان کو ملی تھی، اس کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ مکہ میں عموماً اور حرم میں خصوصاً آنے والے مندوبین کو خوش آمدید کہیں، جب سے نبی محترم ﷺ پیدا ہوئے اہلِ کتاب کی اس طرف آمد اور توجہ زیادہ ہو گئی تھی۔ ان کی مسلسل خبروں کی وجہ سے حضرت عبدالمطلب کہنے لگے تھے کہ ان کا پوتا غیر معمولی انسان نہیں بلکہ اس اُمت کا نبی (علیہ السلام) ہے۔ ان کی مجلس حجرِ اسود کے قریب کعبۃ اللہ کی دیوار کے ساتھ ہوتی تھی۔ ایک دن وہ اپنی گود میں حضور ﷺ کو لے کر بیٹھے تھے وہاں بنو مدلج کے کچھ لوگ آئے، آداب بجالانے کے بعد عرض گزار ہوئے: اے سردارِ قوم! آپ اپنے اس بچے کی حفاظت کیا کریں، اس لیے کہ ہم اس کے قدموں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان قدموں سے ملتا جلتا دیکھتے ہیں، جو مقامِ ابراہیم میں نظر آتے ہیں۔

(مقامِ ابراہیم اس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر معمارِ حرم (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کعبہ کی تعمیر کرتے تھے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمین مبارکین کے واضح نشانات ہیں، ان نشاناتِ قدم کا حوالہ دیتے ہوئے آنے والے وفد نے کہا کہ حضور ﷺ کا خیال رکھا جائے، ان کو یہودی تکلیف پہنچا سکتے ہیں)

حضرت عبدالمطلب گھر گئے تو اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا سے کہا: اس بچے کا خیال رکھنا اس کی

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۳۶

Marfat.com

خدمت ونگہبانی میں ذرا بھی غفلت نہ کرنا، اہلِ کتاب کا خیال ہے کہ یہ اس امت کا نبی ہے۔ (۱)

کاہنوں کی پیش گوئیاں:

متولیانِ بیت اللہ کے اس گھرانے میں ہرفن کے لوگ مہمان ہوتے تھے، ان میں بعض اوقات کاہن بھی آ جاتے۔ (کاہن ان کو کہا جاتا ہے جو کائنات کے مستقبل کے بارے میں خبریں دیتے ہیں اور پراسرار اشیاء کی معلومات کے دعوے دار ہوتے ہیں۔) (۲)

اسلام میں ان کے فن کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن دورِ جاہلیت میں ان کا اعتبار کیا جاتا تھا، ان کے ہاں کاہنوں کی خبروں پہ بڑے بڑے فیصلے کر لیے جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے عہدِ طفلی میں بہت سے کاہنوں نے بھی نبی علیہ السلام کے متعلق اس قسم کی خبریں مشہور کیں:

① عنقریب یہ بڑے بادشاہ ہوں گے۔ (۳)

② ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں ان کا نام محمد (ﷺ) ہوگا۔ (۴)

③ وہ عرب میں ظاہر ہوں گے، ان کا ملک دور تک پھیلے گا۔ (۵)

کاہنوں کی پیش گوئیوں کی وجہ سے پورا ہاشمی گھرانہ سیدنا محمد ﷺ کی حفاظت و صیانت کے متعلق فکر مند رہتا تھا۔

مسیحی عالم مسجد الحرام میں:

ایک دن حضرت عبدالمطلب کے پاس نجران کا عیسائی عالم آیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا، وہ ان کا دوست تھا (ان سے ہر قسم کی باتیں کرلیا کرتا تھا) اس لیے کہنے لگا: ہم اپنی

---

(۱) الاکتفاء: ۱/۱۰۴، سبل الہدیٰ: ۱/۱۲۹، امتاع الاسماع ۴/۹۷، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۸، السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۱۶۰

(۲) تاج العروس، کھن: ۳۶/۸۲　　(۳) الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۵

(۴) القول المبین ۱/۸۳　　(۵) تاریخ ابن خلدون ۲/۴۰۷

Marfat.com

(کتابوں میں) اس نبی کی تعریف واوصاف موجود پاتے ہیں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور (یہ بھی لکھا ہے کہ) یہ شہر (مکہ) ہی اس کی جائے ولادت ہوگی۔ یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کو (کوئی گود میں) لے آیا، عالم نے حضور کی آنکھوں (کی سرخی)، آپ ﷺ کی پیٹھ (پر مہر) اور آپ ﷺ کے قدمین مبارکین کو دیکھا اور کہا: یہ وہی نبی ہے لیکن تمہارا کیا لگتا ہے؟

حضرت عبدالمطلب نے کہا: یہ میرا پوتا ہے اس کا والد فوت ہو چکا ہے۔

عالم نے کہا: تم نے سچ کہا۔ (۱)

اپنے بھتیجے کا خیال رکھو!

ان دو واقعات میں ہے کہ نبی علیہ السلام عبدالمطلب کی گود میں تھے جب مسیحی عالم اور بنو مدلج نے ان سے حضور ﷺ کے لیے پیش گوئی کی اس لیے اُمید ہے کہ یہ واقعات ان دنوں کے ہیں جب آپ ﷺ دو سال بعد مکہ آئے تھے اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا دوبارہ لے جانے کے لیے یہاں موجود تھیں۔

- اس کے علاوہ جب حضرت عبدالمطلب حبشہ تشریف لے گئے، وہاں بھی معلوم ہوا ان کے بیٹے عظیم انسان ہیں، ان ہی کے ذریعے بیت اللہ آباد ہوگا۔
- وہی ہیں جن کے نقشِ قدم، عادات واخلاق، پُرنور ادائیں اور شکل وشباہت ابوالانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملتی جلتی ہیں۔
- اہلِ کتاب کے بڑے بڑے علماء ان کی نبوت کی گواہی دے چکے ہیں۔
- حضرت آمنہ اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جو انوارات و برکات، رحمتیں، معجزات، فرشتوں کی آمد اور غیر معمولی حالات دیکھ چکیں وہ بھی ناقابلِ تردید ہیں۔

---

(۱) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۹، سبل الہدیٰ ۱/۲۹، السیرۃ النبویۃ والدعوۃ: ۱/۱۱۵، الاکتفاء: ۱/۱۰۲ تاریخ الاسلام: ۲/۲۵۷، مختصر تاریخ دمشق: ۱۸/۳۴

Marfat.com

اس قسم کے خوارق ومحیر العقول واقعات نے دادا حضرت عبدالمطلب کو جہاں خوش اور پرامید کیا وہاں انہیں بے حد محتاط اور متفکر بھی کر دیا۔ ایک دن جب کسی یہودی نے ان کو بتایا کہ آپ کا پوتا آئندہ آنے والے انسانوں کا رہبر ورا ہنما ہوگا تو انہوں نے صحنِ کعبہ میں موجود اپنے بیٹے ابو طالب کو کہا: سن لیا لوگ تمہارے بھتیجے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اب تمہارا کام ہے تم اپنے بھائی عبداللہ کی یادگار کی حفاظت کرو۔ (۱)

ایک دن ان کے بارہ بیٹے جمع تھے۔ ان کو فرمایا: سنتے ہو، میرے محمد ﷺ کی شان کہاں کہاں معروف ہو چکی؟ اس (نعمتِ الٰہی اور بھائی کی امانت) کا خیال رکھو! (۲)

ہر کوئی فدا ہے محمد ﷺ کے جمال پر:

مکہ کے اندر محبتوں اور چاہتوں کے مناظر ایسے کہ وہ کبھی بھی اور ایک دن کے لیے بھی پیارے حضرت محمد ﷺ کو حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نہ بھیجیں، ادھر حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر دو سال رحمتوں کی بارش ہو چکی تھی، اُن کے کمزور جانور صحت مند ہو گئے تھے، درختوں پہ پھل آنے لگے، خشک سالی خوش حالی میں بدلی، حلیمہ رضی اللہ عنہا کا گھر کیا مہبطِ انوار ہو چکا تھا اس لیے کہ یہاں حضرت محمد ﷺ جلوہ افروز رہ چکے تھے۔ فرشتے نہ جانے کتنی بار دن میں صلوٰۃ وسلام اور نزولِ رحمت کے لیے حاضر ہوتے ہوں گے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور نبی کریم ﷺ کی برکات کا شہرہ (ہمارے علاقے میں) ہو چکا تھا۔ (۳)

ان فضائل وانوارات کی موجودگی میں ان کا دل چاہتا تھا کہ سیدنا محمد ﷺ مزید ان کے گھر میں جلوہ افروز رہیں، لیکن دو سال جو مدتِ رضاعت کے تھے وہ پورے ہوئے

---

(۱) الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۹۵- الوفا: ۱/ ۷۵، تاریخ دمشق ۳/ ۸۵، المنتظم: ۲/ ۲۷۴، الموسوعۃ فی صحیح السیرۃ النبویۃ ۱/ ۱۰۸

(۲) الخصائص الکبریٰ: ۱/ ۱۳۹، الاکتفاء: ۱/ ۱۰۴، سبل الہدیٰ: ۱/ ۱۲۹، امتاع الاسماع: ۴/ ۹۷

(۳) الزھر الباسم: ۱/ ۲۱۴

Marfat.com

اور مجبوراً حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو وعدہ پورا کرنا پڑا تھا۔ بالآخر وہ حضرت محمد ﷺ کو اس حال میں ساتھ لیے مکہ کی طرف روانہ ہوگئی تھیں کہ حضرت شیما رضی اللہ عنہا روتی رہ گئیں اور چھوٹے بچے حیران و پریشان کھڑے حلیمہ رضی اللہ عنہا کی سواری کو مکہ کی جانب جاتا ہوا دیکھتے رہ گئے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا دعائیں کرتی آئی تھیں کہ حضرت محمد ﷺ کی خدمت کا موقع ایک بار پھر ملے، ادھر مکہ میں ننھے محمد ﷺ کی زیارت کے لیے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا دل بے تاب تھا، حضرت عبدالمطلب آنکھیں ٹھنڈی کرنے کو منتظر تھے اور خاندان بنو ہاشم کے بچے، بوڑھے اور جوان حضرت محمد ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترستے تھے، بالآخر وہ دن آیا کہ اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کائنات کے سب سے متبرک و خوبرو بچے کو گود میں لیے آمنہ کے دروازے پر پہنچی اور دستک دی اور ابھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے واپسی کی درخواست پیش کر دی، اُدھر مکہ کی آب و ہوا ایسی ناموافق اور وبائی امراض سے آلودہ ہو چکی تھی جس کی وجہ سے خود ماں کے دل میں حلیمہ رضی اللہ عنہا کی تجویز نے جگہ پائی اور دادا بھی مان گئے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم مسلسل حضرت آمنہ سے پر اصرار گزارش کرتے رہے کہ پیارے محمد ﷺ کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے، حتیٰ کہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے بیٹے کو جلد لے جاؤ، مجھے تمہاری یہ بات سمجھ آ رہی ہے کہ ناموافق فضا میں بچے کو رکھنا درست نہیں ہے۔ (۱)

نورِ مجسم ﷺ کی بنو سعد واپسی:

جس وقت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ بچہ کو دوبارہ بنو سعد میں لے جانے کی اجازت ہے، ان کا دل باغ باغ ہوگیا، آنکھیں چمک اُٹھیں، چہرہ دمک اُٹھا اور وہ حضرت محمد کریم ﷺ کو لے کر روانہ ہونے لگیں تو دادا، چچے اور پھوپھیاں

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام: ۱/۱۶۲

Marfat.com

آمنہ کے گھر میں حضرت محمد ﷺ کو الوداع کہنے کے لیے جمع ہو گئے۔ سب نے پیارے حضرت محمد ﷺ کو آنسوؤں کی برسات میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا اور حضرت عبدالمطلب نے بہت تاکید کی کہ حلیمہ (رضی اللہ عنہا)! تمہیں معلوم ہے یہ بچہ عام بچہ نہیں ہے، اس کے دوست بھی بے شمار ہیں تو اس کے دشمن بھی، قدم قدم پر ہیں۔ انہوں نے ننھے حضور ﷺ کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا اور کہا:

میرے بیٹے کا اللہ ہی حافظ ہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا گھر کی جانب روانہ ہوئیں، پیارے محمد ﷺ پھر اسی فضا میں آ گئے، جہاں سے تشریف لے گئے تھے، وہی صحراء، ریت کے ٹیلے اور چکنے چکنے پتھر تھے، وہی ساتھی، ہم جولی اور ریت پر اُچھلتے کودتے بچے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا مکہ سے اپنے گھر پہنچیں، ان کے بچے، خاوند اور سب قبیلہ اور بستی والے سیدنا محمد ﷺ کی واپسی پر اس لیے بہت زیادہ خوش ہوئے کہ انہیں اُمید نہ تھی کہ مبارک نومولود پھر آ سکے گا۔ (یہاں اس بار کئی اہم واقعات رونما ہوئے)

اس بچے کو قتل کر دو!

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ آنحضرت ﷺ کو ''عُکاظ'' کے میلے میں لائیں۔ جاہلیت کے زمانے کا یہ ایک مشہور میلہ تھا جہاں بازار لگا کرتا تھا۔ یہ طائف اور نخلہ کے مقام کے درمیان سجایا جاتا تھا۔ عرب کے لوگ جب حج کرنے آتے تو شوال کا مہینہ اس میلے میں گزارتے (کھیل کود کے علاوہ) یہاں ہر شخص بڑھ چڑھ کر فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھاتا۔ علمی، ادبی اور ثقافتی مجلسیں جمتیں۔

''عُکاظ'' کے معنی ہیں فخر و غرور اور بڑائی بیان کرنا اور ایک دوسرے پر غلبہ پانا۔ اس بازار کو عُکاظ اسی لیے کہا جاتا تھا کہ یہاں لوگ اپنی خاندانی بڑائیاں بیان کرنے میں ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کیا کرتے تھے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ میلہ بنی

Marfat.com

ثقیف اور قیس غیلان کے زیرِ انتظام تھا۔

جب دایہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کو لے کر وہاں پہنچیں تو کسی کاہن کی نظر آپ ﷺ پر پڑی (اور اس کو آپ ﷺ کی ذاتِ والا صفات میں نبوت کی وہ تمام علامتیں نظر آئیں جو اس نے پہلی کتابوں میں دیکھی تھیں) اس نے فوراً پکار کر کہا:

اے میلے والو! اس لڑکے کو قتل کر دو! اس لیے کہ یہ ایک سلطنت کا بادشاہ بننے والا ہے۔ کاہن کی یہ بات سنتے ہی دایہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نظر بچا کر وہاں سے نکل گئیں۔ اب لوگ چاروں طرف دیکھ کر اس سے پوچھنے لگے کہ کس بچے کو قتل کرنے کا کہہ رہے ہو؟ تو وہ کاہن کہنے لگا: کہ اس بچے کو (مگر اب وہاں چونکہ کوئی بچہ نہیں تھا، اس لیے لوگ حیران ہوئے بالآخر) لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ تو کاہن نے جواب دیا: میں نے ابھی ایک لڑکا دیکھا، معبودوں کی قسم! وہ تمہارے دین کے ماننے والوں کو قتل کرے گا، تمہارے بتوں کو توڑے گا اور وہ تم سب پر غالب آ جائے گا۔ اب لوگ پھر آپ ﷺ کی تلاش کرنے لگے، مگر مایوس ہوئے۔(1)

حملہ آور پاگل ہو کر مر گیا:

حضورِ اکرم ﷺ کی خادمہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ وہ جب آنحضرت ﷺ کو لے کر واپس ہو رہی تھیں تو راہ میں ان کا گزر ''ذی المجاز'' کے میلے سے ہوا (یہ بھی زمانۂ جاہلیت کا ایک تجارتی میلہ تھا جو عرفات سے ایک فرسخ کے یعنی تھوڑے ہی فاصلے پر تھا، اس سے پہلے ایک اور میلہ لگتا تھا جس کا نام ''مجنہ'' تھا، جب عرب ''عکاظ'' کے میلے سے فارغ ہوتے تو یہاں ''مجنہ'' کے بازار میں آتے اور ذی قعدہ کے مہینے کی بیس تاریخیں گزارتے۔ پھر ذی المجاز کے بازار میں پہنچتے اور حج کے

---

(1) الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۲۰، السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۱۴۰، امتاع الاسماع: ۴/۹۰، المنتظم: ۲/۲۶۷، الاکتفاء: ۱/۱۱۴، سبل الہدیٰ: ۱/۳۸۸

Marfat.com

دنوں تک ٹھہرا کرتے تھے۔ اس (ذی المجاز) کے بازار میں ایک نجومی تھا جس کے پاس لوگ اپنے بچے لے کر آتے اور وہ ان کو دیکھ کر ان کی قسمت کا حال بتاتا تھا (جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کے ساتھ یہاں سے گزر ہوا تو اس نجومی نے بھی آپ ﷺ کو دیکھ لیا (جب مہرِ نبوت اس کی نظر سے گزری) اور ساتھ ہی آپ کی آنکھوں میں جو ایک (خاص قسم کی) سرخی تھی اسے دیکھا تو وہ ایک دم چلانے لگا:

اے گروہِ عرب! اس لڑکے کو قتل کر دو، یہ یقیناً تمہارے دین کے ماننے والوں کو قتل کرے گا، تمہارے بتوں کو توڑے گا اور یہ تم لوگوں پر غالب ہوگا، یہ آسمان کی طرف سے ظاہر ہونے والے معاملات کو دیکھ رہا ہے۔''

پھر وہ آنحضرت ﷺ کی طرف جھپٹا، جس کے نتیجہ میں وہ اسی وقت پاگل ہو گیا اور اسی دیوانگی میں مر گیا۔ (۱)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حبش کے عیسائیوں کی ایک جماعت کا آنحضرت ﷺ کے پاس سے گزر ہوا۔ اس وقت حضرت محمد کریم، خاتم النبیین ﷺ اپنی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور پھر آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہرِ نبوت اور آنکھوں کی سرخی کا نظارہ کیا تو دایہ حلیمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

''کیا اس بچے کی آنکھوں میں کوئی تکلیف ہے؟''

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نہیں (تکلیف تو کوئی نہیں ہے) مگر یہ سرخی کسی وقت بھی آنکھوں سے ہٹتی نہیں۔ تب ان عیسائیوں نے کہا: ہم اس بچے کو لے رہے ہیں، ہم اس کو اپنے ساتھ اپنے ملک اور وطن میں لے جائیں گے، یہ بچہ پیغمبر اور بڑی شان والا ہے۔ ہم اس کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں۔''

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فوراً ان لوگوں سے بھی بچ کر نکل گئیں۔ (۲)

---

(۱) الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۲۱، الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۹ سبل الہدیٰ: ۱/۳۸۸ السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۱۴۰

(۲) الروض الانف: ۲/۱۱۷، سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۶۷، الاکتفاء: ۱/۱۰۲، السیرۃ النبویۃ: ۱/۱۸۹ السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۱۴۱

Marfat.com

اس قسم کے متعدد واقعات، اللہ کی خصوصی مدد اور حفاظت کے مناظر اس دوران پیش آئے جب کبھی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ان بازاروں میں خرید وفروخت کے لیے جاتیں اور نبی محترم ﷺ ان کے ساتھ ہوتے تھے۔

بکریوں اور اونٹوں کی چراگاہ میں:

حضور ﷺ کی برکت سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اونٹ اور بکریوں کی خاصی تعداد ہوگئی تھی، حارث ان کی نگرانی کرتے تھے۔ دو سال تین ماہ کی عمر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ ﷺ نے حلیمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گھر کے دیگر بچوں ضمرہ، عبداللہ، شیمأ کے ساتھ گھر کے پیچھے چراگاہ میں جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ (۱)

لیکن خادمۂ رسول ﷺ (حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا) نورِ نظر کو آنکھوں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ اب انہیں دوسری بار یہ دولت ملی تھی، بنو ہاشم نے خدشات کا اظہار کیا اور خود حلیمہ رضی اللہ عنہا نے بہت کچھ دیکھا۔ وہ ان کے متعلق بہت محتاط ہو چکی تھیں۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ وہ ننھے حضرت محمد ﷺ کے ہر اشارۂ ابرو پر جان قربان کرتی تھیں۔ (۲)

لیکن آج تو ننھے محمد ﷺ نے اس لیے امی سے اجازت لی کہ وہ بھی بکریاں چرانے میں اپنے بھائیوں کی مدد کیا کریں گے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے بہت سمجھایا کہ یہ ایک مشکل کام ہے تم بہت چھوٹے ہو، لیکن وہ سیدنا محمد ﷺ کے سامنے ہار مان گئیں اور آپ ﷺ کو تیار کر کے، وہیں بھیج دیا جہاں پہاڑ کے دامن میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے دیگر بچے کھیلتے، کودتے اور غنم پروری کرتے تھے۔ (۳)

غیر معمولی واقعات:

اس طرح کے نہ معلوم کتنے مشاہدات اس جنگل میں ہوئے جن سے پتہ چلا کہ

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۰۶

(۲) عیون الاثر: ۱/۵۴، شرح الشفاء: ۱/۴۵، الاکتفاء: ۱/۱۵۰

(۳) دلائل النبوۃ: ۱/۵۸، تاریخ دمشق: ۳/۴۷، الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۳، تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۶، سبل الہدیٰ: ۱/۳۸۸

Marfat.com

سب نبیوں کے نبی ﷺ اپنے بچپن میں کتنے بہادر، خوددار، محنتی اور ذمہ دار تھے۔ یہ دو معجزات بھی اسی میدان میں دیکھے گئے۔

(۱) حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے رضاعی بیٹے ''ضمرہ'' نے ایک بکری کو تیر مارا اور بکری کی ٹانگ ٹوٹ گئی، (میرے بیٹے حضرت محمد ﷺ) کے پاس وہ بکری اس طرح حاضر ہوگئی، گویا وہ ضمرہ کی شکایت کر رہی تھی۔ چنانچہ سیدنا محمد کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کی ٹانگ پہ رکھا، تو وہ چلنے لگی۔ ان کے دیگر بھائی ضمرہ، عبداللہ (جب بکریوں کی خدمت سے واپس گھر آتے تو) مجھے آ کر بتاتے: امی! بھائی محمد ﷺ جب ہمارے ساتھ ہوتے ہیں تو جب ہم کسی پتھر، شجر اور خشک وتر زمین پر سے گزرتے ہیں (تو محمد ﷺ کو) ہر چیز سلام کرتی ہے اور (محمد ﷺ) جہاں قدم رکھتے ہیں، وہاں سبزہ اگ جاتا ہے، آپ ﷺ کسی بکری کو اشارہ کرتے ہیں کہ رُک جائے تو وہ رک جاتی ہے، اسے چلنے کا کہتے ہیں تو وہ چلنے لگتی ہے۔ (۱)

(حضور ﷺ کا ساتھی جو جنگل میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تھا اس نے مزید بتایا: امی جی!) اس سے بھی بڑی عجیب بات یہ ہے کہ (ہم چراگاہ میں تھے ایک) درندہ آیا، ہم سب ڈر گئے، لیکن ہم نے دیکھا وہ تو حضرت محمد ﷺ کی طرف متوجہ تھا، ہم نے دیکھا وہ آپ ﷺ کے قدموں کو چوم رہا ہے اور (عربی میں) باتیں کرتا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے کان میں کوئی بات کی (جب وہ چلا گیا تو) ہم نے پوچھا: محمد ﷺ بھائی! اس سے آپ ﷺ نے کیا کہا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے کہا ہے کہ وہ اس وادی میں نہ آئے (جہاں ہم رہتے ہیں)۔ (۲)

---

(۱) الزھر الباسم، فی سیرۃ ابی القاسم: ۱/۴۱۴

(۲) الزہر الباسم: ۱/۴۱۵

یہ دونوں واقعات شان رسالت مآب ﷺ کے مرتبہ ومقام کے پیش نظر بعید نہیں ہیں۔ تاہم ایک کتاب کے ماخذ و مؤلف کو کہیں نہ مل سکے۔

Marfat.com

رحمتیں بے کراں، برکتیں بے گماں:

اللہ کریم و رحیم ہے۔ اس نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی طرح لاتعداد انسانوں کو حضور ﷺ کی محبت کے طفیل نوازا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ایک دن گھر سے باہر صحن میں بیٹھے میاں بیوی (حارث و حلیمہ) کو حضور ﷺ کی برکات یاد آئیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت حارث رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: حلیمہ! جب یہ (محمد ﷺ) ہمارے ہاں تشریف لائے، اس دن ہمارے پاس دس بکریاں تھیں، آج (ماشاء اللہ) تین سو بکریوں کا ریوڑ ہے۔ یہ سب اس عظیم (مہمان) لڑکے کی برکات ہیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم نے (اور بھی بچے دیکھے اور پالے ہیں لیکن ہمارے محمد ﷺ تو نرالے ہیں، اس طرح) برکتوں والا کوئی بچہ ہم نے نہیں دیکھا۔ اگر ہم اسے (اس خوف سے) واپس کرتے ہیں (کہ اس قدر حسین و جمیل صاحب صفات بچے کو نظر نہ لگ جائے، کوئی حاسد یا یہودی اسے تکلیف نہ پہنچا دے) تو ہماری عزت بھی نہیں رہتی (اور برکات سے محرومی بھی ہوتی ہے) سچ تو یہ ہے کہ جو انوارات و نوازشات ہمیں اس کے ذریعے ملی ہیں وہ ہم لوگوں کے سامنے بیان بھی نہیں کر سکتے۔[1]

یہ وہ سامانِ دنیا ہے جس کا ذکر یہ دونوں کر رہے تھے، اس کے مقابلے میں یہ سامان کچھ بھی نہیں جو اس انسان کو آخرت میں ملتا ہے اور ملے گا جو اللہ نے اپنے محبوب ﷺ سے محبت اور ان کی اطاعت کرنے والوں کے لیے رکھا ہے۔ حرفِ آخر یہ ہے کہ حضور ﷺ کے تعلق سے ملنے والی نہ رحمتوں کا حساب کیا جا سکتا ہے اور نہ برکتوں کو گنا جا سکتا ہے۔

محمد ﷺ بھائی کو کوئی لے گیا:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: آپ ﷺ روزانہ خوشی خوشی بھائیوں کے ساتھ پہاڑی پہ جاتے، گلہ بانی میں حصہ لیتے اور شام کو گھر آ جاتے۔ ایک دن بکری کے بچوں

---

(۱)۔ امتاع الاسماع: ۴/۹۱

Marfat.com

ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے چلے گئے، جب دوپہر کا وقت ہوا تو یکا یک میں دیکھتی ہوں کہ میرا بیٹا ضمرہ گھبرایا ہوا، دوڑتا ہوا آرہا ہے، اس کی پیشانی سے پسینہ گر رہا ہے، اس پر حیرانی و پریشانی سوار ہے اور وہ چیخ رہا ہے ''اے ابا، اے اماں! میرے بھائی محمد ﷺ کے پاس جاؤ! تم نہیں مل سکو گے اس سے، مگر شاید تمہارے وہاں پہنچنے تک وہ مر چکا ہوگا'' میں نے پوچھا: بات کیا ہے؟ بولا: کہ ہم لوگ کھڑے ہوئے تھے، پتھر پھینک رہے تھے اور کھیل رہے تھے، اچانک اس کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے محمد ﷺ کو اُچک لیا، ہمارے بیچ میں سے اور اس کو پہاڑی کی چوٹی پر لے گیا، ہم اس کی طرف دیکھتے رہ گئے، اس شخص نے پہاڑ پر لے جا کر محمد ﷺ کا سینے سے لے کر ناف کے نیچے تک پیٹ چیر دیا۔ باقی مجھے نہیں پتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ میں نہیں سمجھتا کہ آپ لوگ اس کو مل سکو گے۔ مگر شاید تمہارے وہاں پہنچنے تک وہ مر چکا ہوگا۔

وَلَا اَظُنُّكُمَا تَلْحَقَاهُ اَبَدًا اِلَّا مَيِّتاً

''میرا دل نہیں مانتا کہ تم اسے زندہ پاؤ گے۔''(۱)

قارئین! معجزات کی مستند کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں یہ باتیں جس انداز سے لکھی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے سیدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ کو ہو بہو نقل کیا ہے اور سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے ''ضمرہ'' کی باتیں اس انداز سے نقل کی ہیں کہ ان الفاظ سے ضمرہ کے دل کی کیفیت بھی کھل جاتی ہے کہ وہ کس قدر گھبرائے ہوئے تھے، یہ سب واقعات بیٹے سے سنے تو فوراً حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر دوڑتے ہوئے ان کے پاس گئے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم ان کے پاس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو وہ بیٹھے ہوئے تھے، ان کی نگاہ اوپر کو اُٹھی ہوئی تھی، مگر وہ مسکرا رہے تھے، میں جا کر محمد ﷺ سے لپٹ گئی، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور میں نے کہا:

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۱/۱۴۰، سبل الہدیٰ ۱/۳۸۸، عذب الکلام: ۱/۱۹۶

Marfat.com

فَدَتْكَ نَفْسِي مَا الَّذِي دَهَاكَ؟

''میری روح آپ ﷺ پر قربان جائے کس نے آپ کو ڈرایا ہے؟''

وہ کہنے لگے: خبراً یا امّاہ! خبر بھی ہے آپ کو اے امی! میں ابھی ابھی کھڑا ہوا تھا اپنے بھائیوں کے ساتھ۔

قلب وجگر دھو دیے گئے اور مہر لگا دی گئی:

میرے پاس اچانک تین آدمی آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا کوزہ تھا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک تھال تھا، وہ برف سے بھرا ہوا تھا، انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور پہاڑی کی چوٹی پر لے آئے، انہوں نے نہایت ہی نرمی کے ساتھ مجھے لٹا دیا، پھر انہوں نے میرے سینے سے ناف کے نیچے تک پیٹ کو چاک کر دیا۔ میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا، مجھے نہ تو پیٹ چیرنے کا احساس ہوا اور نہ ہی کوئی درد ہوا۔ پھر اس شخص نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے آنتیں وغیرہ نکال لیں اور ان کو برف کے ساتھ دھو دیا۔ مگر اس نے بڑی نرمی کے ساتھ دھویا ہے۔ امی! مجھے ذرہ بھی تکلیف نہیں ہوئی، پھر اس نے میری آنتوں کو واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا ہے۔

اب دوسرا شخص اُٹھا اس نے پہلے والے سے کہا: آپ اس سے ہٹ جایئے، اللہ نے جو آپ کو اس کے بارے میں حکم دیا تھا، آپ نے وہ کام پورا کر لیا ہے، پھر وہ میرے قریب آیا اس نے بھی میرے پیٹ میں ہاتھ داخل کیا، میرے دل کو باہر نکال کر چیرا اور اس میں سے ایک سیاہ نکتہ نکالا جو کہ خون سے بھرا ہوا تھا، اسے پھینک دیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! یہ شیطان کا حصہ (تھا جو نکال دیا گیا ہے) پھر اس نے دل کو ایک چیز کے ساتھ بھر دیا، جو اس کے پاس تھی، بعد ازاں اس دل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا، پھر اس نے میرے دل پر ایک نور کی مہر لگا دی۔ میں ابھی بھی اپنی رگوں میں اس نور کی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں...... امی![1]

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۱/۱۴۱، الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۴، شرف المصطفیٰ: ۱/۳۷۹، سبل الہدیٰ: ۱/۳۸۹

Marfat.com

یہ بچہ سب سے وزنی ہے:

اس کے بعد تیسرا آدمی اُٹھا، اس نے پہلے دونوں سے کہا: تم دونوں نے وہ کام پورا کرلیا، جو اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا، پھر وہ میرے قریب آیا، اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے کے نیچے وہاں تک پھیرا جہاں تک چیرا گیا تھا، چنانچہ وہ درست ہوگیا، پھر فرشتے نے کہا: اس کو تولو، اس کی اُمت کے دس افراد کے ساتھ! انہوں نے مجھے تولا، تو میں دس افراد سے زیادہ بھاری تھا۔ پھر اس نے کہا ''اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو'' اگر اس کے ساتھ تم اس کی پوری اُمت کو تولو گے تو بھی یہ ان سب سے وزنی ہوگا، پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے اُٹھا کر کھڑا کر دیا۔ پھر انہوں نے مجھے اسی جگہ کھڑا چھوڑا اور اُوپر کو اڑنا شروع ہوئے اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے آسمان میں داخل ہو گئے اور میں مسلسل ان کی طرف دیکھتا رہا اور دیکھتا رہوں گا اے امی! اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ان کے (آسمان میں) داخل ہونے کی جگہ بھی دکھا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آسمان میں چھپ گئے؟[1]

آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی:

حضور محبوبِ دو عالم ﷺ کو یہ سب حالات یاد تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: جب میری رضاعی ماں مجھے دیکھنے کے لیے چراگاہ میں پہنچیں اور ان کی نظر دور سے مجھ پر پڑی تو کہنے لگیں: ہائے بے چارہ! فرشتوں نے یہ سنا تو مجھے سینے سے لگایا، پیار کیا اور کہا: خوش قسمتی ہے کہ آپ ﷺ (دنیاوی لحاظ سے) بے چاروں میں سے ہیں (بے چارگی اور مسکینی پر اللہ کی رحمت برستی ہے)۔

پھر میری ماں (حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آگے بڑھتے ہوئے) کہا: ہائے میرا بچہ کیسا اکیلا رہ گیا! فرشتوں نے کہا: آپ ﷺ اکیلوں میں (بظاہر نظر آتے ہیں، یہ کوئی کمزوری اور نقص کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو خوبی ہے کہ) اللہ، اس کے فرشتے اور جملہ مومنین آپؐ کے

---

(1) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۱/۱۴۱، الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۳

Marfat.com

ساتھ ہیں۔ پھر میری دایہ (اور قریب آ چکیں) اور کہا: ہائے یہ یتیم اور بے کس! اپنے ساتھیوں میں تو ہی سب سے کمزور تھا اور اپنی کمزوری کے سبب ہی تو قتل کر دیا گیا۔ یہ سن کر ان فرشتوں نے پھر مجھے سینے سے لگا لیا۔ میرا سر اور پیشانی چوم کر کہنے لگے: اے خوشا کہ آپ ﷺ یتیموں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ﷺ کا بڑا اعزاز ہے، آپ ﷺ جان لیں کہ آپ ﷺ کے ذریعے اتنی بڑی خیر ظاہر ہونے والی ہے کہ اس سے آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ (۱)

یہ امانت آمنہ کے سپرد کی جائے:

حضور نبی محترم ﷺ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانچ، چار یا چھ سال رہے (مختلف اقوال ملتے ہیں) معجزات (ارہاصات) کے طور پر جو واقعہ اوپر لکھا گیا اس قسم کے حوادث متعدد بار پیش آئے (جب بھی کوئی واقعہ پیش آتا تو) حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند اور ان کے ساتھ بعض بہی خواہ بھی آواز ملا کر کہتے: حلیمہ رضی اللہ عنہا! یہ بچہ اس کی امی کو واپس کر آؤ، دادے کی امانت واپس کر دو! کبھی کہتے: اس بچے کو کوئی جن بھوت یا نظر کا مسئلہ ہے اسے مکہ پہنچاؤ تاکہ اس کا علاج ہو سکے یا فلاں قبیلہ نے حسد کرتے ہوئے کچھ کروا دیا ہے (ان کو وہ برکتیں ہضم نہیں ہو رہیں جو حلیمہ رضی اللہ عنہا اور اس کے خاندان کو ملی ہیں۔ اس بچہ کی وجہ سے ہمارے گھر پہ جو خیرِ کثیر نازل ہوتی ہے، وہ بجا لیکن بیت اللہ کے مجاورین کی یہ امانت ہے، اس کی حفاظت ضروری ہے) اب اسے واپس بھیج دینا چاہیے۔ (۲)

لیکن حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سمجھتی تھیں کہ ان کی گود میں پلنے والی شخصیت بابرکت اور مجسمۂ رحمت ہے۔ ان کا حفاظتی نظام بھی منجانب اللہ جاری ہے اور رہے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ مقررہ مدت بھی پوری ہو رہی تھی، یہودیوں کے ممکنہ حملے کا بھی خطرہ تھا، شق

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ ۱/۱۴۵ کے علاوہ المواہب اللدنیہ: ۱/۹۵، سبل الہدیٰ: ۱/۳۸۸، شفا: ۲/۶۸۴، الوفا ۱/۶۶، الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۶ میں بھی اس سے ملتا جلتا واقعہ موجود ہے

(۲) امتاع الاسماع: ۴/۹۱

Marfat.com

صدر کا واقعہ بھی ہو گیا، اب فیصلہ کر لیا کہ آمنہ کی امانت واپس کی جائے۔

قریۃ السّعدیہ کے چند خوبصورت مناظر:

بنو سعد نے پہلے دو سال حضور ﷺ کی رحمتیں لوٹیں اب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو ۲۴ مہینے مزید مل گئے تھے لیکن شقِّ صدر جیسے واقعات کی وجہ سے وہ متفکر ہو گئی تھیں اور ادھر مکہ کی فضا ان دو ڈھائی سالوں میں وبائی اثرات سے پاک ہو گئی تھی، اس لیے آمنہ کے لعل کو مکہ کی سرزمین پہ پہنچانے کا عزم کر لیا گیا۔

حضرت محمد ﷺ اس بستی کے بچوں کے ساتھ اپنے نرم و گداز ہاتھوں سے تیر چلاتے تو نشانے پہ جا لگتا، سرگیں آنکھوں سے کبھی آسمان، کبھی زمین کو دیکھتے اور کبھی سورج، چاند ستاروں اور جمادات و نباتات اور مخلوقِ خدا میں غور و فکر کرتے تو پاک زبان سے کہتے: سُبحان اللہ! وہ بھاگتے تو کائنات سمٹنے لگتی، چلتے تو زمین کا ذرّہ ذرّہ مسحور ہو جاتا، بولتے تو فصاحت و بلاغت کو نئے الفاظ ملتے، حارث رضی اللہ عنہ و حلیمہ رضی اللہ عنہا کی یہ کٹیا مرکزِ تجلیات تھی، ان کا صحن جہاں عبداللہ، انیسہ ضمرہ اور شیماء رضی اللہ عنہا کے قہقہوں سے رشکِ جہاں تھا، وہاں محمدِ مجتبیٰ ﷺ بھی بچوں کی محفل میں مسکراتے تو آبدار دانتوں سے ایک نور نکلتا جو سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا۔ پہاڑوں کے درمیان اس چھوٹے سے خطہ میں چاندنی راتوں میں بنو سعد کے بچے کھیلنے کے لیے نکلتے، احمد مصطفیٰ ﷺ حلیمہ رضی اللہ عنہا سے کہتے: امی! میں نے بھی کھیلنا ہے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتیں: عبداللہ و شیماء رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے جاؤ! محمد ﷺ اکیلے نہ جانا! اور شیماء! میرے پیارے بیٹے کا خیال رکھنا کہیں اسے کوئی لے نہ جائے، یہ اکیلا نہ رہ جائے۔

یہ سنہری ایام اور یہ خوشیوں بھری راتیں بہت جلد ختم ہو گئیں اور حلیمہ رضی اللہ عنہا ایک بار پھر اپنے جگر پارہ کو لے کر مکہ کی طرف چل دیں۔ ہمارے نبی ﷺ پانچ سال عمر میں جب اس قریہ (بستی) سے جدا ہوئے تو یہاں کے مکینوں، بچوں اور ان بیماروں کے دلوں پہ کیا بیتی جن کے مسیحا ننھے محمد ﷺ تھے، جن کی وجہ سے یہاں بہاریں آ گئیں، روزی میں

Marfat.com

اضافہ ہوا، بلائیں ٹل گئیں اور ہر روز روزِ عید بن گیا تھا، اور ہر شب شبِ قدر۔

مکہ واپسی اور روپوشی:

لفظوں میں اس منظر کو تصویر کا رنگ کوئی دے تو کیسے دے؟ کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی سواری جب بستی سے چلی تو بستی والوں نے کس طرح بھیگی آنکھوں، زخمی دل اور بوجھل دماغ کے ساتھ ان کی سواری اور سواروں کو الوداع کہا؟ تاریخ میں یہ واقعہ تو محفوظ رہ گیا کہ دایہ حلیمہ رضی اللہ عنہا اونچے اونچے پہاڑوں، صحرا اور ریتلے ٹیلوں اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے درمیان سے گزرنے والے پر پیچ راستوں سے گزر کر ننھے محمد ﷺ کو مکہ مکرمہ تک لے آئی تو یہاں رات ہو چکی تھی۔ ابھی وہ مکہ کے بالائی حصہ تک پہنچی تھیں (جہاں سے بیت اللہ صاف دکھائی دے رہا تھا) کہ اچانک ایک وحشت ناک واقعہ پیش آیا، حضرت محمد ﷺ اپنی رضاعی ماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے غائب کر دیے گئے۔ (۱)

وادیٔ ابراہیم (مکہ) میں اہلِ حرم دن کے تھکے ماندے رات کو اپنے بستروں میں جانے والے تھے، چونتیس سالہ بہادر خاتون رات کے اندھیرے میں شہر کے وسط میں پہنچی، اس نے کعبۃ اللہ کا طواف کرنا اور پھر کسی کام میں مشغول ہونا تھا، لیکن آج ایسا نہ ہو سکا، عزم و ہمت کی پیکر محترمہ و مکرمہ ماں کو اپنے (رضاعی) بیٹے کے گم ہونے کی وجہ سے پریشان ہونا پڑا تھا، ان کے قدم تیزی کے ساتھ بنو ہاشم کے گھروں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ ایک گھر کے پاس رُکیں (ممکن ہے یہی وہ جگہ ہے جسے آج ''جائے ولادتِ نبی ﷺ'' کہا جاتا ہے)

دستک دی، اندر سے مکے کا سردار نکلا، یہ حضرت عبدالمطلب تھے جو ایک قوی و بہادر شخص ہونے کے باوجود اس وقت گھبرا گئے جب انہوں نے دیکھا کہ حلیمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کے ساتھ ان کا لاڈلا پوتا نہیں ہے۔

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۳۹، تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۸، شرف المصطفیٰ: ۱/۳۰۳، الوفا: ۱/۲/۷، سبل الہدیٰ: ۱/۳۹۰، سمط النجوم: ۱/۳۱۵، ملاحظہ: سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۶۷ میں واقعہ مختصر ہے اس میں گم ہونے کا ذکر ہے)

Marfat.com

عبدالمطلب: (گھبرا کر) حلیمہ رضی اللہ عنہا! اس وقت، تم اور محمد ﷺ کہاں؟

حلیمہ رضی اللہ عنہا: میں پیارے محمد ﷺ کو لے کر آ رہی تھی، جب میں اس مقدس شہر کے بالائی علاقے (مُعلا) میں پہنچی تو وہ گم ہو گئے، اب اللہ کی قسم ہے، میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہیں؟

عبدالمطلب یہ سن کر فوراً کعبہ کی طرف گئے، حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور طواف شروع کر دیا اور اللہ سے دعا و مناجات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مکہ میں یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی، سب اپنے اپنے گھروں سے نکلے اور محمد ﷺ کی تلاش کے لیے شہر کے چاروں اطراف میں پھیل گئے، ان کے محبوب سردار اللہ وحدہ لاشریک لہٗ سے التجائیں کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے:

- اے اللہ! میرے بیٹے حضرت محمد ﷺ کو واپس بھیج دے اور اسے (قوی و توانا اور جوان کر کے نیکی کے کاموں میں) میرا دست و بازو بنا دے۔
- میرے پروردگار! میرا بیٹا نہیں مل رہا، (جس کی وجہ سے) اس شہر ذی وقار کا ہر باسی پریشان حال اور میرے لختِ جگر کی تلاش میں سرگرداں ہے۔
- زمانہ (کہیں) میرے بیٹے کو (یہاں سے) دور نہ لے جائے (اے اللہ!) اس کا نام محمد ﷺ (پہلی کتابوں میں) آپ ہی نے تو رکھا ہے۔

(وہ دعائیں کر رہے تھے، لوگ حضور ﷺ کو تلاش کر رہے تھے۔ اماں آمنہ رضی اللہ عنہا و حلیمہ رضی اللہ عنہا گھر میں بیٹھیں دُعاؤں میں مشغول تھیں) کہ غیب سے ایک آواز آئی، جس کو سب نے سنا، کہنے والا کہہ رہا تھا:

لوگو سنو! پریشان مت ہو! محمد ﷺ کا پالنہار موجود ہے، وہ نہ اس کو رُسوا کرے گا اور نہ ضائع ہونے دے گا۔ (یہ آواز سن کر دادا جی ہاتفِ غیبی سے مخاطب ہوئے)

عبدالمطلب: ان کو ہمارے پاس کون پہنچائے گا؟

غیبی آواز: وہ تہامہ کی وادی میں ''شجرِ یمنی'' کے قریب تشریف فرما ہیں۔

عبدالمطلب گھوڑے پر سوار ہوئے، روایات ہیں کہ ان کے پیچھے سردارانِ مکہ

Marfat.com

ورقہ بن نوفل اور عمرو بن نوفل بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے دیکھا، حضور ﷺ ایک گھنے درخت کے نیچے کھڑے ہوئے تھے۔ (اسے شجرِ یمنی یا شجرۃ الیمن کہا جاتا تھا) اس کے پتوں اور ٹہنیوں سے حضور ﷺ کھیل رہے تھے۔ (۱)

عبدالمطلب: (حضور ﷺ کو دیکھا تو یقین نہ آیا معمول میں پانچ سال کا بچہ اتنا بڑا نہیں ہوسکتا تھا، اس لیے بطور تعجب) حضور ﷺ سے پوچھا: لڑکے! تم کون ہو؟

حضرت رسولِ اکرم ﷺ: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔

عبدالمطلب: تم پر میری جان قربان ہو، میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں، یہ کہا اور عبدالمطلب نے حضرت محمد ﷺ کو سینے سے لگایا، آب دیدہ ہوگئے، اپنے گھوڑے پہ بٹھایا اور حضور ﷺ کو لے کر شہر میں تشریف لے آئے۔ (۲)

اور تم گم ہوئے، ہم نے راہ دکھائی:

اس واقعہ کے بعد ایک زمانہ گزرا، حضور ﷺ بالغ ہوئے، شاندار جوانی گزاری، قابلِ رشک لمحاتِ شباب سے ارضِ حرم کو نور بخشا، یہ زمین ایک انسانِ کامل کے پیروں کی آہٹ سننے کو ترس گئی تھی، آپ ﷺ نے اپنے بلند پایہ اخلاق، معطر اقوال، مہذب اعمال و خدمات کے ذریعے حرم اور جوارِ حرم کے ہر ذی شعور انسان کے دل میں جگہ پائی۔ پھر ایک دن آیا آپ ﷺ نے اپنے قرب و جوار میں رہنے والوں کو اللہ کا پیغام سنانا شروع کیا۔ اس قسم کی خبریں آپ ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام لے کر آتے تھے، ایک دن وہ سورۃ الضحیٰ لے کر آئے، اس میں اللہ نے حضور ﷺ کو ان کے سنہری بچپن اور یتیمی کے ایام کی یاد دلائی اور حضور ﷺ کو یہ بھی یاد کروایا۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى

---

(۱) الآلوسی: ۱۵/ ۳۶۸

(۲) سبل الہدیٰ: ۱/ ۳۹۰، السیرۃ الحلبیہ: ۱/ ۱۳۸، تاریخ الخمیس ۱/ ۲۲۸ شرف المصطفیٰ: ۱/ ۳۸۳، ...
۱/ ۷۲، سمط النجوم ۱/ ۳۱۵

Marfat.com

''(اے محبوب ﷺ! بچپن میں) آپ ﷺ کو گم پایا اور راہ دکھائی۔''

مفسرینؒ لکھتے ہیں کہ ایک تفسیر اس آیت کی یہ بھی کی گئی ہے کہ حضور اکرم ﷺ بچپن میں حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے اچانک غائب ہو گئے تھے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو گھر کا رستہ دکھایا تھا، اس آیت میں مذکورہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔[۱] (ضَالًا) اس درخت کا نام ہے جس کے نیچے یہ واقعہ ہوا۔[۲] اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔

تاکہ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائیں:

اس واقعہ میں بھی اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ جیسے سفرِ معراج میں اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو آسمان و زمین کی بہت سی وہ علامات اور نشانیاں دکھائیں جن میں اللہ تعالیٰ کی معرفتِ خاصہ اور براہینِ قاطعہ ہونے کی صلاحیت رکھی تھی، سب نبیوں کو بیت المقدس میں جمع کرنا، ساتوں آسمان، ان میں اہم ملاقاتیں، جنت اور دوزخ دیکھنا اور راتوں رات واپسی۔ ان سب کے متعلق فرمایا:

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا[۳]

''(آپ ﷺ کو راتوں رات لے جانے کا مقصد یہ تھا کہ) ہم آپ ﷺ کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ معرفتِ الٰہیہ کا یہ سلسلہ (جس کا ذکر اوپر ہوا) اللہ نے حضرت محمد ﷺ کے بچپن سے ہی شروع کر دیا تھا۔''[۴]

یہاں اس بات کا سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ جب اللہ نے آپ ﷺ کو عقل، ہدایت اور معرفت کی صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا، تو اسی لیے نوعمری میں ہی آپ ﷺ کو پہاڑوں، چشموں، صحراؤں، درختوں، سرسبز و شاداب اور بنجر و بے آب و

---

(۱) تفسیر الرازی: ۳۱/۱۹۷ (۲) القرطبی ۲۰/۹۸ (۳) الاسراء: ۱

(۴) سورۃ الضحیٰ تفسیر مفاتیح الغیب: ۳۱/۱۹۷، اللباب فی علوم الکتاب: ۲۰/۳۹۱

Marfat.com

گیاہ علاقوں، نرم اور کہیں سنگلاخ زمینوں پہ رکھا گیا۔ آپ ﷺ نے اُونٹوں کا سفر کیا، ان کا دودھ پیا، کھلے ماحول میں کبھی سورج کو انگڑائیاں لیتے دیکھا اور کبھی اسے فلک بوس پہاڑوں کے پیچھے چھپتے دیکھا اور دن کے آنے اور رات کے جانے کے مناظر سے بھی لطف اندوز ہوئے۔ یہ سب چیزیں وہ ہیں جن کے بیان کے لیے قرآن اُترنے والا تھا وَمِنْ اٰیاتِہٖ...... وَمِنْ اٰیاتِہٖ کہ یہ بھی اللہ کی نشانی اور یہ بھی اللہ کی نشانی ہے۔

نزولِ قرآن سے پہلے، تلاوتِ آیات سے پہلے اور تعلیمِ کتاب سے بھی پہلے ان آثارِ برہانیہ کا مطالعہ کرایا گیا اور چالیس سال کرایا گیا۔ آپ ﷺ کا غائب ہونا شجرۂ یمنی کے پاس حضور ﷺ کا پایا جانا، فرشتوں کے ذریعے آپ ﷺ کی حفاظت وصیانت اور ہاتفِ غیبی کی وہ آواز جو پورے مکے میں سنائی دی، یہ سب اللہ کی وہ نشانیاں تھیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی معرفت کو عام فرمارہے تھے اور عقلمند لوگ سمجھ بھی رہے تھے۔ چنانچہ ایسے حوادث کے بعد حضرت عبدالمطلب یہ جملہ ضرور فرمادیا کرتے کہ: اس بچے کی بڑی شان ہوگی۔ (۱)

گم ہونے کا یہ حادثہ اور اس قسم کے دیگر حوادث حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے سنے، تو فرمایا: میرے بچے کی یہ باتیں اس کی (من جانب اللہ) برتری کی علامات ہیں کوئی جن وغیرہ نہیں ہیں جو انہیں کہیں لے جاتے ہیں۔ (۲)

اس بچے نے شرک کو ہلاک کردیا:

اسی واقعہ میں ہے کہ جب حضور ﷺ گم ہوئے (اور لوگ تلاش کے لیے گئے ہوئے تھے) اس اثنا (رات کی تاریکی میں) حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا (دعا کے لیے بیت اللہ کے اندر) ہبل (بت کے قریب تک) چلی گئیں اور یہاں بارگاہ الٰہی میں حضرت محمد ﷺ کے گم ہوجانے کا درد بیان کیا اور جلدی واپسی کی دعائیں کیں۔

---

(۱) السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۱۵۰

(۲) شرح الزرقانی: ۱/۲۸۱، الروض الانف: ۲/۹۲، شفا: ۱/۲/۱۷۲، سیرۃ ابن اسحاق ۱/۲۵، السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۱۳۹

Marfat.com

اسی وقت (کعبہ میں موجود) سب بت گر گئے اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سنا آواز آ رہی تھی: اِنَّمَا هَلَكْنَا بِيَدِ هٰذَا الصَّبِيِّ۔ ''ہم تو اس بچے کے ہاتھوں مارے گئے''(۱) اب ہمیں خانۂ خدا سے نکال دیا جائے گا۔ اب ہمیں کوئی نہ پوچھے گا، لوگ شرک چھوڑ دیں گے اور صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں گے۔

رات کا بڑا حصہ بیت چکا تھا، اہلِ مکہ محبوبِ خدا کی زیارت کر کے گھروں کو جا چکے لیکن ان کے قلب و جگر میں حضور ﷺ کو دیکھنے کی تمنا ابھی باقی تھی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی ضیافت کی اور ان سے حال احوال سننے کے لیے بیٹھ گئیں۔ حضرت آمنہ نے سب باتیں سنیں اور فرمایا: حلیمہ رضی اللہ عنہا! اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں، جب سے یہ بچہ میرے وجود میں آیا اور پھر دنیا میں اس کا ظہور ہوا اس وقت سے اب تک ہم بہت کچھ دیکھ چکے ہیں۔ اس کے ساتھ انہوں نے وہ تمام واقعات حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو سنائے جو ولادتِ نبوی ﷺ سے پہلے اور بعد میں پیش آئے تھے۔(۲)

ملاحظہ: اب تک بنو سعد میں حضور ﷺ کو چار سال ہو چکے۔ ان میں پہلے دو سال کے بعد ایک بار مکہ تشریف آوری ہوئی اور پھر دوبارہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے صحن کو زینت بخشی، بکریوں میں دلچسپی لی اور فرشتوں کی آمد کے ساتھ شقِ صدر کا پہلا واقعہ رونما ہوا اور حضور ﷺ اپنے آبائی مکان میں تشریف لے آئے۔ اس کے بعد باب نمبر ۵ کو مدینہ اور مکہ کی چند حسین یادوں سے مزین کیا۔

---

(۱) تفسیر النیشابوری ۶/ ۵۱۷، الرازی: ۳۱/ ۱۹۷، غرائب القرآن ۱۴/ ۲۶۱

(۲) دلائل النبوۃ للبیہقی ۲/ ۷

Marfat.com

باب:۵

مدینہ کی باتیں، مکہ کی یادیں

(آمنہ، اُمّ ایمنؓ اور عبدالمطلب کے ساتھ)

اس باب میں حرمین کے ایامِ فرحت کا دل نشیں تذکرہ ہے اور اس افسردہ دن کا ذکر بھی جسے یاد کر کے حضور ﷺ کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔ ✧ مکہ کے یادگار شب و روز ✧ دادا کے ساتھ گزرے ایام اور وہ دن جب حضور ﷺ عبدالمطلب کی چارپائی کے ساتھ آنسو بہاتے جا رہے تھے ✧ خاندانِ بنو ہاشم اور حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی محبت و رفاقتِ رسول ﷺ کی ایمان افزا یادیں۔

حضرت محمد ﷺ اور اُمّ محمد (ﷺ) مکہ میں:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی قسمت میں جتنی خدمت لکھی تھی اس نے حق ادا کیا۔ ممکن ہے کہ اسی شرفِ باریابی نے انہیں دولتِ ایمان کی مستحق بنایا جو انہیں طفولیتِ رسول ﷺ میں نصیب ہوئی، حضور ﷺ کی بنوسعد میں موجودگی کے دنوں میں حضرت آمنہ نے مکہ کی سرزمین پر اپنے بچے کی آمد کے انتظار کے یہ شب و روز کیسے گزارے؟ پیارے محمد ﷺ اور اس کے ساتھ مرحوم شوہر عبداللہ کی یادوں اور سات سالہ بیوگی کا زمانہ انہوں نے کس طرح گزارا؟ اللہ بہتر جانتا ہے، ان کی شرافت و نجابت، شوہر اور بچوں سے قریشی عورتوں کی مثالی محبت سے یہ سمجھنا ہر ذی شعور کے لیے کافی ہے کہ امّ محمد (ﷺ) کے لیے دنیا میں اب بس حضرت محمد ﷺ، ان کی دل آویز مسکراہٹوں، میٹھی باتوں اور صحنِ خانہ میں چلتے پھرتے، کھیلتے، کودتے محمد ﷺ بن عبداللہ کی خوش کن عادات و اطوار سے ہی روشنی تھی، وہ انہیں چوم کر خاوند کے غم کو ہلکا کر لیتی، وہ ایک بڑے جاں گسل غم اور ایک لامحدود خوشی میں زندگی کے باقی ایام گزار رہی تھیں۔ غم اس کا کہ نیک بخت

Marfat.com

اور جواں سال شوہر پردیس میں پیوندِ زمین ہو گیا تھا اور خوشی یہ کہ ان کے گھر میں حضرت محمد ﷺ جیسے عظیم القدر، سعید الفطرت اور خوش خصال وصاحبِ جمال وکمال بیٹے نے قدم رکھے تھے۔ حضرت آمنہ کے میکے اور سیدنا محمد ﷺ کے ننھیال یثرب (مدینے) میں تھے، اس شہر سے جدا ہوئے عرصہ ہی ہو چلا تھا (شادی کے بعد ان سات سالوں میں ان کا مدینے جانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا) ان کا دل مدینے کے لیے بے تاب ہوا اور حکمتِ الٰہی کا تقاضا بھی تھا کہ محمد کریم ﷺ اپنے اس ''دار الہجرت'' کو ایک نظر دیکھ لیں، جہاں سے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز ہونے میں کچھ زیادہ عرصہ باقی نہیں ہے۔ اس لیے حضرت آمنہ نے یثرب (مدینہ) جانے کے لیے عبدالمطلب سے اجازت طلب مشورہ لیا تو انہوں نے بخوشی اجازت دے دی (بعض مؤرخین نے لکھا ہے حضرت آمنہ کا مدینہ طیبہ جانے کا ایک مقصد شوہر کی قبر کی زیارت بھی تھا۔[1]

مکہ کے صبح وشام اور مدینہ روانگی:

ادھر مکہ میں یہ منظر تھا کہ ان کے سوہنے محمد ﷺ کو کبھی دادا جی انگلی پکڑے ''دار الندوہ'' کی طرف گامزن ہیں اور کبھی زبیر، ابو طالب اور دیگر چچے انہیں صحنِ کعبہ میں عبدالمطلب کے پاس لیے بیٹھے ہیں۔ کہیں اُمّ ایمن بلائیں لیتی نظر آتی ہیں تو کہیں پھوپھیاں لیے پھرتی ہیں۔ جس طرح آج پوری دنیا محمد ﷺ محمد ﷺ پکارتی ہے اس طرح بنو ہاشم کا بچہ بچہ محمد ﷺ محمد ﷺ کی صدائیں لگاتا تھا۔ کوئی بھی نہ چاہتا تھا کہ پیارے محمد ﷺ کو یتیمی کا احساس ہو، حضور ﷺ مسکراتے تو سب کے چہرے کھل جاتے، حضور ﷺ کبھی روتے تو سب کی فرحتوں پہ اوس پڑ جاتی۔ ان چاہتوں اور محبتوں کے باوجود ایک فطری خیال آتا کہ سب بچوں کے تو ابو ہیں اور میرے ابو نہیں ہیں۔ اس تصور سے آپ ﷺ کسی گہری سوچ میں بیٹھے ہوتے تو ماں ان سے بنو سعد کی بکریوں، چراگاہ اور سبزہ زار کے ساتھ شیما، انیسہ اور ضمرہ کے متعلق سوالات کرتیں اور

---

(۱) تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۹

Marfat.com

سیدنا محمد ﷺ اپنا غم بھول جاتے۔ زندگی کے یہ حسین ایام گزر رہے تھے کہ حضرت عبدالمطلب نے مدینہ جانے کی سواری اور راستے کا سارا سامان جمع کر کے کہا: میری بیٹی! موسم خوشگوار ہے، مدینہ کا سفر شروع ہو جائے تو اچھا ہے، تیاری کرلو!

کچھ نصیحتیں، دُعائیں دیں اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا و آمنہ کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کو بھی مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ روانگی کے وقت سب خاندان والوں نے مختصر قافلے کو دعاؤں کے سائبان میں روانہ کیا۔ جب تک یہ دونوں اونٹنیاں آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گئیں اس وقت تک اہلِ مکہ انہیں دیکھتے رہے اور سلامتی کے ساتھ واپسی کی دعائیں دیتے رہے۔

مدینہ میں حضور ﷺ کا تاریخی مکان

ہفتہ بھر کا یہ سفر بخیر و خوبی طے ہو گیا (بہت کم مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب ساتھ تھے اکثر کا خیال ہے کہ وہ مکہ میں رہے) حضور ﷺ اپنے ''دارالہجرت'' جا رہے تھے، کوکبہ نبوی ﷺ مدینہ کی طرف بڑھ رہی تھی، حضور ﷺ کو شہر کے وسط میں ایک دو منزلہ مکان دور سے دکھائی دیا۔ آپ ﷺ نے چند سیکنڈ ادھر دیکھا اور پھر اس شہر پر اک محبت کی نظر ڈالی جو کئی سو سال سے آپ ﷺ کے قدموں کی چاپ سننے کے لیے مجسمہ انتظار تھا۔ اس میں دو منزلہ گھر کے اندر ایک خط بھی تھا جس میں لکھا تھا کہ یہ گھر حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کے لیے بنایا گیا ہے۔ کئی سو سال پہلے یمن و حضر موت کا نیک دل بادشاہ تبع (ابوکرب اسعد بن کلیرب بن (ملک یکرب) سرزمینِ یثرب (مدینہ) سے گزر رہا تھا، اس کے ساتھ چار سو علماء تھے، جو اس قافلے کے مخدوم و مذہبی راہنما تھے، ان حضرات کو یہاں تھوڑی دیر قیام کرنا تھا، جب چلنے کا وقت آیا تو یہ علما یہاں سے جانے کے لیے تیار نہیں تھے، بادشاہ نے وجہ پوچھی تو اہلِ علم فرمانے لگے: ہم اپنی کتابوں میں (ایک عظیم الشان نبی علیہ السلام کا) ذکر پاتے ہیں جن کا نام محمد (ﷺ) ہوگا، جس جگہ ہم موجود ہیں، وہ یہاں ہجرت کر کے تشریف لائیں گے، ہم یہاں ٹھہرنا چاہتے

Marfat.com

ہیں تاکہ ان سے ملاقات کریں، یہاں دو پہاڑوں کے درمیان کھجوروں کے یہ گھنے باغات اس نبی ﷺ کے انتظار میں سرسبز وشاداب ہیں۔

بادشاہ نے ان تمام علماء کے لیے الگ الگ گھر بنوائے اور ایک بڑے عالم کے لیے (دومنزلہ) مکان تعمیر کیا اور کہا: یہ حضرت محمد ﷺ کا گھر ہے، اگر وہ تمہاری زندگی میں یہاں تشریف لے آئیں تو تم ان کو یہ مکان پیش کر دینا اور اگر تم ان کی زیارت نہ کر سکو تو اپنی اولاد کو وصیت کر جانا کہ یہ گھر آخری پیغمبر ﷺ کا ہے۔ بادشاہ نے اس عالم کی شادی بھی یہاں کروائی اور کثیر مال بھی پیش کیا (تاکہ جب حضور ﷺ یہاں تشریف لائیں تو ان کی میزبانی ہو سکے) پھر اس نے ایک خط حضرت نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لکھا، اسے بند کر کے اس پر سونے کی مہر لگوا دی، وہ خط حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت بھی تھا جب آپ ﷺ ہجرت کر کے یہاں تشریف لائے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ کو وہ خط پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ کو مکمل وثائق سے جب تبع کے ایمان افروز حالات معلوم ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا تُبَّعًا فَاِنَّه كَانَ اٰمَنَ

"تبع رضی اللہ عنہ کو برا نہ کہنا وہ اسلام قبول کر چکے یعنی وہ مومن تھے۔"(۱)

ایک روایت ہے کہ حضرت تبع دین ابراہیمی علیہ السلام کے تابعدار تھے۔ (۲)

مدینہ میں ایمان کی شعائیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں، جن کو حضور اکرم ﷺ کے لیے تیار کردہ یہ مکان حفاظت وصفائی کے لیے سپرد ہوا تھا۔ (۳)

آپ ﷺ جب مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو اسی تاریخی مکان میں

---

(۱) جامع الاحادیث ۱۶۴۷۲، جمع الجوامع ۵۳۹، فتح الکبیر ۱۳۴۶۵

(۲) وفاء الوفاء ۱/۱۵۰ (۳) شرح الزرقانی ۲/۱۶۴

Marfat.com

فروکش ہوئے بادشاہ نے جو خط اس عالم کو دیا اس کے اندر مندرجہ ذیل اشعار تھے جو حضرت تبع نے حضور ﷺ کے لیے لکھے تھے۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس شہر میں ولادتِ رسول ﷺ سے پہلے ہی ایمان کی شمع جلادی گئی تھی۔ اشعار یہ ہیں:

شَهِدْتُّ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِي النَّسَمِ

''میں احمد ﷺ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ خالقِ کائنات کے (محبوب اور آخری) رسول ﷺ ہیں۔''

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِىْ اِلٰى عُمْرِهٖ لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَّهٗ وَابْنُ عَمِّ

''اگر میری عمر ان کے زمانہ تک دراز کر دی جاتی تو (اسلام کی سربلندی و اشاعت) میں ان کا وزیر اور ابن عم (مددگار) ہوتا۔''(۱)

اعلانِ نبوت کے بعد حضور ﷺ نے اس مکان میں فروکش ہونا تھا، اسی لیے منجانب اللہ یہ محفوظ چلا آرہا تھا، یہ مکان مدینہ کے صدر دروازے کے قریب تھا۔ حضرت آمنہ کی سواری اس کے پاس سے گزر گئی۔ اس سے آگے بنو نجار اور زہری قبیلہ (حضور ﷺ کے ننہیال کے) گھر تھے جیسے ہی سہ رکنی قافلہ پہنچا، ہر طرف سے مَرْحَباً مَرْحَباً کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ عورتیں حضرت آمنہ و برکہ (حضرت ام ایمنؓ) کی طرف آئیں نوعمر لڑکیاں پانچ چھ سالہ ننھے محمد (ﷺ) کی بلائیں لینے لگیں۔

ننھے محمد ﷺ اور اہلِ کتاب کی آمد:

آپ ﷺ کی آمد کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی۔ اہلِ کتاب کے معبد خانوں، خانقاہوں اور مدارس میں جب یہ آواز پہنچی کہ ''وادیٔ ابراہیم'' (مکۃ المکرمہ)

---

(۱) شرح الزرقانی: ۱۵۰/۲، الروض الانف: ۸۴/۱، شرح الشفاء: ۷۴۱/۱، الاکتفاء: ۶۲/۱، سیرۃ ابن کثیر ۱۸/۱ یہ خط حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، واقعہ کے اس حصہ سے بعض مورخین کو اختلاف ہے [illegible] حالات پر اتفاق ہے

Marfat.com

سے ایک بچہ اپنی ماں اور خادمہ کے ساتھ آیا ہے، اس کا نام محمد (ﷺ) ہے، اس کے والد فوت ہو چکے ہیں، وہ بہت خوبصورت ہے اور اس کی ادائیں دلربا ہیں۔ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا (برکہ) حضور ﷺ کو شہر میں لیے پھرتی تھیں۔

وہ حضور ﷺ کے بچپن کے حالات کی گواہ تھیں، وہ فرماتی ہیں: ایک دن اہل کتاب (یہودیوں) میں سے کچھ لوگوں کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا:

هُوَ نَبِيُّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَهٰذِهِ دَارُ هِجْرَتِهِ (۱)

''یہ (محمد ﷺ) اس امت کے نبی ہیں اور یہ شہر (مدینہ) ان کی ہجرت کی جگہ ہے۔''

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (کہ ننھے (محمد ﷺ) کو دیکھ کر جو انہوں نے کہا، وہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اللہ کے محبوب نبی ﷺ کو بھی نوعمری اور بچپن کے بھولپن کے باوجود مدینہ میں گزرے یہ دن خوب یاد تھے، فرمایا کرتے تھے:

ایک دن یہودی کو میں نے دیکھا وہ مجھے بڑے تجسس سے دیکھتا ہے (غور و فکر کے کسی نتیجے پر پہنچنے کے بعد) مجھے کہنے لگا: اے لڑکے! تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: احمد (ﷺ)، پھر اس نے میری پیٹھ کی طرف دیکھا (جہاں مہرِ نبوت تھی) میں نے سنا (وہ مہر نبوت دیکھ کر) کہہ رہا ہے:

یہ لڑکا اس اُمت کا نبی علیہ السلام ہے۔ پھر وہ میرے ماموؤں کی طرف گیا اور انہیں جا کر بتایا کہ (تمہارا بھانجا معمولی انسان نہیں یہ اللہ کا آخری نبی علیہ السلام ہے، چنانچہ) میرے ماموؤں نے میری امی کو بتایا کہ یہودی یہ خبر دے رہا ہے (میری والدہ نے یہ سنا تو) متفکر ہوئیں (اور میری حفاظت کے لیے) مدینہ سے جانے کا ارادہ کر لیا۔ (۲)

اسی شہر میں حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا ایک دن دوپہر کے وقت دروازے سے باہر موجود تھیں، اہلِ کتاب میں سے دو شخص آئے اور کہنے لگے: ہمیں احمد ﷺ کی زیارت تو

---

(۱) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۵ (۲) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۵

Marfat.com

کراؤ! فرماتی ہیں: میں نے گھر سے حضرت محمد ﷺ کو بلایا، ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا: یہ لڑکا اس اُمت کا نبی (علیہ السلام) ہے اور یہ مدینہ ان کی ہجرت کا مقام ہے۔ عن قریب اس شہر میں (ان کی حکومت ہوگی، اس وجہ سے ان مجرمین میں سے) کسی کو قتل کیا جائے گا اور کسی کو قید کیا جائے گا (جو لوگوں کو قتل کریں گے یا فساد پھیلائیں گے)، یہ بہت بڑا اور اہم معاملہ ہے (اس بچے کو معمولی نہ سمجھنا چاہیے یہ یہاں امن لے کر آئے گا)

ملاحظہ: اس شہر میں اس قسم کے مختلف واقعات ظاہر ہوئے جن کا حاصل یہ ہے کہ مختلف یہودی علماء نے علاماتِ نبوت دیکھ کر کہا: یہ لڑکا اس اُمت کا نبی (علیہ السلام) ہوگا۔ (۱)

دارُالہجرت، بچپن کی یادیں اور مدنی بچے:

پانچ چھ سال کی عمر میں بھی حضور ﷺ انتہائی ذہین تھے اور آپ ﷺ کو مدینہ (دارُالہجرت) کے اندر گزرے یہ ایام یاد تھے۔ اس شہرِ محبوب سے آنحضرت ﷺ کو دلی لگاؤ تھا۔ اس کی گلیاں، پہاڑ اور مکانات حضور ﷺ کو سب یاد تھے۔ یہ آپ ﷺ کی امی کا شہر تھا، حضرت محمد ﷺ اس وقت بمشکل چھ برس کے تھے، جب آپ ﷺ مکہ سے اپنی امی جان اور ام ایمن رضی اللہ عنہا (خادمہ) کے ساتھ مدینہ آئے تھے۔ اس شہر میں آپ ﷺ کے ماموں اور نانی جان کا گھر تھا۔ آپ ﷺ والدہ کی اُنگلی پکڑ کر یہاں چلتے، مبارک قدموں سے اس شہر کو برکتوں اور رحمتوں کا مستحق بناتے رہے تھے، اس لیے مدینہ سے وابستہ اپنی یادیں ہمیشہ بیان کرتے رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا محمد ﷺ کے بچپن کے حالات کو بڑی محبت سے سنتے تھے۔ آپ ﷺ کی تربیت میں رہنے والے (سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ یہاں کی باتیں رسولِ اکرم ﷺ کو مدت العمر یاد رہیں، ہجرت کے بعد ایک دفعہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے ننھیال (بنونجار) کے محلے سے گزرے تو فرمایا: یہی وہ مکان ہے جہاں میری والدہ مرحومہ نے قیام کیا تھا۔ یہی وہ باؤلی ہے جہاں میں نے تیرنا سیکھا تھا۔

---

(۱) الطبقات الکبریٰ: ۱/۹۴، المواهب اللدنیہ: ۱/۱۰۲، شرح الزرقانی: ۱/۳۰۹، تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۹، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۵، سیرۃ ابن کثیر: ۱/۲۱۱

Marfat.com

كُنْتُ اُلَاعِبُ اُنَيْسَةَ جَارِيًا مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى هٰذَا الْاُطُمِ وَكُنْتُ مَعَ غِلْمَانٍ مِّنْ اَخْوَالِيْ تَطِيْرُ طَائِرًا كَانَ يَقَعُ عَلَيْهِ

"یہی وہ میدان ہے جہاں میں ایک لڑکی انیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ یہی وہ قلعہ ہے جہاں میں ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ آیا کرتا، اس کی دیوار کے اوپر پرندے آ کر بیٹھتے تھے اور بچے انہیں اُڑایا کرتے تھے۔"

اور فرمایا: یہ جو سامنے (دارالنابغہ) گھر ہے اس میں میرے والد مدفون ہیں ہم لوگ (جب مکہ سے آئے تھے تو) یہیں آ کر اُترے تھے۔ (۱)

مدینہ شہر میں حضور ﷺ نے صرف ایک مہینہ گزارا، لیکن اپنی ادائیں، میٹھی باتیں اور روئے منور کی جوتابانیاں یہاں چھوڑیں ان کی برکات کی وجہ سے کسی بھی مرد، عورت اور بچے کا دل نہ چاہتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کو الوداع کہیں۔

مدینہ کی عورتیں بی بی آمنہ کے پاس جمع رہتیں، خواتین نبی محترم ﷺ کے ابتدائی ایام، بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گزرے حالات و واقعات میں بڑی دل چسپی لیتی تھیں، ان مجالس میں حضرت عبداللہ (حضور ﷺ کے مرحوم والد) کے اوصاف و خصائل، ننھے محمد ﷺ کی دلربا ادائیں اور برکات کا ذکر ہوتا تھا اور اس شہر کے بچے حضور ﷺ سے جدا ہونا پسند نہ کرتے تھے وہ دن کو حضور ﷺ کے ساتھ کھیلتے، جب رات ہو جاتی تو اپنے اپنے گھروں کا رُخ کرتے۔ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا ہر وقت پیارے محمد ﷺ پر واری واری جاتی تھیں۔ جب یہود میں سے متعدد علماء نے آ کر حضور ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ کی ذات میں غیر معمولی دلچسپی لی اور آمنہ کو ان باتوں کی خبر ہوئی تو امی آمنہ نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے چلنا چاہیے۔ حضرت آمنہ کو یاد آیا حبشہ کے سفر میں اور مکہ میں مسیحی علماء نے

---

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر وفات ام رسول اللہ ﷺ: ۱/۹۳

Marfat.com

عبدالمطلب کو خبردار کر دیا تھا کہ آپ کے بے مثال پوتے کو یہودی تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ (۱)

چنانچہ دو اونٹوں پر تین افراد کا یہ قافلہ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوا تو جہاں اہلِ مدینہ افسردہ تھے وہاں ننھے محمد ﷺ کی جدائی پر خاکِ یثرب بھی آنسو بہا رہی تھی۔ (۲)

تقدیر کہہ رہی تھی: اے ارضِ مقدس! ابھی تو اس کے مبارک جسم کی خوشبو کو سینے سے لگا کے سو جا، پورے اڑتالیس سال تجھے انتظار کی کلفت میں مزید بسر کرنا ہوں گے اور پھر ایک دن یہاں حضرت محمد ﷺ آئیں گے، ایک تاریخ رقم کریں گے، پھر تو ہمیشہ کے لیے انہیں اپنے دل میں بسا لینا۔ پھر وہ تجھے چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔

مکہ واپسی اور والدہ کی وفات

پیارے محمد ﷺ کی سواری جب تک آنکھوں سے اوجھل نہ ہوگئی اس وقت تک اہل مدینہ ''ثنیات الوداع'' پر کھڑے دیکھتے رہے اور ننھے محمد ﷺ نے کئی بار مدینہ پر محبت بھری الوداعی نظر ڈالی۔ بظاہر یہ سفر مدینہ سے مکہ کی طرف تھا، ننھے محمد ﷺ ننہال والوں کے پیار کے بعد ددھیال کی ناز برداریوں کی طرف جا رہے تھے لیکن دونوں شہروں کے درمیان ایک منزل ''ابواء'' میں قیامتِ صغریٰ کا ایک منظر محمد کریم ﷺ کے لیے منتظر تھا۔ وہاں پہنچے اور ذرا ٹھہرے کہ ستالیں، معلوم نہ تھا کہ ایک مسافر یہاں ابدی نیند سو جائے گا۔ حضرت آمنہ کی طبیعت اچانک خراب ہوئی، یہ اُن کا آخری وقت تھا، حالتِ سفر میں حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا اور نوعمر حضرت محمد ﷺ کھلے آسمان کے نیچے یہ کیا دیکھ رہے تھے؟ حضرت محمد ﷺ کی دلی کیفیت کیا تھی؟ کسی کے ساتھ (خدا نہ کرے) یہ سب کچھ ہو تو شاید کچھ اندازہ ہو سکے، جو بچہ ابھی اپنے مرحوم باپ کی قبر دیکھ کر آ رہا تھا اب اس کے سامنے ماں کی قبر بھی بنائی جا رہی تھی۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ وہ وطن سے پہلے ارمانوں کے مدفن سے گزریں گے۔

---

(۱) سبل الہدیٰ والرشاد ۱/ ۱۲۷ (۲) الموسوعۃ فی صحیح السیر ۱:۱/ ۱۰۱

Marfat.com

حضرت آمنہ کی ایمان افروز وصیت:

اُم سماعہ جو غالباً اسی بستی سے تھیں وہ آنکھوں دیکھا حال یوں کہتی ہیں:

یہ حضرت آمنہ کے آخری لمحات تھے، (ننھے حضرت محمد ﷺ اس دن پانچ چھ سالہ انتہائی چاک و چوبند لڑکے تھے)، وہ حیران و پریشان اپنی والدہ کے چہرے پہ نظریں جمائے ہوئے تھے، اُدھر ان کی والدہ بھی اپنے لختِ جگر کو مخاطب کر کے کچھ کلمات کہہ رہی تھیں، میں نے دیکھا اور سنا کہ (وہ اس قسم کے الوداعی کلمات اپنے منہ سے ادا کر رہی ہیں کہ جیسے غیبی اشارات، سچے خوابوں، دادا عبدالمطلب کے ذریعے گھر میں آنے والی آسمانی بشارتوں اور خود اپنی آنکھوں دیکھے انوارات و برکاتِ رسول ﷺ کی وجہ سے یہ سمجھ چکی تھیں کہ ان کا بیٹا وقت کا نبی (علیہ السلام) ہے اور وہ ایک نبی (علیہ السلام) کی والدہ ہیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں کی وہ تمام خبریں آمنہ کو سنا دی تھیں جو بازارِ عکاظ و ذوالمجنہ میں انہیں دی گئیں، انہوں نے مدینہ میں اہلِ کتاب کی جو تصدیق سنی وہ بھی اس وقت یاد آ رہی تھی۔ کچھ اشعار جو اس وقت ان کی زبان پر جاری ہوئے ان کا مفہوم یہ ہے:

- اے لڑکے! اللہ تجھے برکت دے۔ (اپنی حفاظت و امان میں رکھے)
- اے (حرمِ محترم جیسے) محفوظ شہر کے بیٹے! (اے فرزندِ حرم!)

ملاحظہ: اس شعر کے ساتھ حضرت آمنہ کو وہ واقعہ یاد آیا جو حضرت محمد ﷺ کے والد گرامی کے ساتھ پیش آیا تھا، انہیں عبدالمطلب نے اللہ کی رضا کے لیے ذبح کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ پھر ان کے فدیے میں سو اُونٹ ذبح کر دیے تھے۔ یہ سارا منظر شادی سے پہلے حضرت آمنہ کو خواب میں دکھا دیا گیا تھا، اس لیے حضرت آمنہ نے مزید کہا:

- اے بیٹے! تمہارے ابو کو سو اُونٹوں کا فدیہ دے کر بچایا گیا، میں نے (ان کے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے) جو خواب میں یہ واقعہ دیکھا، صحیح دیکھا۔
- اے بیٹے! آپ کو مخلوق کی راہنمائی کے لیے اللہ جل جلالہ کی طرف سے

Marfat.com

مبعوث کیا جائے گا۔ (عین ممکن ہے حضرت عبدالمطلب نے حضور ﷺ سے متعلق ان آسمانی بشارتوں سے حضرت آمنہ کو مطلع کر دیا تھا جو ان کو بعض علماء یمن نے دی تھیں جن کا ذکر باب نمبر ا میں ہے۔ اس لیے) انہوں نے کہا:

- اے بیٹے! تمہیں حرم اور حرم (کے علاوہ ساری دنیا) کے لیے مبعوث کیا گیا ہے، آپ ﷺ (اس دنیا کو) تحقیق اور اسلام سے روشن اور منور کریں گے۔
- آپ ﷺ کے نیک والد کا دین وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے (دیکھو!) تم نے اپنی قوم کے (جاہلانہ رسوم ورواج کے) مطابق نہیں چلنا، تم نے بتوں سے بچنا ہے (اللہ ہی کی عبادت کرنی ہے) یہی اللہ کا حکم ہے۔

ان اشعار کے بعد وہ فرمانے لگیں: اے بیٹے! ہر زندہ نے مرنا ہے، ہر نیا پرانا ہوگا، ہر بڑا فنا ہونے والا ہے، میں مر رہی ہوں لیکن میری یاد (تمہارے ذریعے) باقی رہے گی، میں خیر چھوڑ کر جا رہی ہوں، میں (اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میں) نے ایک پاکیزہ انسان (حضرت محمد ﷺ) کو جنم دیا ہے۔

اُمّ رسول ﷺ کی وفات پر جنوں کا اظہارِ غم:

حضرت اُمّ سماعہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد ہم نے جنوں کا نوحہ سنا (آواز آ رہی تھی اور کہنے والے نظر نہیں آ رہے تھے) ہم نے ان اشعار کو یاد کر لیا جو ان سے سنے تھے۔ وہ جو کچھ اشعار میں کہہ رہے تھے: (اسکا مفہوم یہ ہے)

- اے آمنہ! اے نیک، خوبصورت، پاک دامن اور مبارک و بلند مرتبہ خاتون!
- اے مرحوم عبداللہ کی اہلیہ اور اس کی شریکِ حیات! اے اللہ کے نبی ﷺ کی ماں، اے سکینہ (رحمتِ الٰہی) کی مستحق ماں!
- اے اس شخص کی والدہ جو مدینہ کے منبر کا وارث ہے۔ یہ بستی (یثرب) مدینہ منورہ، مطہرہ و مبارک شہر ہی ان کے جسد اطہر کو محفوظ رکھے گا۔

Marfat.com

✧ حضرت محمد ﷺ (آپ کے بیٹے) ایسے قیمتی ہیں کہ اگر اُن کا فدیہ دیا جاتا تو (ان کے والد عبداللہ کے سو اُونٹ فدیہ سے کہیں) زیادہ دیا جاتا۔

✧ اے آمنہ! ہر قوی و کمزور چھوٹا اور بڑا آپ کی وفات پر حزین ہے۔ آپ اس بچے سے جدا ہوتی ہیں جس کا درجہ بلند و بالا ہوگا۔

✧ اے آمنہ! ہم میں سے ہر ایک آپ کی جدائی پر غمگین ہے۔ (۱)

بہر حال حضرت آمنہ سنبھل نہ سکیں اور یہیں اگلے جہان سدھاریں، ''اَبْوَاء'' میں ہی دفن ہوئیں، حضرت محمد ﷺ کے والد بھی پردیس میں فوت ہوئے اور اب ماں بھی قوم سے بہت دور، وطن سے بھی دور جدا ہوئیں، آپ ﷺ یتیم تھے یعنی باپ کے سایہ سے محروم اور اب امی بھی داغِ مفارقت دے گئیں، وہ ماں جس کے ہاتھوں کی خوشبو بھی سیر ہو کر نہیں لے سکے تھے۔ (اللہ ہی ولی و کارساز ہے)۔

چھ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے؟ جس میں آپ ﷺ کو یہ غم دیکھنا پڑا۔

''اَلْاَبْوَاء'' اور مرقدِ اُمّ رسول ﷺ

جہاں حضور ﷺ کی والدہ کی قبر ہے۔ یہ جگہ (اَلْاَبواء) مدینہ سے مکہ کی شاہ راہ پر ''جُحْفَہ'' سے ۲۳ میل دور ہے۔ مستورہ، ابواء سے ۲۸ کلومیٹر مغرب میں ہے، آج کل اسے ''خریبہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ ابواء میں داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ پر چھوٹی سی پہاڑی پر سیّدہ آمنہ (اُمّ رسول ﷺ) کی قبر ہے جو دور ہی سے نظر آ جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے چاروں طرف پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ ابواء کا علاقہ ۱۲ کلومیٹر لمبا اور تین کلومیٹر چوڑا ہے۔ شمال کی جانب سے اسے پہاڑ نے گھیر رکھا ہے۔

---

(۱) مستعذب الاخبار: ۱/۹۰، سبل الہدیٰ: ۲/۱۲۱، ۲/۱۲۶، (بتضعیف) الزہر الباسم فی سیرۃ ابی القاسم: ۱/۲۱۲، تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۹، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۵، سمط النجوم: ۱/۱۲۷، شرح الزرقانی: ۱/۳۱۰، شارات العرب: ۱/۱۲۲، ملاحظہ: اُمّ النبی کی قبر کے متعلق ایک قول ابن الاثیر کا یہ ہے کہ وہ مکہ حجون میں (شعب ابی رب) میں ہے لیکن الزہر الباسم میں علامہ مغلطائی نے اس کی تردید کی اور ابواء کو ہی مقامِ مدفن قرار دیا ہے۔

Marfat.com

اور جنوب میں تقریباً ۵۰۰ میٹر تک سیاہ ٹیلے ہیں۔ ابواء کی آبادی ۵ ہزار ہے۔ ابواء مکہ شریف اور مدینہ طیبہ کے تقریباً نصف میں ''وادی ودان'' کا ایک گاؤں ہے۔ ودان اور ابواء میں ٦ تا ٨ میل کا فاصلہ ہے۔ اسی وجہ سے یہاں پیش آنے والے غزوہ کا نام غزوۃ الابواء یا غزوۃ الودان مشہور ہے۔ (۱)

اللہ کے رسول ﷺ والدہ کی قبر پر:

صفر ۲ھ میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے پہلے غزوے میں ودّان کے مقام پہ تشریف لائے جو ابواء سے ۱۳ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

٦ ہجری میں غزوہ بنی لحیان سے فراغت کے بعد رسولِ رحمت ﷺ اس جگہ سے جس دن گزرے، اس روز دو سو شہ سوار آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ والدہ کی قبر کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ کی ہچکی بندھ گئی۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ سب جانثار بھی آنسو بہا رہے ہیں تو پوچھا: کیوں روتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جناب کو حزیں دیکھا تو ہمارے آنسو بھی چھلک پڑے۔ فرمایا: میں اپنی والدہ کی قبر کے پاس سے گزرا تو (آنسو رک نہ سکے) (۲) پھر جب مکہ فتح ہوا، دس ہزار کا لشکر آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ والدہ کی لحد پر تشریف لائے۔ عمرۂ حدیبیہ میں پندرہ سو جانثاروں کے ساتھ آپ یہاں سے گزرے تو اسی طرح آنسو بہائے، دعا کی اور اگلی منزل کے لیے روانہ ہو گئے۔ (۳)

الغرض: یہ وہ جگہ ہے جسے حضور ﷺ نے عمر بھر یاد رکھا اور اپنی اُمت کو آپ ﷺ ماں کی قبر کی زیارت اور ان کی وفاداریوں کو یاد رکھنے کا سبق دیتے رہے۔

ابواء سے وادی تہامہ (مکہ) کی طرف:

تین رُکنی قافلہ مدینہ سے چلا تھا، ان میں سے ایک راہی ابواء میں ہمیشہ کی نیند سو گیا۔ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے قریبی بستی کی مدد سے آمنہ کو لحد کے سپرد کیا۔ پیارے محمد ﷺ کو اونٹنی پہ بٹھایا اور وادی تہامہ (مکہ مکرمہ) کی طرف چل دیں۔ پیارے محمد ﷺ بار بار

---

(۱) اطلس سیرت النبیؐ ج ا ص ۸۴ (۲) تاریخ الخمیس: ۲/۴

(۳) تاریخ الخمیس: ۲/۴

Marfat.com

مٹی کے اس ڈھیر کی طرف دیکھ رہے تھے جہاں ممتا کی شفقت اور پیار بھری لوریاں ہمیشہ کے لیے زیرِ زمیں چلی گئیں۔ مکہ یہاں سے ابھی پانچ (بروایت چار) دنوں کے فاصلے پر ہے۔ ابھی نبی علیہ السلام کو کئی دن غم واندوہ کی تصویر رہنا ہوگا، پھر کہیں وہ اپنے وطن کا منہ دیکھ سکیں گے۔ (۱)

ابواء عام جگہ تھی ابھی تک اسے کسی نے اہمیت نہ دی تھی، لیکن آج حضرت آمنہ نے اسے تاریخی مقام بنا دیا، حضور ﷺ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہاں سے گزرتے تو ماں کی یاد، بچپن کا دھڑکتا دل اور ماں سے جدائی کی اُداس شام کا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور آپ ﷺ کے جانثاروں کو بھی رونا آجاتا تھا۔ (۲)

مکہ میں عبدالمطلب اپنے پوتے اور بہو کا شدت سے انتظار کر رہے تھے، پوتا تو آ گیا، بہو نہ آسکیں۔ وہ تو مکہ تک آنا چاہتی تھیں موت نے اجازت نہ دی، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا اونٹ پہ حضرت محمد ﷺ کو بٹھائے جب مکہ پہنچیں تو کہرام مچ گیا۔ بنو ہاشم میں صفِ ماتم بچھ گئی۔

حضرت عبدالمُطّلب کی کفالت میں

حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب حضرت آمنہ کی وفات سے پہلے بھی اس گھر کے کفیل ونگران تھے، لیکن وہ آمنہ کی رعایت میں بہت کم حضور ﷺ کو ساتھ رکھتے تھے۔ حضو ﷺ کی ماں کی وفات کے بعد وہ گھر کو زیادہ وقت دینے لگے اور جہاں جاتے حضرت محمد ﷺ لو اپنے کندھوں پہ اُٹھائے رہتے، مجالس اور پنچایتی فیصلوں میں اپنے پوتے کو ساتھ بٹھاتے، کعبۃ اللہ کی دیوار کے ساتھ ان کی مجلسِ وعظ ہوتی، اس میں بھی وہ

---

(۱) ذخائر العقبیٰ: ۱/ ۲۵۸، السیرۃ الحلبیہ: ۱/ ۱۵۴ (۲) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۱/ ۱۸۹

Marfat.com

اپنے لختِ جگر کی نشانی کو لے جانا نہ بھولتے۔ (۱)

اس گھر میں ان کی اپنی اولاد بھی تھی۔ مرد بھی تھے اور عورتیں بھی رہتی تھیں۔ ان کی بیوی ہالہ اور سلمیٰ بھی یہیں قیام فرما تھیں۔ ہالہ حضور ﷺ کی والدہ کی چچازاد تھیں اس گھر میں وہی حضور کی دادی بھی تھیں اور خالہ بھی، ان کا ایک بیٹا حمزہ (رضی اللہ عنہ) بھی یہیں پرورش پا رہا تھا۔ ہالہ حضور ﷺ کو دیکھتیں تو ان کے سامنے آمنہ کا چہرہ آ جاتا، مرحومہ بہن کی یہ نشانی اب ان کی توجہ کا مرکز تھی۔ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے، انہوں نے ننھے محمد ﷺ کو ماں کا لمس دینے کی پوری کوشش کی۔ اس پورے خاندان میں حضور ﷺ کی یتیمی کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی بھی آپ ﷺ کو جھڑکتا اور نہ ڈانٹتا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ ایسے کام ہی نہ کرتے تھے جن کی وجہ سے کسی کو شکایت ہوتی۔ (۲)

باپ کے بعد باپ، ماں کے بعد ماں:

اب اس گھر میں حضرت محمد ﷺ کے باپ عبدالمطلب تھے اور ماں اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان دونوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، حضرت محمد ﷺ چھ سال سے زائد عمر کو پہنچ چکے تھے، آپ ﷺ سے دو سال بڑے (چچا) حمزہ رضی اللہ عنہ اسی گھر میں آپ ﷺ کی خالہ اور سوتیلی دادی ہالہ بنت وہب اور عبدالمطلب کے منظورِ نظر تھے۔ یہیں حضرت عباسؓ تھے۔ (۳)

عبدالمطلب جہاں دیدہ بھی تھے اور رقیق القلب بھی۔ انہیں عبداللہ سے محبت تھی اور عبداللہ کی نشانی ان کے دل میں عبداللہ سے کم عزیز نہ تھی۔ انہیں اپنے یتیم پوتے کا دل جوئی کیا کرتے تھے، لیکن آخر وہ مصروف مرد تھے جو اپنی تجارت، خانہ کعبہ کے امور،

---

(۱) الخصائص الکبریٰ: ۱/ ۱۳۷، فقہ السیرۃ: ۱/ ۸۲　　(۲) خاتم النبیینؐ: ۱/ ۱۲۰

(۳) مَعْرِفَۃُ الصَّحَابَۃ لابی نعیم، ذکر حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب

Marfat.com

اہلِ قریش کے مسائل، متعدد بیویوں اور کثیر اولاد کی مصروفیات میں پھنسے ہوئے تھے۔
انہیں معصوم پوتے حضرت محمد ﷺ (جسے ماں بھی کم سنی میں چھوڑ گئی تھی) کا بے حد خیال تھا، وہ حضور ﷺ کو ''ابن عبداللہ'' نہیں بلکہ اِبْنِی (میرے بیٹے) کہہ کر پکارتے لیکن ان کی توجہ ماں کی ممتا اور باپ کے پیار کا بدل تو نہ ہوسکتی تھی، عہدِ طفلی کی غم خوار، جو حضور ﷺ کے معصوم دل کی رمز شناس تھی، وہ ام ایمن رضی اللہ عنہا برکہ ہی تھیں، وہی خادمہ بھی تھیں اور ماں بھی، حضور ﷺ کو برکہ سے محبت تھی اور آپ ان کو "اُمّی بَعْدَ اُمّی" فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔ (۱)

اس ماحول میں کم سن حضرت محمد ﷺ کو اپنی یتیمی کا احساس ہوا ہی ہوگا، جبھی تو خدا نے چالیس سال بعد یاد دلایا، ''تمہیں یتیم پا کر ہم نے پناہ دی؟'' (۲) نوعمر حضرت محمد ﷺ کے لیے دادا کا دم غنیمت تھا لیکن پیرانہ سالی میں یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ کسے معلوم تھا کب تک روشن رہے گا، دو سال دادا جی نے خوب محبت سے رکھا، وہ اپنے بیٹوں کو کہتے:
تمہارے بھتیجے کے متعلق کتبِ سابقہ کو ماننے والے بہت اچھے تصورات رکھتے ہیں، اس کا خیال رکھا کرو! (۳)

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا اور خدمتِ حبیب ﷺ

یہاں آپ ﷺ کی خادمہ کا تذکرہ اس لیے بے جا نہیں ہے کہ والدہ کے بعد ان کا کردار حضور ﷺ کی خدمت کے لیے بہت ہی اہم تھا۔ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا نام برکہ تھا اور القاب اُمُّ الظِّبَاءِ، ذَاتُ الْهِجْرَتَيْن (دو ہجرتوں والی) خَادِمَةُ النَّبِي ﷺ (نبی ﷺ کی خدمت گار) مَوْلَاةُ رَسُوْلِ الله (اللہ کے رسول ﷺ کی آزاد کردہ ہیں) (۴)

---

(۱) شرح الزرقانی ذکر وفاۃ امنہ (۲) والضحیٰ: ۶ (۳) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۹
(۴) (تہذیب الکمال، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا)

Marfat.com

ان سے ہمارے نبی ﷺ کی پرانی پہچان تھی۔ جب حضور ﷺ کے چہرے کی روشنی سے پورا عالم منور ہوا اس وقت سے وہ اسی خاندان کی خدمت پر مامور رہیں، انتہائی فرض شناس، مخلص، وفا شعار اور محبت دینے والیں، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سے حضرت آمنہ کو بھی بڑا پیار تھا، وہ اسی گھر کی فرد شمار ہوتی تھیں۔ ان پر سب سے بڑی، اہم اور سعید ذمہ داری اس وقت آئی جب نبی رحمت ﷺ کی والدہ دشتِ غربت میں فوت ہوئیں۔ حضرت آمنہ کی اچانک موت سے ننھے حضور ﷺ اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو انتہائی صدمہ ہوا، لیکن اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے بڑے ضبط اور حوصلے سے کام لیا۔ انہوں نے کمرِ ہمت باندھ کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو وہیں سپردِ خاک کیا اور حضور ﷺ کو انتہائی شفقت کے ساتھ اپنے ہمراہ لے کر بادیدۂ گریاں مکہ مکرمہ پہنچیں، جہاں جناب عبدالمطلب نے حضرت آمنہ کے یتیم کو اپنی کفالت میں لے لیا اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی پرورش اور پرداخت پر مامور کر دیا۔ اس لیے ان کا ذی وقار لقب خَادِمَةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ہے۔ خدمت کا یہ فریضہ انہوں نے آپ ﷺ کی زندگی تک خوب سرانجام دیا۔ (۱)

رفاقتِ رسول ﷺ کے انعامات:

بچپن میں آپ ﷺ کو دودھ بھی پلایا تھا اس خدمتِ رضاعت (دودھ پلانے) کی وجہ سے انہیں حَاضِنَةُ النَّبِیِّ ﷺ کہا جاتا ہے (۲)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا اور ان دنوں ان کے بیٹے ایمن رضی اللہ عنہ بھی دودھ پیتے تھے اور دائیں طرف سے پیتے تھے اس لیے ان کا نام اَلْاَیْمَنُ رکھا گیا اور الایمن نام ''مبارک'' کے معنی میں بھی ہے اور یہ اس لیے کہ حضور ﷺ نے بھی اسی (دائیں طرف سے) دودھ پیا تھا۔ ان کی جگہ سے دودھ پینے والا بچہ مبارک ہو گیا۔ (۳)

---

(۱) الاستیعاب، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا (۲) (معرفۃ الصحابہ، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا)

(۳) المغرب فی ترتیب المعرف، الیاء مع المیم

Marfat.com

ان کی شناخت مَوْلَاۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ (اللہ کے رسول ﷺ نے جسے آزاد کیا) سے ہوتی ہے۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت کو سعادت سمجھتی تھیں اور جب سرور عالم ﷺ جوان ہوئے تو اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا وراثۃً (بطور کنیز) حضور ﷺ کے حصے میں آئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنی غلام نہ رکھا بلکہ آزاد کر دیا۔ اس لیے ان کو مَوْلَاۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ لقب سے پہچانا جانے لگا۔ (مَعْرِفَۃُ الصَّحَابَۃ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا)

وہ اَلْمُبَشَّرَۃ بِالْجَنَّۃِ (جنت کی خوشخبری پانے والی) بھی ہیں۔

یہ لقب صرف ان عورتوں کو ملتا تھا جن کو رسول رحمت ﷺ صراحت کے ساتھ جنت میں جانے کی خبر دے کر مسرور کر دیا کرتے تھے۔ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے خاوند جب فوت ہو گئے اور عدت گزر گئی تو ان کے لیے وہ دن بڑا عظیم تھا جس دن صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص جنت کی عورت سے عقد کرنا چاہے تو وہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سے نکاح کرے۔ (۱)

نبی ﷺ کے گھرانے کی اعزازی رُکن:

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے نہ صرف سیدنا محمد ﷺ سے اپنی گود کو منور کیا اور آپ ﷺ کی پرورش کی بلکہ آپ ﷺ کے والد، والدہ، دادا اور دوسرے بزرگوں کی آنکھیں بھی دیکھی تھیں، اس لیے حضور ﷺ ان کی بے حد تعظیم فرمایا کرتے تھے اور اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ ''میری ماں کے بعد ماں'' کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے اور خاندانی نسبتوں کو برقرار رکھنے کے لیے آپ ﷺ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے ھٰذِہٖ بَقِیَّۃُ اَھْلِ بَیْتِیْ ''یہ میرے گھر والوں میں سے باقی ہیں۔'' (۲)

---

(۱) السیرۃ الحلبیۃ، باب وفاۃ والدہ ﷺ　(۲) سیرت ابن کثیر ذکر اماء ہ

Marfat.com

اس طرح آپ ﷺ نے ان کو اپنے اعزازی اہل بیت میں شامل فرما کر قرآنی لقب عنایت فرمایا۔ یہ لقب سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں ازواج و بنات نبی ﷺ کو ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ اس قرآنی لقب کا کسی کو مل جانا ایک بڑا اعزاز ہے۔ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ تھیں اور صحیح یہی ہے کہ انہی کے دورِ خلافت میں انہوں نے طویل عمر کے بعد وفات پائی۔ ان سے چند حدیثیں بھی مروی ہیں۔ (۱)

نزولِ وحی سے عشق تھا، آپ ﷺ کی وفات کے بعد رو رہی تھیں کسی نے ان سے اظہارِ تعزیت کیا تو فرمایا: وفاتِ رسول ﷺ کا مجھے علم تھا کہ آپ ﷺ نے بھی چلے ہی جانا ہے (کسی نے بھی یہاں نہیں رہنا) افسوس تو یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ (۲)

حضور ﷺ چچاؤں اور پھوپھیوں کے درمیان:

آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ حسین، شریف اور محبوب شخصیت تھے۔ ان کا دنیا سے رُخصت ہو جانا سب بہن بھائیوں کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا۔ حضور ﷺ ان کی نشانی تھے۔ اس نسبت سے بھی گھر کے سب افراد، بوڑھے، جوان، مرد و عورتیں جان چھڑکتے تھے۔ حضور ﷺ کے ۱۲ چچے یہ تھے: حارث، ابو طالب، زبیر، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، ابولہب، الغیداق، المقوم، ضرار، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، قثم عبدالکعبہ، حجل (المغیرہ) یہ بارہ بیٹے جناب عبدالمطلب کے دائیں بائیں رہتے تھے، حضور ﷺ ان سب کے لاڈلے تھے۔

✧ نبی رحمت ﷺ عبدالمطلب کے پہلو میں حطیم کعبہ کے ساتھ اس گدے پہ بیٹھے ہوتے، جس پر اُن حضرات (چچاؤں) کو بھی بیٹھنے کی اجازت نہ تھی اس

---

(۱) سیرت ابن کثیر، ۱/۱۹۸، معرفۃ الصحابہ، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا (۲) معرفۃ الصحابہ، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا

Marfat.com

وقت حضور ﷺ کے یہ بارہ چچے اپنے والدگرامی کی خدمت میں مسند کے تین طرف بیٹھے ہوتے تھے اور مسجد الحرام میں عبدالمطلب کے خدام و دوست احباب واہل خاندان) اس منظر کو دیکھ کر محظوظ ہوتے تھے۔ (۱)

- جب ان کا لائق، ذہین، فطین اور سب سے حسین بھتیجا گم ہوتا تو اپنے محترم والد کے ساتھ یہ سب بھی تلاش کے لیے نکلتے۔ ان سب کو والدگرامی قدر نے یقین دلا رکھا تھا کہ ان کا یہ بھتیجا نبی اور بادشاہ ہوگا۔ (۲)
- الغرض: حضور ﷺ جملہ اہلِ خاندان کی آنکھوں کا تارا تھے۔ ان اعزہ میں سے بعض حضرات بڑی بڑی دنیاوی واخروی فرحتوں سے سرفراز ہوئے۔
- آپ ﷺ کی یہ پھوپھیاں بھی جانثار ہوتی تھیں: حضرت صفیہ اُمّ الزبیر رضی اللہ عنہا، عاتکہ، برہ، اَروی، اُمیمہ اُمّ حکیم البیضاء، ان میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں، حضرت عاتکہؓ اور اروی رضی اللہ عنہا کے اسلام کا ذکر بھی بعض اہل سیر نے ذمہ داری کے ساتھ کیا ہے۔ (۳)
- جب ایک عید کو انہوں نے حضور ﷺ کو غائب پایا تو سب پریشان ہوئیں، جب آپ ﷺ مل گئے تو سب کی سب آنحضور ﷺ سے پیار کرنے لگیں۔ (۴)
- اپنی وفات سے پہلے پورے خاندان کو عبدالمطلب نے وصیت کی تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی ساری اولاد (مذکورہ بارہ بیٹوں اور بیٹیوں) کو جمع کیا اور وہی کہا جو وہ اپنی حیاتِ مبارکہ کے ایام میں بیٹوں اور بیٹیوں کو مسلسل نصیحت کرتے رہے کہ حضرت محمد ﷺ کی حفاظت کا خیال رکھو۔ (۵)

اس وصیت اور نبی محترم (علیہ السلام) کی اپنی شخصیت کی بنا پر پھوپھیوں اور چچاؤں کا یہ

---

(۱) شرح الزرقانی: ۱/۳۵۲، سیرۃ ابن کثیر ۱/۲۴۰، جامع الاصول ۱۲/۱۰۹ ذکر اعمامہ

(۲) الاکتفاء ۱/۱۰۴، الوفاء: ۱/۷۵ (۳) زاد المعاد ۱/۱۰۲

(۴) امتاع الاسماع ۲/۳۴۳ (۵) السیرۃ الحلبیہ ۱/۱۶۶

Marfat.com

پیار ابو طالب کی کفالت اور زبیر بن عبد المطلب کی رفاقت کی شکل میں جاری رہا۔ اس کے باوجود حضور ﷺ اپنی ماں کو یاد کرتے تھے۔ ہمارے حضور ﷺ کو پورے خاندان کا پیار، جوانی میں پورے جزیرۃ العرب کی محبتیں اور اعلانِ نبوت کے بعد مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کی مثالی جانثاریاں ملیں، اس کے باوجود فرمایا کرتے تھے:

مجھے ماں کا پیار یاد آتا ہے تو آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے ہیں۔ (۱)

مکہ میں آپ ﷺ کے چاہنے والے حضرات و خواتین کا ذکر ہوا، اب دادائے محترم (سردارِ مکہ، مجاورِ حرم، میزبانِ حجاج حضرت عبد المطلب) کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔ جن کی شفقتوں کو حضور اکرم ﷺ سراہا کرتے تھے۔

جناب عبد المطلب کی مجلس میں:

کعبہ کے سائے میں جناب عبد المطلب کے لیے ایک تکیہ لگایا جاتا اور بیٹھنے کے لیے ایک خاص جگہ بنائی جاتی، ان کی مسند پر کسی کو بیٹھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، ان کے سارے لڑکے فرش کے اردگرد بیٹھتے، جب آپ ﷺ کے دادا جی آتے تو وہی اپنی مسند پر بیٹھتے، لیکن جیسے ہی حضور ﷺ اس محفل میں آتے، بغیر جھجک جائے امیر پر بیٹھ جاتے، ان کے چچا اُٹھانا چاہتے تو عبد المطلب کہتے: دعوا بنی، فو اللہ انّ لہ' لشاناً

میرے بیٹے کو بیٹھنے دو، کچھ نہ کہو! واللہ! اس کی شان ہی نرالی ہے، پھر دادا جی پیار سے آپ ﷺ کی کمر پر ہاتھ پھیرتے اور آپ ﷺ کی میٹھی میٹھی باتوں سے خوش ہوتے۔ (۲)

ان کو مرحوم بیٹے حضرت عبداللہ کی شادی سے پہلے ایک یمنی عالم کی وہ پیش گوئی یاد آتی جس نے کہا تھا: عبد المطلب! تمہاری نسل میں نبوت اور بادشاہت ہوگی۔ (۳)

تو وہ فرماتے: انّہ' لیُؤنسُ مُلْکًا (۴)

یہ بچہ بادشاہ بنے گا۔ ایک دن برکہ امّ ایمن کو کہا: میرے بچے کا خیال رکھو! اہل کتاب (اپنی آسمانی کتابوں کی روشنی میں) سمجھتے ہیں کہ میرا بیٹا (محمد ﷺ) اس اُمت کا نبی ہوگا۔ (۵)

---

(۱) الطبقات الکبریٰ ۱: ۱۱٦ (۲) الروض الانف، شرح ما فی حدیث الرضاع

(۳) الروض الانف ۲: ۸۸ (۴) البدایہ والنہایہ ۳: ۴۳۱

(۵) شرح الزرقانی ۱: ۳۵۲، عیون الاثر ۱: ۴۸، الخصائص الکبریٰ ۱/ ۲۸۸، سیرۃ ابن کثیر ۱: ۲۴۰، الاکتفاء ۱: ۲/ ۱، الوفا ۱: ۱۰۵

Marfat.com

وہ کھانا کھاتے تو حضور ﷺ کو ساتھ کھلاتے، جب تک ان کے پاک و متبرک پوتے ان کے پاس نہ آ جاتے وہ دسترخوان پر انتظار کرتے رہتے تھے۔ (۱)

برکہ! میرے بیٹے سے غافل نہ رہا کرو:

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا، ابوطالب کی زوجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد اور عبدالمطلب کا سارا گھرانہ حضور ﷺ سے سچی، بے لوث اور نسبی و خاندانی محبت کے ساتھ عقیدت بھی رکھتا تھا۔ آپ ﷺ کے بارے میں نبی ہونے کی بہت سی خبریں اور واقعات ایسے معروف ہو چکے تھے، جن کے متعلق یہ کہا جائے تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ اللہ کے تکوینی نظام کے تحت لوگوں میں معروف کیا جا رہا تھا کہ حضرت محمد ﷺ ہی اس قوم کو حقیقی عزت و سکون کے راستے پہ لا سکتے ہیں۔

حضرت امّ ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں (آمنہ کے بعد) حضور ﷺ کی ضروریاتِ زندگی و تربیت میں پوری ذمہ داری سے خدمت کر رہی تھی، ایک دن میں اُن سے غافل ہو گئی اور مجھے پتہ نہ چل سکا (کہ وہ کس وقت گھر سے نکل گئے، حالانکہ دیگر سب گھر والے بلکہ خاندان بنی ہاشم کا ہر فرد ہی ان کا خیال رکھتا تھا، اس روز میں نے عبدالمطلب کو اپنے پاس کھڑا پایا (اور دیکھا کہ حضور ﷺ ان کے ساتھ ہیں)

عبدالمطلب: اے برکہ (اُمّ ایمن)!

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا: لبیک (حاضر ہوں)

عبدالمطلب: تجھے معلوم ہے، مجھے میرا بیٹا کہاں ملا ہے؟

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا: (گھبرا کر) نہیں میرے آقا، مجھے تو معلوم نہیں۔

عبدالمطلب: ادھر بیری کے درخت کے پاس میں نے دیکھا یہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا! اس لڑکے سے غافل نہ رہا کرو، اہل کتاب سمجھتے ہیں کہ (میرے محمد ﷺ)

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۶۱

Marfat.com

اس اُمت کے نبی علیہ السلام ہیں (حتیٰ کہ حبشہ کا بادشاہ) سیف بن یزن بھی یہی سمجھتا ہے کہ یہ اُمت کے نبی علیہ السلام ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر (اے اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا!) میں متفکر رہتا ہوں کہ کہیں اس کو یہودی تکلیف نہ دیں، ان کی عادت رہی ہے کہ وہ نبیوں کو قتل کرتے ہیں، جبکہ مجھے ان میں سے بعض لوگوں نے خبردار بھی کیا ہے کہ ہم بچے کے بارے میں محتاط رہیں۔ (۱)

کبھی دادا کے دوش پر کبھی آغوش میں:

عبدالمطلب نے اپنے لاڈلے پوتے کو ابتدائی چند ایام میں دیکھا، پھر دو سال کے لیے بنو سعد میں بھیج دیا، ممکن ہے اس دوران وہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے دولت کدے پہ بھی آئے ہوں، ان کی بے پایاں محبت کہتی ہے کہ ایام رضاعت میں بھی بنو سعد آ کر انہوں نے اپنی آنکھوں کو دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے ضرور ٹھنڈا کیا ہوگا۔ وہ سینکڑوں میل کا سفر کر لیتے تھے جبکہ ان کے قلب وجگر کے مکین (حضرت محمد ﷺ) تو صرف ساٹھ کلومیٹر دور بنو سعد میں تھے۔ ان سے کیسے صبر ہوا ہوگا، وہ خود آئے یا انہوں نے کسی کو حضور ﷺ کی خیر خبر کے لیے ضرور بھیجا ہوگا۔ وہ بڑے رقیق القلب اور ارجمند طبیعت کے مالک تھے، انہوں نے جب حضور ﷺ کے والد گرامی (عبداللہ) کے متعلق سنا کہ وہ شام سے واپس آتے ہوئے بیمار ہو گئے اور مدینے میں ٹھہر گئے ہیں، تو ان کی برداشت سے معاملہ باہر ہو گیا، فوراً حضور ﷺ کے ایک چچا کو بھیجا کہ وہ عبداللہ کو لے کر آئیں اور رو بہ صحت ہونے تک تیمارداری کریں۔ (۲)

اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ انہیں عبداللہ سے زیادہ ان کی یادگار (سیدنا محمد ﷺ) سے پیار تھا، انہوں نے اس دوران (ایام رضاعت میں ضرور) ملاقات کی ہوگی۔ بہر حال یہ تو اللہ جانیں اور ان کی بے حساب حکمتیں کہ حضور ﷺ کے ایام طفولیت اور زمانۂ جواں عمری کے لمحات کی سنہری تاریخ کی حفاظت کا اس طرح باضابطہ انتظام کیوں نہ کیا

---

(۱) فقہ السیرۃ:۱/۸۲، سبل الہدیٰ:۲/۱۳۰، المختصر الکبیر:۱/۲۸، الاکتفاء:۱/۱۱۵

(۲) الطبقات الکبریٰ:۲/۷۹

Marfat.com

گیا جس طرح اعلانِ نبوت کے بعد جاںنثارانِ حبیب ﷺ نے ایک ایک لمحہ محفوظ کیا۔ اتنا تو لکھا ہے کہ جناب عبدالمطلب حضور ﷺ کو اکثر اوقات ساتھ رکھتے، مسجد الحرام کے صحن میں، طوافوں میں، حطیم میں اور مقامِ ابراہیم کے پاس دادا اور پوتے کو ہمراہ دیکھا گیا، عربوں کا رواج تھا کہ وہ نوعمر بچوں کو اپنے کندھوں پہ سوار کرتے، جس طرح ہمارے حضور ﷺ بھی حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے دوشِ مبارک پر بٹھالیا کرتے تھے۔ (۱)

عبدالمطلب نے بھی حضور ﷺ کی سواری بننے کا شرف حاصل کیا ہوگا۔

میرے بیٹے کو سرِ محفل بلایا جائے:

جب دسترخوان لگ جاتا اور وہ بھی مجاورِ حرم (عبدالمطلب کی سخاوت کا دسترخوان)، سبحان اللہ اس سفرۂ ہاشمی پر اُونٹوں کے جگر اور کوہانیں پک کر آجاتیں۔ (۲)

اور ان کی قوم کے لوگ کھا رہے ہوتے، ان کے سامنے بھی کھانا چنا جاتا تو وہ فوراً پوچھتے: میرا بیٹا کہاں ہے؟ جب حضور ﷺ تشریف لے آتے عبدالمطلب کبھی آپ ﷺ کو پہلو میں بٹھاتے، کبھی گود میں اور کبھی ران پہ بٹھاتے اور دیکھتے کہ سامنے کھانوں میں سب سے اعلیٰ کھانا کون سا ہے؟ پھر وہ کھانا حضور نبی کریم ﷺ کو کھلاتے تھے۔ اور غلام صف بستہ یہ سارا منظر دیکھ رہے ہوتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: میرے بیٹے کو وہ شان ملنے والی ہے جو عرب میں کسی کو نہیں ملی۔ (۳)

معلوم ہوا عبدالمطلب نے سیدنا محمد کریم ﷺ کو کبھی گود میں لیا تو کبھی پہلو میں بٹھایا اور کبھی رانوں پہ اور کبھی اپنے کندھوں پہ حسبِ عمر سوار کیا۔

الغرض: ایک حقیقی والد بھی اتنا وقت اور پیار بمشکل دے پاتا ہے جتنا انہوں نے اپنے عظیم بیٹے اور نیک وصالح بہو کے بیٹے کو دیا۔ ایک دفعہ حضرت محمد ﷺ کسی کام سے کہیں

---

(۱) مسند احمد ۱۸۵۲۴ (۲) مسند احمد بن حنبل: ۱۹۹۹۲

(۳) الموسوعۃ فی صحیح السیرۃ النبویہ ۱/ ۱۰۸، بحوالہ الازرقی بسند حسن عن ابن عباس: ۱/ ۳۱۴/ ۳۱۵، احمد: ۴۴۴۲، بلاذری ص ۸۱، ابن اسحاق للتدمیری: ۱/ ۱۹۴

Marfat.com

تشریف لے گئے واپسی میں دیر ہو گئی، جب حضور ﷺ ان سے بیت اللہ میں ملے تو کہنے لگے: اے بیٹے! آپ ﷺ کی اس (تھوڑی دیر کی) جدائی پر میں ایسا مغموم ہوا ہوں جس طرح ایک ماں حزین و متفکر ہوتی ہے۔ (۱)

حضور ﷺ کعبہ کے سائے میں

زمین پر سب سے اعلیٰ اور قیمتی سایہ اگر کسی سایے کو قرار دیا جا سکتا ہے تو وہ بیت اللہ کا پرچھاواں ہے خطیب حرم (حضرت عبدالمطلب) یہیں مجلس جماتے، لوگوں کے فیصلے کرتے اور آنے والوں کو ملتے تھے۔ نبی علیہ السلام دو سال کے بعد چند دنوں (بروایت تین ماہ) کے لیے مکہ میں تشریف لائے تو دادا ان کو صحن کعبہ میں لے آتے تھے۔ یہیں پر ایک عیسائی عالم نے آپ ﷺ کو بطور نبی پہچانا اور یہیں بنو مدلج کے نجومیوں نے مقامِ ابراہیم میں منقوش پائے ابراہیم کے نشانات کی مماثلت سے حضور ﷺ کے نبی ہونے کی خبر دی تھی۔ (۲)

اللہ کی نشانیاں پیارے محمد ﷺ کی نظر میں:

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے لباس، بستر، دودھ اور سردی گرمی کے مطابق رہنے سہنے کا انتظام رکھتی تھیں۔ اب آپ ﷺ مکہ میں ہر طرف جا سکتے تھے۔ خیال رہے یہ اَلْبَلَدُ الْاَمِیْن ہے، جہاں رسولِ امین ﷺ ابھی اپنا لڑکپن گزار رہے ہیں۔ اس شہر کا بچہ سب سے پہلے اس کے اہم مقامات سے اسی طرح واقفیت کر لیتا تھا، جس طرح وہ اپنے گھر کے ساتھ ساتھ اپنے دادا اور چچاؤں کے گھروں کو جانتا ہے۔ سیدنا محمد کریم ﷺ بھی یہاں تشریف لاتے اور اپنے معصوم و ننھے قدموں کے ساتھ کبھی طواف کرتے اور لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کی صداؤں میں اپنی آواز دلربا شامل کر دیتے۔ یہ وہی گھر ہے، جو آپ ﷺ کے جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کی بھلائی اور دنیوی و

---

(۱) فقہ السیرۃ: ۱/۸۲ بحوالہ مجمع الزوائد: ۸/۲۲۴

(۲) الاکتفاء: ۱/۱۰۴، سبل الہدیٰ: ۱/۱۲۹، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۸، السیرۃ الحلبیۃ ۱/۱۲۰، امتاع الاسماع: ۴/۹۷

Marfat.com

اُخروی کامرانی کے لیے بنایا تھا۔

حجرِ اسود:

اس کے ایک کونے میں حجرِ اسود تھا (اب بھی ہے)۔ اس آب دار و تاب دار اور چمکدار موتی کو حضور ﷺ بوسے دیتے، بلاشبہ وہ آپ ﷺ کے لمس سے مسحور ہو جاتا ہوگا، اس لیے کہ پتھروں کو اس شعور سے نوازا گیا ہے کہ وہ اللہ کے حبیب ﷺ کو پہچانیں اور سلام پیش کریں۔ (۱)

جبکہ یہ عام پتھر نہیں خاص ہے اس محبوبِ جہاں پتھر کو یہ درجہ بھی حاصل ہے کہ اس کے سامنے جو آتا ہے، اس شخص کی صورت کو یہ اپنی آنکھوں میں جذب کر لیتا ہے۔ حتیٰ کہ روزِ قیامت عرشِ الٰہی کے ساتھ ہی رکھا ہوگا اور گواہی دے گا کہ فلاں فلاں شخص میرے سامنے آیا تھا۔ (۲)

یہ دراصل حسی گواہی ہوگی بیت اللہ میں حاضری کی، سیدنا محمد ﷺ جب اس کے سامنے جاتے ہوں گے تو آپ ﷺ کی صورتِ زیبا کو دیکھ کر وہ کتنا ناز کرتا ہوگا؟

مقامِ ابراہیم (علیہ السّلام):

حجرِ اسود کے قریب ہی صحن حرم میں ایک اور پتھر رکھا ہوا تھا۔ یہ مقامِ ابراہیم (علیہ السلام) ہے، اسی پر کھڑے ہو کر معمارِ حرم نے حرم کی اس محترم و معظم عمارت کو بنایا تھا۔ اس پر ان کے نقوشِ پا صاف نظر آتے تھے۔ (۳)

ننھے محمد ﷺ اپنے دادا کے نشاناتِ قدم کو کس غور سے دیکھتے ہوں گے؟ یہ آپ ﷺ کا اپنا گھر تھا، آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کی نشانی، جسے پیارے محمدؐ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے چاہتے تھے اللہ آپ ﷺ کو جہاں بھی لے گیا، اس لیے لے گیا کہ آپ ﷺ آیاتِ

---

(۱) السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۳۲۱) (۲) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۲۳۰

(۳) الدرر فی اختصار المغازی: ۱/۲۹

Marfat.com

الٰہیہ کو دیکھیں اور اپنے رب کی معرفت میں اضافہ کریں۔ سب سے پہلے اس نے ننھے حضرت محمد ﷺ کو کعبۃ اللہ کی نشانیوں کی زیارت کروائی، جب آپ ﷺ بہت کم عمر تھے اس دن بھی دادا حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کو لے کر یہاں آ گئے تھے۔ (۱)

زمزم:

اس کے بعد تقریباً ساٹھ میل کی مسافت پر ''بنو سعد'' کے علاقے میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا دیا، اس سفر میں معصوم آنکھوں نے قدرتِ الٰہیہ کے مناظر کو دیکھا اور خوب دیکھا، اب آٹھ سال کی عمر کے بعد ایک بار پھر آپ ﷺ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے بعد آبِ زمزم کے کنویں پہ آتے تھے اور اپنی پیاس بجھا کر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے، خادمۂ رسول حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کبھی حضرت محمد ﷺ کو دسترخوان پہ نہ دیکھتیں تو پوچھتیں: بیٹے! آج آپ (ﷺ) کھانے میں نظر نہیں آئے؟ تو آپ ﷺ لسانِ صدق بیان سے فرماتے: میں نے زمزم پی لیا۔ (۲)

جب موسمِ حج آتا تو آپ ﷺ کے دادا، ان کے بعد ابو طالب اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ زمزم کا پانی چمڑے کے بنے ہوئے ایک حوض میں بھر دیتے۔ اس میں کشمش ڈال کر اسے میٹھا کرتے اور حجاجِ بیت اللہ کو پلایا کرتے تھے۔ (۳)

حضور ﷺ یہ سب مناظر دیکھا کرتے تھے۔ بنجر پہاڑوں کے درمیان زندہ رہنے کا ذریعہ یہی کنواں ہی تو تھا، جو بند ہو چکا تھا اور آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے دو عشرے پہلے اسے کھولا گیا تھا، ننھے حضور ﷺ جب اپنے چلو سے پانی پیتے ہوں گے تو کئی بار آپ ﷺ کے ہونٹوں سے پانی کے کتنے ہی قطرے پھسل کر زمزم میں جا ملے ہوں گے، ہم عشاق کے لیے یہ تصور کافی ہے کہ جس زمزم کو ہم پیتے ہیں اس میں ہمارے

---

(۱) سیرۃ ابن کثیر: ۱/۲۰۸ (۲) سبل الہدیٰ: ۲/۱۳۵
(۳) اخبار مکہ لازرقی: ۱/۱۲۹

Marfat.com

محبوب (ﷺ) کا لعابِ مبارک شامل ہے جو ہمارے لیے سلسبیلِ جنت سے بہتر ہے۔ ہمارا یہ نظریہ بے بنیاد بھی نہیں ہے، اگر اس سے اچھا کوئی پانی فردوسِ بریں میں ہوتا تو معراج کی شب قلبِ محمد ﷺ کو غسل دینے کے لیے زمزم استعمال نہ ہوتا، فرشتے برتن جنت سے لائے تھے تو وہاں کا متبرک پانی بھی لے آتے۔ (۱)

صفا، مروہ:

ننھے حضرت محمد ﷺ کبھی صفا پہاڑی پر چڑھتے اور کبھی مروہ پر جلوہ افروز ہوتے، یہاں پہ گزرے ان لمحات کی کہانی میں ننھے محمد ﷺ بہت دلچسپی لیتے تھے، جس میں ایک ماں اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لیے یہاں پہنچی، اسے پانی کی ضرورت پڑی تو وہ بے تابی میں کبھی صفا پہ گئی تو کبھی مروہ پہ گئی اور پانی ملا نہ قافلے کا پتہ۔ ادھر ہاجرہ کا ننھا سا بیٹا، ایڑیاں رگڑ رہا تھا کہ اس کے پاؤں کی ٹھوکر سے ایک چشمہ نکلا، جو ان کے پوتے (محمد ﷺ) اور ان کی اُمت کی بیماریوں کو دور کرے گا، بلکہ جس مقصد کے لیے بھی اسے پیا جائے اسے پورا کرے گا۔ (۲)

حضرت محمد ﷺ بیت اللہ میں اپنے دادا اور چچاؤں کے ہمراہ بارہا مرتبہ دن میں دیکھے جاتے، کبھی چاندنی راتوں میں یہاں نظر آتے اور کبھی شب تاریک میں دکھائی دیتے تھے۔ آپ ﷺ کو یہاں کی ہر چیز میں ایک نور نظر آتا تھا، بتوں سے آپ ﷺ کو نفرت تھی ان کی یہاں موجودگی آپ ﷺ کو پسند نہ تھی۔ (۳)

حضرت محمد ﷺ آیاتِ الٰہی میں:

اللہ اپنے محبوب ﷺ کو ابتدائے عمر سے ہی ان قدرتی مناظر سے متعارف کروا

---

(۱) البدایہ والنہایہ: ۳/۴۱۶، امتاع الاسماع: ۳/۳۶، نہایۃ الایجاز: ۱/۱۴۰، سبل الہدیٰ: ۱/۷

(۲) نہایۃ الایجاز: ۱/۱۴۳

(۳) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۵۰، المواہب اللدنیہ: ۲/۶۱۰، شرح الزرقانی ۹/۵۷، سبل الہدیٰ: ۲/۱۴۹، امتاع الاسماع: ۲/۳۴۷

Marfat.com

رہے تھے، جنہیں اس نے اپنی نشانی قرار دیا ہے، نبی محترم ﷺ کے جہاں یہ شب و روز گزر رہے تھے، اس جگہ کے متعلق اس نے خود خبر دی:

فِيهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيمَ (۱)

اس (کعبہ اور اس کے ماحول) میں اللہ کی بہت سی نشانیاں ہیں (ان میں سے ایک) ''مقام ابراہیم'' (علیہ السلام) بھی ہے۔

اللہ کی ان نشانیوں میں آپ ﷺ نے بچپن، لڑکپن اور جوانی کے ایام گزارے اور ان کی حفاظت و صیانت میں اہم کردار ادا کیا۔ جب زمزم کی صفائی کا مرحلہ پیش آیا تو پیارے حضرت محمد ﷺ بھی اپنے چچا کے ساتھ اپنے حصہ کا کام کر رہے تھے۔ (۲)

اور تعمیرِ کعبہ کا معاملہ درپیش ہوا تو سیدنا محمد ﷺ دیگر مکی لڑکوں کے ساتھ اپنے سونڈھے پر پتھر رکھ کر لاتے اور جمع کر رہے تھے۔ (۳)

اور جب سو کر بیدار ہوتے تو سیدھے حرم شریف پہنچتے اور زمزم کا ناشتہ کرتے تھے۔ (۴)

عرفات کے میدان میں

جزیرۃ العرب میں ہاشمی خاندان کی برکات اور مقبولیت تو پہلے ہی کم نہ تھی، جب حضرت سیّد الیتامٰی احمدِ مصطفیٰ ﷺ اس خانوادہ میں تشریف لے آئے تو ان کی توقیر میں اضافہ ہوا۔ ایک دن قریش جمع ہو کر حضور ﷺ کے دادا کے پاس حاضر ہوئے اور بارش کے لیے دعا کی درخواست کرنے لگے۔ دعا کی گئی تو بارش صرف قریش کے علاقہ میں ہوئی۔

اب قبیلہ قیس اور مضر کے لوگ آئے اور عرض گزار ہوئے۔

اہل قبائل: عِمَّ صَبَاحًا (زمانہ جاہلیت کا سلام کیا)

---

(۱) آل عمران: ۹۷ (۲) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۴۹، شفاء الغرام: ۱/۳۲۹

(۳) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۴۹ (۴) المختصر الکبیر: ۱/۹۱، سبل الہدیٰ: ۲/۱۳۵، عیون الاثر: ۱/۵۱

Marfat.com

عبدالمطلب: (آنے والے وفد کو دعائیں دیتے ہوئے) یہ چہرے ہمیشہ خوش رہیں (کہو کیا کہنا ہے؟ پھر ان کا خطیب کھڑا ہوا)

خطیب: یا سیّدی! ہم کئی سال سے قحط اور خشک سالی کا شکار ہیں۔ آپ کے متعلق ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کی برکت (سے اہلِ قریش سیراب ہوئے ہیں، ہمیں بھی اس میں سے حصہ عنایت کیجیے! اور دعا کیجیے!)

عبدالمطلب: سَمْعًا وَطَاعَتاً (سر آنکھوں پر) کل عرفات کے میدان میں جمع ہو جاؤ!

چنانچہ صبح سویرے عبدالمطلب اپنے بیٹوں کے ساتھ نکلے اور (بصد احترام و شفقت) حضرت رسولِ اکرم ﷺ کو بھی ساتھ لیا، ایک دفعہ انہوں نے حضور ﷺ کو جبلِ ابوقبیس پر لے جا کر دعا کی (جس کا واقعہ آگے آتا ہے)۔ [1] آج پھر آپ ﷺ کی اُنگلی پکڑی اور ساتھ لے چلے، عرفات وہاں سے بارہ تیرہ کلومیٹر ہے، ممکن ہے یہ حضرات اونٹوں پہ سوار ہوئے ہوں، مکہ سے قریش والے پہنچے اور ادھر قبیلہ قیس اور مضر اپنے بوڑھوں جوانوں اور بچوں کو لے کر وہاں پہنچے (حضرت عبدالمطلب اسّی سال سے اوپر عمر کو پہنچے ہوئے تھے اس لیے) اُن کے لیے ایک کرسی میدانِ عرفات میں بچھائی گئی، وہ اس پر بیٹھے اور گود میں حضرت محمد ﷺ کو بٹھایا۔ (جب سب آ گئے تو) حضرت عبدالمطلب کھڑے ہوئے اور دعا شروع کی (ان کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے):

''اے اللہ! چمکنے والی بجلی کے پروردگار! کڑکنے والی گرج کے مالک، اے پالنے والے پالنے والوں کے! اے مشکلات کو آسان کرنے والے! یہ (میدانِ عرفات میں حاضر) قبیلہ قیس اور مضر کے لوگ ہیں، یہ بہت اچھے ہیں، (اب بارش نہ ہونے اور قحط سالی کی وجہ سے) ان کے دماغ پراگندہ ہو گئے، کمریں جھک گئیں، یہ آپ سے اپنی بے چارگی اور لاچاری کی فریاد کرتے ہیں اور جان و مال کی بربادی کی شکایت کرتے ہیں۔ اے اللہ! ان کے لیے خوب برسنے والے بادل بھیج دے اور آسمان سے ان کے لیے

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیھقی: ۲/۱۸

Marfat.com

رحمت عطا فرما! تا کہ ان کی زمینیں سرسبز ہو جائیں اور تکالیف دور ہو جائیں۔"

(نبی اکرم ﷺ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ دیگر لوگوں کے ساتھ آمین کہہ رہے تھے) ابھی یہ دعا پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ (گھٹا چھائی) بادل آئے کچھ (حضور ﷺ) اور قریش کی طرف کو برسے اور کچھ قیس اور مضر کی طرف برسنے لگے، حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: اے گروہِ قیس و مضر جاؤ تمہیں سیرابی عطا ہوگئی۔ (۱)

ننھے محمد ﷺ اسوۂ ابراہیم علیہ السلام پر:

سات آٹھ سال کی عمر میں حضور ﷺ کا بیت اللہ میں آیاتِ الٰہیہ کا گہرا مطالعہ کرنا اور بنوسعد کے سفر میں تخلیقِ کائنات کے رازوں سے واقفیت حاصل کرنا سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا اُسوۂ حسنہ ہے، جسے دینِ فطرت کہا جاتا ہے اور نام اس کا اسلام رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلبِ منور کو دنیاوی گرد و غبار سے مکمل محفوظ رکھنے کے لیے پہلے تو سینہ چاک کروا کر نورِ ایمان سے اسے بھر دیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقوشِ قدم کی حسی زیارت کروا کر اس عبادت گاہ کے طوافوں، دعاؤں اور غلافِ کعبہ کے ساتھ چمٹنے کی لذتوں سے آشنا کیا، اب حضرت محمدِ کریم صاحبِ فضلِ عظیم ﷺ کو (مذکورہ واقعہ میں) منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کا رستہ دکھایا جا رہا تھا تا کہ مناسکِ حج کے میدانوں سے مکمل واقفیت حاصل ہو، جب آپ ﷺ کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

رَبَّنَا اَرِنَا مَنَاسِكَنَا (۲)

"اے ہمارے پروردگار ہمیں ارکانِ حج کی ادائیگی کی تعلیم عطا فرما۔" (۳)

تو اس کے ساتھ یہ دعا بھی مانگی تھی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ (۴)

"اے ہمارے پروردگار! ان ہی میں سے ایک رسول یہاں بھیج!"

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ج۱ص۱۶۳ (۲) البقرہ:۱۲۸ (۳) تفسیر البغوی:۱/۱۵۰
(۴) البقرہ:۱۲۹

Marfat.com

جلالِ موسوی علیہ السلام اور کبرِ ابوجہل:

اسوۂ ابراہیمی (علیہ السلام)، کلامِ عیسوی (علیہ السلام) اور شانِ یوسفی (علیہ السلام) کے علاوہ اور بہت سے نبیوں کی انفرادی شانیں حضور ﷺ کے بچپن میں نظر آ گئیں۔ (جن کا بیان باب ۸ میں ہے) جلالِ موسوی علیہ السلام کی ایک جھلک یہ ہے: امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رسول رحمت ﷺ کے بچپن میں غائب ہونے کے واقعات کئی بار پیش آئے۔ (۱)

ایک مرتبہ آپ ﷺ گم ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے بیت اللہ میں یہ دعا کی:

- اے میرے پروردگار! میرے بیٹے محمد ﷺ کو واپس فرما دے۔
- اے میرے رب! اسے واپس کر کے مجھ پر احسان فرما!

وہ مسلسل یہ دعا کرتے رہے، حتیٰ کہ ابوجہل (حضرت محمد ﷺ کو تلاش کر کے اس شان کے ساتھ) لایا کہ اس نے اپنی اونٹنی پر آگے حضرت محمد ﷺ کو بٹھا رکھا تھا (عبدالمطلب نے دیکھا، خوش ہوئے اور بیٹے کی طرف بڑھے) تو ابوجہل بولا:

ابوجہل: اے عبدالمطلب! جانتے ہو تمہارے بیٹے نے آج کیا کر دکھایا؟

عبدالمطلب: (جو حضور ﷺ کے عجیب وغریب واقعات سننے کے عادی ہو چکے تھے) فرمانے لگے: کیوں، کیا ہوا؟

ابوجہل: میں نے (جب محمد ﷺ کو دیکھا تو اپنی) اُونٹنی کو اس کے پاس بٹھالیا (تا کہ اسے اپنے ساتھ بٹھا کے آپ تک پہنچا دوں) اسے پیچھے بٹھایا اور اونٹنی پر سوار ہوا (تا کہ آپ لوگوں تک اسے پہنچاؤں اور آپ کی پریشانی ختم ہو جائے) لیکن سواری چلنے کا نام نہیں لیتی تھی، جب محمد ﷺ کو میں نے آگے بٹھایا تو اونٹنی فوراً کھڑی ہوگئی اور مجھے کہنے

---

(۱) ایک واقعہ پیچھے لکھا جا چکا ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بنوسعد سے واپس آ رہے تھے تب پیش آیا اور بھی اس کتاب میں مذکور ہیں) ایک دن آپ ﷺ مکہ کی گلیوں میں کہیں گم ہوئے (ادھر ادھر دیکھا گیا) آپ ﷺ نہ مل سکے تو جناب عبدالمطلب غلافِ کعبہ سے چمٹ گئے اور خوب الحاح وزاری سے دعائیں کرنا شروع کر دیں۔ وہ وہی شعر کہہ رہے تھے (جو وہ عام طور پر ایسا واقعہ پیش آتا تو کہا کرتے تھے

Marfat.com

لگی: ارے احمق! (تم سمجھتے نہیں، محمد ﷺ تو امام ہیں اور تم مقتدی ہو) بھلا امام مقتدی کے پیچھے کیسے کھڑا ہوتا؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (بڑے نکتہ سنج تبحر عالم تھے، اس قسم کے واقعات پر ان کا علم ظاہر ہوتا تھا تو بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم عش عش کر اُٹھتے تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور) فرمایا: ابوجہل نے حضور ﷺ کو (مکہ کی گلیوں میں تلاش کر کے) ان کے دادا کے سپرد کر دیا (حالانکہ وہ) آپ ﷺ کا دشمن تھا (یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت ان کے دشمن (فرعون) کی نگرانی میں کروائی۔ (۱)

حضور ﷺ کے ایامِ طفلی ہوں یا زمانۂ شباب، آپ ﷺ کو اس قسم کے معجزات ملتے رہتے تھے جو پہلے نبیوں کو پیش آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بچپن میں اپنی خدمت اور اپنی مرضی کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا، اسی طرح سیدنا محمدِ کریم ﷺ نے بھی اپنی خدمت اور اپنے ادب پر اس اُمت کے فرعون ابوجہل کو مجبور کر دیا، علماءِ یہود انبیاءِ سابقین کے واقعات لوگوں کو سناتے رہتے تھے اس لیے حضور ﷺ کے عہدِ طفولیت میں ہی اس قسم کے واقعات دکھائے گئے (جو نبیوں سے ملتے جلتے تھے) تاکہ لوگ سمجھ سکیں کہ آپ ﷺ غیر معمولی شخصیت اور عنداللہ مقبول و منظور ہیں، مذکورہ واقعہ میں جلالِ موسوی علیہ السلام کے سامنے کبرِ فرعونی کا عجز صاف دیکھا جا سکتا ہے۔

اس قسم کے حالات عام طور پر پیش آتے رہتے تھے جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو دور دور تک لوگ جاننے لگے تھے۔ عبدالمطلب یمن، شام اور حبشہ جہاں بھی گئے، کسی نہ کسی نسبت سے ان کے سامنے ان کے لاڈلے پوتے کا ذکر ضرور ہوتا، حضور نبی کریم ﷺ جب والدہ کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے اس کے بعد مکہ میں رہنے والا جو شخص بھی مدینہ گیا وہاں رسولِ رحمت ﷺ کا تذکرہ ہوا، حضور ﷺ کو جو شخص ایک بار دیکھ لیتا وہ زندگی بھر آپ ﷺ کو یاد رکھتا تھا۔ مکی قافلے شام جاتے تو مدینہ راستے میں

---

(۱) مراح لبید: ۲/۶۴۱، الآلوسی ۱۵/۳۸۱، الرازی: ۳۱/ ۱۹۸، النیشابوری ۶/ ۵۱۷، تفسیر غرائب القرآن: ۱۴/ ۲۶۱، السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۱۳۹

Marfat.com

پڑتا تھا، اس شہر کے لوگ اہل مکہ سے جہاں یمن، شام اور حبشہ کی تجارت کی باتیں کرتے، کبھی بادشاہوں کے قصے اور لڑائیوں کی باتیں ہوتیں اور کبھی رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (سردی و گرمی کے اسفارِ تجارت) زیرِ بحث ہوتے تو ننھے حضرت محمد ﷺ کی دل ربا اداؤں اور برکات وخیرات کے ساتھ یہود کی پیش گوئیوں کا تذکرہ بھی ہوتا تھا۔

الغرض: عبدالمطلب کی زندگی کے آخری لمحات تک قرب وجوار کے بڑے شہروں میں نبی رحمت ﷺ کی مکہ میں موجودگی کا ذکر عام ہو چکا تھا۔

آخری نبی ﷺ تشریف لا چکے:

عبدالمطلب اور ان کے خاندان کو نبی علیہ السلام کی برکت سے مزید پذیرائی ملتی جارہی تھی، ان سے ملنے کے لیے جو شخص بھی آتا وہ آمنہ کے لال (ﷺ) کو دیکھتا تو آپ ﷺ کی جمال وجلال سے مرکب شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا، خاندانِ بنو ہاشم برکاتِ نبویہ کے مشاہدات سے مسلسل مستفید ہو رہے تھے، قحط کا سال آیا اور جزیرۃ العرب کی معیشت کو شدید دھچکا لگا، حضرت رُقیقہ بنت ابی صیفی (رسول اللہ ﷺ کے والدِ گرامی کی چچا زاد بہن) نے ایک خواب دیکھا، حضور اکرم، نورِ مجسم، رحمتِ عالم ﷺ کے عہدِ طفلی کا یہ واقعہ خود ان ہی کی زبانی نقل کیا جاتا ہے، وہ فرماتی ہیں:

قریش کے اوپر مسلسل قحط اور خشک سال گزر رہے تھے جنہوں نے لوگوں کی صحت کو بہت متاثر کر دیا تھا، ہڈیوں کو نرم اور کمزور کر دیا تھا۔ (اس صورتِ حال سے انسان، چرند، پرند الغرض حجاز کی ہر روح متاثر ہوئی تھی) میں نے خواب دیکھا، کہنے والا مجھے سنا کر کہہ رہا تھا: اے قریش کی جماعت! بے شک وہ نبی (ﷺ) مبعوث ہو چکا ہے جو تم لوگوں میں سے ہے اور یہی اس کے ظہور کا وقت ہے۔ وہ خیر اور سرسبزی کو لے کر آیا ہے۔ خبردار! تم لوگ دیکھو اپنے اندر سے ایسے آدمی کو جو سب سے لمبا ہے، بڑا ہے، انڈے کی سفیدی جیسا اس کا رنگ ہے، اُونچی ناک والا ہے۔ اس کو وہ بڑائی حاصل ہے

Marfat.com

جو صرف اس پر بند ہے اور اس کا طور طریقہ ایسا ہے جس کی طرف راستہ بنایا جاتا ہے۔ (لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں) غور سے سنو! اسی کو اور اس کے بیٹے (پوتے) کو منتخب کیا جائے اور چاہیے کہ ہر قبیلے کی ہر شاخ جمع ہو کر اس کے پاس آئے اور سب لوگ خوشبو لگا کر آئیں، حجرِ اسود کا استیلام کریں اور سات مرتبہ کعبہ کا طواف کریں۔ اس کے بعد لوگ جبلِ ابوقُبیس پر چڑھ جائیں اور وہی خاص شخص بارش کی دعا کرے اور باقی قوم آمین کہے۔ آگاہ رہو! پھر تم لوگوں پر بارش برسائی جائے گی، جس قدر چاہو گے اور جب تک جیو گے۔

حضرت رقیقہ صفی کہتی ہیں کہ میں نے صبح کی، اللہ جانتا ہے کہ میں دل گرفتہ تھی، ڈر رہی تھی، خوف سے میری جلد سکڑ رہی تھی، میری عقل ماؤف ہو رہی تھی۔ میں نے اپنا خواب بیان کیا، چنانچہ وہ مکے کی ہر گھاٹی میں پھیل گیا۔ قسم ہے حرمت و عزت کی اور حرم کی، مکے میں سے کوئی کمی باقی نہ رہا مگر سب نے کہا: کہ اس خواب (کے اندر جس شخص کی تصویر بتائی گئی) وہ ''شیبۃ الحمد'' ہے (یہ عبدالمطلب کی کنیت تھی)۔ قریش ان کے پاس جمع ہو گئے اور ہر قبیلے کی ہر شاخ کا ایک ایک آدمی اُن کے پاس آیا۔ سب نے غسل کیا، خوشبو لگائی، حجرِ اسود کا استیلام کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد سب جبل ابی قبیس پر چڑھ گئے اور حضرت عبدالمطلب کے پاس جمع ہونے لگے، اہلِ حرم بغیر کسی تاخیر کے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کی، جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ اس وقت جوانی کے قریب تھے۔ اب حضرت عبدالمطلب دعا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے دعا کی۔ (۱)

حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی دعا:

اے اللہ! اے درست اور سچی دوستی کرنے والے، اے حقیقی مشکل کشائی کرنے

---

(۱) الطبقات الکبریٰ: ۱/۷۲

Marfat.com

والے! آپ ایسے حقیقت آگاہ ہیں جس کو بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ ایسے ذمہ دار ہیں جو کسی سے زیادتی نہیں کرتے (نا کسی کے ساتھ بخل کرتے ہیں) یہ لوگ تیرے بندے، تیرے غلام ہیں اور یہ تیری بندیاں ہیں آپ کے حرم کے صحن میں، یہ آپ کی بارگاہ میں اپنی قحط سالی کی شکایت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مویشی تک سوکھ گئے ہیں۔ (اے اللہ!) آپ ہم سب کی دعا قبول فرمایئے۔ اے اللہ! آپ بارش برسایئے ایسی بارش جو سیراب کرنے والی ہو اور سبزہ اُگانے والی ہو۔ (دعا ختم ہوئی)

یہ لوگ (دعا) کر کے ابھی واپس بیت اللہ میں نہیں پہنچے تھے کہ آسمان پھٹ پڑا (زوردار بارش ہوئی) جس نے سیلاب کی صورت اختیار کر لی۔ (۱)

خاندانی بزرگوں کی امیدیں:

بنو ہاشم کا ہر فرد اور آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے والا ہر شخص یہ تصور کرتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں۔ اگر اللہ نے آپ ﷺ کو زندگی دی تو ایسے کام کر دکھائیں گے جو عام آدمی سے ممکن نہیں ہیں، لوگوں کی اس امید کی وجہ آپ ﷺ کا خلوص، اندازِ گفتگو، نتیجہ خیز باتیں، صفائی، ستھرائی، چال ڈھال، مقصد کی لگن، ان تھک محنت اور مسلسل غور و فکر ہو سکتا ہے، کم عمری میں ہی اللہ نے ان صلاحیتوں کو ظاہر فرما دیا تھا۔

ایک دن جنابِ عبدالمطلب نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش کے لیے بھیجا، جب آپ ﷺ دیر تک واپس نہ ہوئے، تو آپ ﷺ کے دادا اپنے لائق پوتے کی جدائی میں اشعار پڑھنے لگے، وہ طواف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

---

(۱) الروض الانف: ۳/۱۰۴، سمط النجوم: ۱/۳۱۶ الطبقات الکبریٰ: ۱/۷۲، شرح الزرقانی: ۱/۱۵۵ عیون الاثر: ۱/۴۸، السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۶۲، تاریخ الخمیس: ۱/۲۳۹، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۳۶، سبل الہدیٰ: ۲/۱۳۱ خاتم النبیین ﷺ: ۱/۳۳۵، سیرۃ ابن ہشام: ۱/۲۸۱

Marfat.com

یَارَبِّ! رُدَّ اِلَیَّ رَاکِبِی مُحَمَّدًا.

''اے میرے اللہ! میرے شہسوار محمد ﷺ کو واپس بھیج دے۔''

یَا رَبِّ رُدَّہٗ وَاصْنَعْ عِنْدِی یَدًا.

''اے میرے پروردگار! محمد ﷺ کو واپس کر کے مجھ پر احسانِ عظیم فرمادے۔''

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ انہوں نے اپنے شہسوار (حضرت محمد ﷺ) کو آتے دیکھا تو عبدالمطلب کی جان میں جان آئی حضرت محمد ﷺ سے گلے ملے اور کہا: بیٹا! میں تمہاری وجہ سے بڑا پریشان ہو گیا تھا اب میں کبھی تمہیں اپنے سے جدا نہ کروں گا۔

حضرت کندیر بن سعید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں بھی ان دنوں حج کے لیے گیا ہوا تھا، میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: اس لڑکے کو جہاں کہیں کسی بھی مقصد کے لیے بھیج دیا جائے یہ کامیاب ہی ہوتا ہے کسی کو یہ امید نہیں ہوتی کہ کسی کام میں اپنے بڑوں کی امیدوں کے خلاف کرے گا۔ (۱)

آٹھ سال کی عمر میں خاندان بھر کی توجہات اور ان کی خوش فہمیوں کی لاج رکھنا ایک ایسی باوقار شخصیت سے ہی ممکن ہے جس کے نقوشِ قدم کو ہر پیر و جواں کے لیے راہنما بنانا مقصود تھا۔ اس نو عمر نے جس طرح دادا جی کا اعتماد بحال رکھا ایسے ہی چچا ابو طالب کو اس وقت مایوس نہ ہونے دیا، جب ان کو آپ ﷺ کے تعاون کی شدید ضرورت تھی اور انہوں نے آپ ﷺ کو ملکِ شام بغرضِ تجارت جانے کے لیے کہا تو آپ ﷺ نے ان کی امیدوں کو پورا فرمایا۔ (۲)

ابوطالب (عبدمناف) کو عبدالمطلب کی وصیت:

عبدالمطلب اب ضعیف العمر تھے، موجودہ قحط سالی نے ان کی صحت کو بھی شدید

---

(۱) عیون الاثر: ۱/ ۴۸ (۲) الزرقانی: ۱/ ۳۱۰

Marfat.com

متاثر کیا۔ ایک دن انہوں نے (سب بیٹوں اور بیٹیوں کو جمع کیا اور ابو طالب عبد مناف کو مخاطب کر کے کہا) اے ابو طالب! اس نو عمر (بیٹے محمد ﷺ) کے بارے میں آپ کو وصیت کرتا ہوں۔

یہ میرا وہ بیٹا ہے، جو ابھی بطنِ مادر میں تھا کہ یتیم ہو گیا (ابھی بہت چھوٹا تھا، ماں دنیا سے پردہ کر گئی) اب ماں باپ کے بعد میں ہی اس کی ماں اور میں ہی اس کا باپ تھا۔

(پھر عبد المطلب کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے، سب بیٹے ضعیف العمر والد کا چہرہ تکنے لگے) وہ ذرا سنبھلے اور انہوں نے چند اشعار کہے:

✧ مجھے اُمید ہے (حضرت) محمد ﷺ سے ہدایت پھیلے گی۔

✧ میرے خیال میں اس سے زیادہ کوئی اللہ کو نہیں جانتا۔

✧ یہ نو عمر اہلِ نجد (عرب) کا سردار ہوگا اور بڑے بڑے طاقتور لوگوں پر غالب آ جائے گا (اس کے مقابلے میں کوئی ٹھہر نہ سکے گا)

(وہ ابو طالب کے چہرے کی طرف تکنے لگے اور انہیں مخاطب کر کے) کہا:

سنو! یہ معمولی لڑکا نہیں، اس کی سلطنت حدودِ حرم سے باہر چلی جائے گی، میں بڑے ذی علم لوگوں سے اس کے متعلق جو سن چکا ہوں، وہ سب سچ ہے، اس سے بڑا حکمران کوئی نہ ہوگا (وہ صرف ملکوں پہ نہیں، بلکہ وہ لوگوں کے دلوں پہ راج کرے گا) بلا شبہ یہ قائد ہے ایک جہاں کا۔ (۱)

ملاحظہ: عبد المطلب نے اپنے ذاتی قیافے اور نبی علیہ السلام کے بارے میں سنی ہوئی بشارتوں سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کو ''ایک جہاں کے قائد'' کہا، درحقیقت آپ ﷺ قائدُ الغُرِّ الْمُحَجَّلِیْن ہیں یعنی اس دنیا کی قیادت کے ساتھ آپ ﷺ روزِ قیامت ان لوگوں کے بھی قائد ہوں گے جو دنیا میں وضو کرنے کے طفیل آخرت میں چمکتے اعضاء کے ساتھ عام انسانوں میں ممتاز نظر آئیں گے۔ آپ ﷺ دنیا میں قَائِدُ الخَیر ہیں تو آخرت میں

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/۲۳، شرح الشفاء، ۲/۱۰۹، سیرۃ ابن اسحاق: ۱/۷۰

Marfat.com

قَائِدُ الغُرِّ المحَجَّلِین ہیں۔[(۱)]

شاہِ عرب کی رُخصتی:

اب وہ ضعیف العمر ہو چکے تھے۔ مورخینؒ نے اسّی سے اوپر اور بعض نے ایک سو سے کچھ اوپر سال ان کی عمر کے شمار کیے ہیں، ان کا دل مطمئن تھا کہ ان کا جانشین ان سے بہت اچھا ثابت ہوگا۔ جناب عبدالمطلب اس وصیت کے بعد زیادہ دن نہ ٹھہر سکے اور وہ وہاں پہنچے، جہاں اس دنیا کے ہر مسافر نے جانا ہے۔ ابھی ان کے پوتے کی عمر کے آٹھ سال گزرے تھے، دادا کی وفات پر آپ ﷺ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ ویسا ہی غم جو آپ ﷺ کے قلبِ منور کو اس دن پہنچا، جب آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ سب بچوں کے باپ ہوتے ہیں اور دادا بھی، لیکن میرے ابو نہیں، نہ جانے وہ کہاں رہتے ہیں نظر نہیں آتے، جب ننھے محمد ﷺ نے اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا دادا یا اپنی امی سے یہ سوال کیا ہوگا تو نہ جانے جواب دینے والے نے کس حوصلے اور دل گرفتگی کے ساتھ ننھے محمد ﷺ کے اس معصومانہ استفسار کا سامنا کیا ہوگا۔ آج دادا کی جدائی نے ایک بار پھر والد اور والدہ کے سائے سے محرومی کا غم تازہ کر دیا تھا۔

آج یہ باتیں قلبِ محمد ﷺ کو ستا رہی تھیں اور ادھر شہرِ مکہ کا ہر فرد اپنے قائد و راہنما کی وفات کی وجہ سے سوگوار تھا، جناب عبدالمطلب نے خونِ جگر سے ابراہیمی شعائرِ حرم کی تعمیرِ نو کا بیڑا اُٹھایا تھا، اس لیے وہ محبوبِ اہل حرم تھے، ان کے نام سے مکی تاجروں کو راستوں کا امن ملتا تھا اور ان ہی کی نسبت سے وہ حبشہ، یمن، بصریٰ، یثرب (مدینہ) طائف اور مصر کے شاہی درباروں میں پہچانے جاتے تھے، جب سینکڑوں سوگوارانِ حرم اپنے بزرگ قائد و محترم سردار کا جنازہ کندھوں پہ اُٹھا کر معلی کے قبرستان کی طرف بڑھ رہے تو حضرت امّ ایمن رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پیارے محمد ﷺ بھی دادا کی چارپائی کے

---

(۱) المواھب اللدنیہ: ۱/ ۴۴۸

Marfat.com

ساتھ ساتھ جارہے ہیں اور آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہے۔ (۱)

اس واقعہ کے کوئی چالیس سال بعد آپ ﷺ (اپنے جاں نثاروں میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کو دادا کی صفاتِ جمیلہ یاد آئیں تو) فرمایا:

روزِ قیامت میرے دادا (عبدالمطلب) کو بادشاہوں اور معزز لوگوں کی پوشاک میں اُٹھایا جائے گا۔ (۲)

جس سال عبدالمطلب نے جان جاں آفرین کے سپرد کی اسی سال معروف سخی حاتم طائی دنیا سے رُخصت ہوئے اور اس کے ساتھ ہی شاہِ کسریٰ بھی جاتا رہا اور نوشیرواں (معروف عادل بادشاہ) بھی دنیا سے چلتا بنا۔ اب سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ، نبی الورائی ﷺ جوان ہو رہے تھے، بزرگی، عدل و انصاف اور سخاوت کے تاجداروں کے ساتھ غرور تکبر کے دعویدار دنیا سے پردہ کرتے جارہے تھے۔ راستے صاف ہو رہے تھے کہ شاہِ دو جہاں ﷺ آ چکے۔ اب ان ہی کا نام چلے گا اور دنیا بھر کے ذرّے ذرّے کو نورِ محمدی ﷺ سے ہی روشنی دی جائے گی۔ (۳)

ملاحظہ: باب ۵ کی کہانی مدینہ سے شروع ہوئی اور عبدالمطلب کی تربت پہ جا کے رُکی، اب آپ ﷺ کی زندگی کا ایک اور دور شروع، یہ عمر مبارک کا نواں سال ہے اور آپ ﷺ چچا ابو طالب کے پاس رہتے ہیں، پورا مکہ اور واردینِ مکہ کے دل حضرت محمد ﷺ کے ساتھ دھڑکتے ہیں، یہ باب نمبر ۶ شروع ہوتا ہے جس میں حضور رسالت مآب ﷺ کے ایامِ بلوغت تک حالات کا دل آویز ذکرِ خیر پڑھ کر قلوب کو منور، آنکھوں کو روشن، ایمان کو مجلّا اور خیالات کو منزہ کیا جائے گا۔

---

(۱) صفوۃ الصفوۃ: ۱/ ۲۰، الاصابۃ: ۷/ ۱۹۶، سبل الہدیٰ: ۲/ ۱۶۵، فقہ السیرۃ: ۱/ ۸۳

(۲) السیرۃ الحلبیہ: ۱/ ۱۶۵، نھایۃ الایجاز: ۱/ ۳۸

(۳) سیدنا محمد ﷺ: ۱/ ۳۲

Marfat.com

باب:۶

بُلوغت کی دہلیز پر

(زُبیر، ابوطالب اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد کے ساتھ)

جناب ابوطالب اور زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ سفرِ شام و یمن کا تذکرہ، تجارت سے دل چسپی، علاماتِ نبوت، توحید، حیا، اخلاق و کردار کی مثالیں، زمزم کی مرمت اور نبی محترم ﷺ کا ذوقِ خدمت، مزاجِ سیادت کے مناظر کا دلکش تذکرہ

جناب ابوطالب و فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا:

حضرت عبدالمطلب دنیا سے رُخصت ہوئے تو جناب ابوطالب، زبیر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر حرم شریف اور خاندان بنو ہاشم کے اجتماعی امور کی ذمہ داری آ گئی۔ آپ ﷺ کے سب چچا حضور ﷺ کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کم عمر تھے۔

جب حضور ﷺ آٹھ سال دو مہینے دس یوم میں جناب ابوطالب کے گھر تشریف لائے ان ایام تک جناب ابوطالب کی عمر چالیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ (۱)

طالب ان کے بیٹے کا نام تھا۔ اس کی نسبت سے ان کی کنیت ابوطالب اور نام عبدمناف تھا۔ (۲)

خطیب، عقیل، ذہین اور ادیب و شاعر اور ابطالِ عرب میں سے تھے۔ ذریعۂ معاش تجارت تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے بعد قبیلے کے سردار، کعبہ کے متولی، میزبانِ حجاج اور راہنمائے زائرینِ حرم آپ ہی تھے، انہوں نے اپنے والد کو دیکھا تھا کہ وہ کس طرح ان کے بھائی عبداللہ و بھابی آمنہ کی یادگار (حضرت محمد ﷺ) پر جان نچھاور

---

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/ ۲۰، الاصابہ: ۷/ ۱۹۶

(۲) الاعلام للزرکلی: ۴/ ۱۶۶

Marfat.com

کرتے ہیں، ساتھ رکھتے ہیں، کھانے اور سونے کے اوقات میں اپنے پہلو میں رکھتے ہیں۔ ان تمام امور کا انہوں نے مکمل لحاظ رکھا۔ وہ والدہ کی طرف سے آپ ﷺ کے مرحوم والد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے، اس لیے عبدالمطلب نے حضور ﷺ کو ان کی تحویل میں دے دیا: اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی کا بھرپور نظارہ نوخیز حضرت محمد ﷺ نے ابوطالب کے گھر میں ہی دیکھا، حالات نے اب تک یتیمی و بے کسی کا احساس دلانے کے لیے حضور ﷺ کے نازک دل کو پے بہ پے ٹھیس لگائی تھی، اس نے اب بہترین درماں کا سامان فراہم کر دیا، حضرت آپ ﷺ نے آنے والی انسانیت کو اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ''تنگی کے ساتھ آسانی'' کا جو درس دینا تھا، عملی طور پر آپ ﷺ ان حالات سے گزر رہے تھے۔ اب ابوطالب پختہ عمر کے تھے، ان کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسد سے ہو چکی تھی، لیکن ان کا صرف ایک ہی کم سن بچہ طالب تھا، دونوں میاں بیوی نے بھتیجے کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور حقیقی بیٹے کی طرح پرورش کرنے لگے، حضور ﷺ کو ماں کی ممتا ہی نہیں، باپ کا پیار بھی مل گیا اور کھیلنے کے لیے ایک چھوٹا سا بھائی۔ جناب ابوطالب کے گھر جہاں ایک عظیم خاتون سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے پیار و محبت میں آپ ﷺ نے بہت یادگار دن گزارے، وہاں طالب، عقیل رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا (ان کا نام فاختہ، ہند، یا فاطمہ بھی بتایا جاتا ہے) جمانہ اور ریطہ ان سب بچوں کی دلی چاہت بھی آپ ﷺ کو ملی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد نے نہایت خلوص اور دل سوزی کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت کی، ظہورِ اسلام اور قبولِ ایمان کے بعد ان کی وفات ہوئی تو حضور ﷺ ان کی میت کے سرہانے بیٹھے اور فرمایا:

رَحِمَكِ اللّٰهُ یَا اُمِّیْ، كُنْتِ اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ، تَجُوْعِیْنَ تُشْبِعِیْنَنِیْ وَتَعْرَیْنَ وَتُكْسِیْنِیْ (۱)

---

(۱) مجمع الزوائد، حدیث: ۱۵۳۹۹، المعجم الاوسط: ۱۸۹

Marfat.com

''اے میری ماں! اللہ آپ پر رحم کرے۔ آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں، آپ خود بھوکی رہتی تھیں مگر مجھے کھلاتی تھی، آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی، لیکن آپ مجھے پہناتی تھیں۔''

ابو طالب کا گھر، برکاتِ محمد ﷺ، علاماتِ نبوّت

جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت محمد ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی آغوشِ تربیت میں آگئے، ابو طالب نے آپ ﷺ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھا اور اسی شفقت اور محبت سے مرتے دم تک آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ حق یہ ہے کہ ابو طالب نے جہاں تربیت، کفالت اور حمیت کا حق ادا کیا وہاں انہوں نے اپنے خاندان کے حق میں برکاتِ نبوت کا نظارہ بھی خوب کیا، وہ مالی لحاظ سے کمزور اور کثیر العیال تھے۔ گھر میں گزر بسر تنگی سے ہو رہی تھی، جو اگر لوگوں میں ظاہر ہو جاتی تو ان کی اس سیادت کو بھی کمزوری کا سامنا کرنا پڑتا جو صدیوں سے اس خاندان کا سرمایہ افتخار رہی۔ لیکن جب حضور ﷺ نے آٹھ سال کی عمر میں اس گھر میں قدم رکھا تو رونقیں بحال ہو گئیں، آپ ﷺ نے بھرپور جوانی میں بھی اس خاندان کی مکمل مدد فرمائی۔ شادی سے پہلے آپ ﷺ کی تجارت اور گلہ بانی کے مالی فوائد اسی خاندان کو پہنچ رہے تھے۔ (1)

کھانے پینے کی دلنشیں عادات:

جن اخلاقِ کریمانہ کا درس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عمر بھر دیا، بچپن کی معصومانہ اداؤں میں ان خصائل کی جھلکیاں دیکھیں گئیں، کھانے پینے، سونے جاگنے میں آپ کی دلربا ادائیں سب کو بھاتی تھیں۔ ابو طالب کے گھر میں بچوں کے ساتھ جب محمد مصطفیٰ ﷺ دسترخوان پہ ہوتے تھے سب بچے تھوڑے کھانے سے ہی سیر ہو جاتے اور

---

(۱) سبل الہدیٰ ۲/۱۵۶

Marfat.com

ان کا یہ آٹھ نو سالہ بھتیجا نہ ہوتا تو وہ بچے سیر نہ ہوتے ابو طالب سب سے پہلے حضور ﷺ کو دودھ دیتے پھر باقی بچے پیتے اور آپ ﷺ کے لبوں کی برکت سے تھوڑا دودھ سب کے لیے کافی ہو جاتا۔ (۱)

ابو طالب بڑے کریم، مہربان، خوبصورت اور مقبول راہنمائے قوم تھے، لیکن وہ فقیر منش آدمی تھے ادھر اللہ نے ان کی اولاد میں بھی برکت دی تھی۔ مہمانداری کی وجہ سے گھر میں کچھ تنگی سی رہتی تھی، نبی علیہ السلام نے ان کے گھر میں قدم رکھا تو خیرات و برکات کا نزول اسی طرح ہوا، جس طرح حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوا تھا۔ اس وجہ سے چچا کی محبت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا اور گھر کے سب بچے بھی خوش تھے۔

کھانے میں کبھی دودھ رکھا جاتا، تو برکت کیلئے پہلے نبی علیہ السلام کو دیا جاتا اور پھر دوسرے بچوں کو دیا جاتا (جو دستر خوان پہ حضور ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے)

اگر کسی بچے کو نبی علیہ السلام کا بچا ہوا کچھ زیادہ مل جاتا تو ابو طالب اس بچے سے کہتے: تم بہت مبارک ہو (اس لیے تمہیں حضور ﷺ کا عطا کردہ) زیادہ ملا ہے۔ (۲)

جب ابو طالب اپنے بچوں کو صبح سویرے بیدار کرتے تو (وہ سب اٹھ کر دستر خوان پر پہنچنے سے پہلے ہاتھ منہ دھوتے اور پھر دستر خوان پہ جاتے) لیکن حضور نبی علیہ السلام اس شان سے اٹھتے تھے کہ ان کی (پیشانی چمک رہی ہوتی، منہ دھلا دھلایا ہوتا) آنکھوں میں سرمہ کے ڈورے نظر آ رہے ہوتے تھے اور آپ ﷺ کے سر کے بال اس طرح سنورے ہوتے (گویا نیند کی حالت میں ان کی کنگھی کر دی گئی ہے) (۳)

ان ایام میں بھی آبِ زم زم ہمارے نبی ﷺ کا محبوب مشروب تھا، اس کی خاصیت ہے کہ جس نیت سے پیا جائے اور اس کے پینے کے بعد جو مانگا جائے، بارگاہِ

---

(۱) عیون الاثر: ۱/۵۰ (۲) شرح الزرقانی: ۱/۳۵۴

(۳) عیون الاثر: ۱/۵۱، شفا: ۱/۳۶۷، تاریخ الخمیس: ۱/۲۵۴، الخصائص الکبریٰ: ۱/۲۵۴، الوفاء: ۱/۹۳، سیرۃ ابن کثیر: ۱/۲۴۱، سبل الہدیٰ: ۱/۱۳۵

Marfat.com

الٰہی سے وہ ضرور ملتا ہے، حضورِ اقدس ﷺ گھر سے بیت اللہ کی طرف صبح سویرے تشریف لاتے، اور اس سے سیراب ہوتے تھے۔ کوئی ناشتے کا پوچھتا تو فرما دیتے: میں آبِ زمزم (کی برکت) سے سیر ہو گیا ہوں۔ (۱)

ابو طالب کے بچے عام بچوں کی طرح کھانے پہ چھین جھپٹ کرتے، شور و غل ہوتا، تو حضرت محمد ﷺ اپنا حق قربان کرتے اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے تھے، ابو طالب نے یہ دیکھا تو حضور ﷺ کو الگ کھانا دے دیا۔ (۲)

جب ابو طالب نے حضور ﷺ کی برکات اور خیرات کو دیکھا تو فرمایا:

اِنَّكَ لَمُبَارَكٌ۔ (۳) تم (اے بیٹے) بہت ہی مبارک ہو!

بارش کا نزول (برکتِ رسول ﷺ):

کعبۃ اللہ کے معاملات اور نظامِ حکومت کے امور (جو کسی قدر رائج تھے) وہ عبد المطلب نے زبیر بن عبد المطلب کے سپرد کر دیے تھے۔ آبِ زم زم کے کام ابو طالب کی ذمہ داری میں دیے۔ نبی اکرم ﷺ کے تبرکات سے یہ دونوں مستفید ہوتے تھے۔ جناب زبیر حضور ﷺ کو تجارت کے لیے یمن لے گئے اور ابو طالب ہر وقت آپ ﷺ کو اسی طرح ساتھ رکھتے تھے جس طرح عبد المطلب رکھتے تھے۔ رات کو اپنے پہلو میں سلاتے تو دن کو ساتھ لیے پھرتے، کثیر العیال تھے، اس کے باوجود ان کی نظر رُخِ مصطفیٰ ﷺ پہ رہتی تھی۔ ایک دن مکہ کی ایک مجلس میں قحط سالی کے لیے دعا کی بات ہو رہی تھی جہلمہ بن عرفطہ کہتے ہیں کہ کوئی کہتا تھا لات و عزیٰ سے مانگو! اور کسی کی تجویز تھی منات کو بھی شامل کر لو! اس دوران ایک بوڑھا باوقار اور حسین شخص سامنے آیا اور کہنے لگا: ارے تم کہاں بھاگ رہے ہو، یعنی حق سے کیوں منہ پھیرتے ہو؟ جبکہ تمہارے اندر

---

(۱) سبل الہدیٰ: ۲/۱۳۵، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۴۱، الاکتفاء: ۱/۱۱۱، المختصر الکبیر: ۱/۹، امتاع الاسماع: ۴/۱۰۰

(۲) سیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۶۹، شرف المصطفیٰ ۱/۳۹۱، السیرۃ النبویہ: ۱/۲۴۲　　(۳) شرف المصطفیٰ: ۱/۳۵۱

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کی نشانی اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد موجود ہے۔ لوگوں نے کہا: ابراہیم علیہ السلام کی نشانی سے تمہاری مراد ابو طالب ہیں؟ کہنے لگا: ہاں، جہلمہ کہتے ہیں: پھر میں کھڑا ہوا، سب اہلِ مجلس ساتھ چلے اور ابو طالب کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

پس ایک شخص تہبند میں لپٹا ہوا آیا، وہ بڑا حسین تھا، سب ان کی طرف بڑھے اور ان سے گذارش کی: اے ابو طالب! وادی میں قحط پڑ رہا ہے اور بچے بھوکوں مر رہے ہیں اس لیے آئیں اور ہمارے لیے دعا کریں، تاکہ بارش ہو جائے۔ (۱)

ابو طالب ایک مجمع کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو لے کر حرم میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی پشت کو خانہ کعبہ سے لگا دیا۔ آپ ﷺ نے بطور تضرع و التجا انگشتِ شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا، بادل کا کہیں نام ونشان نہ تھا، اشارہ پاتے ہی ہر طرف سے بادل امنڈ آئے اور اس قدر بارش ہوئی کہ تمام ندی نالے بہنے لگے، اسی بارہ میں ابو طالب نے کہا:

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ　ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

محمد ﷺ ایسے منور ہیں اور ان کی جبینِ مبارک ایسی روشن ہے کہ اس کی برکت سے خدا سے بارش مانگی جاتی ہے۔ جو یتیموں کا ماویٰ اور ملجا ہیں۔ (۲)

ملاحظہ: یہ ان برکات کا تذکرہ ہے، جو جنابِ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا صفات سے وابستہ تھیں اور ان کا ظہور اس دور میں ہوا جب حضرت محمد ﷺ جناب ابو طالب کے گھر میں رونق افروز تھے، ابھی مزید معجزات کا ظہور ہوگا، اسی دور (ابتدائے بلوغت) کی چند اور باتیں (جب آپ ﷺ ۱۲ سال کے ہو چکے تھے) سفرِ شام کی کہانی میں پڑھیے! جو اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔ یہاں شہر مکہ کی چند یادیں لکھی جاتی ہیں:

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۶۹، شرح الزرقانی: ۱/۴۵۸، الروض الانف: ۵/۳۱۵، تاریخ الخمیس: ۱/۲۵۳، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۴۶

(۲) الزرقانی: ۱/۳۵۷، المواھب اللدنیہ: ۱/۱۲

Marfat.com

جناب ابو طالب کی مسند پر:

جو تکیہ اور گدہ حضرت عبدالمطلب کے لیے حطیم میں کعبہ کی دیوار کے ساتھ رکھا جاتا تھا، جائے نشست کا وہی اہتمام جناب ابو طالب کے لیے کیا جاتا تھا، اس مسند پر بھی رسولِ رحمت ﷺ آ کر بیٹھ جاتے تھے، ابو طالب دیکھتے اور مسکرا کر کہتے: میرا بھتیجا اپنے مرتبے و مقام سے واقف ہے (کہ یہی اس جانشینی کا صحیح حقدار ہے، ہم تو صرف اس وقت کے انتظار میں ہیں کہ کب یہ جوان ہو اور ہم اس کی جگہ اس کے سپرد کریں) فرماتے: یہ جانتا ہے اللہ نے اسے شرفِ عظیم اور لیاقتِ ولایت سے نوازا ہے۔ (۱)

کبھی فرماتے: میرا بیٹا بہت حساس ہے اس کے لیے فرش (گدّا) بچھایا کرو! (۲)

اس قسم کی بہت سی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدالمطلب و ابو طالب کو یقین تھا کہ ہمارے بعد اس قوم کی قیادت سیدنا حضرت محمد کریم ﷺ ہی کریں گے۔ (۳)

چنانچہ ایسا ہی ہوا ابھی آپ جوانی میں قدم رکھ رہے تھے کہ ابو طالب و عبدالمطلب کے کاموں کو حضور ﷺ انجام دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے عہدِ شباب میں (قبل از اعلانِ نبوت) لوگوں کے فیصلے کرنا شروع کر دیے تھے۔ (۴)

اور جواں عمری میں آپ ﷺ کو اہلِ مکہ سمجھتے تھے کہ یہ جوان اپنے کریم آباؤ اجداد کے کریم سپوت ہیں۔ (۵)

تعمیرِ کعبہ اور پہلی آسمانی نداء:

اب آپ ﷺ نو دس سال کے تھے لیکن صحت اور قدرتی نشوونما کا کرشمہ تھا کہ

---

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۶۹، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۴۱ (۲) الوفاء: ۱/۹۳

(۳) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/۲۳، شرح الشفاء ۲/۱۰۹، سیرۃ ابن اسحاق: ۱/۷۰

(۴) سیرۃ ابن ہشام: ۱/۲۹۹ (۵) تاریخ الطبری: ۳/۶۱

Marfat.com

آپ ﷺ چودہ پندرہ سال والے لڑکوں کے برابر شمار کیے جاتے تھے۔ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ ایک بزرگ صحابی تھے ان کے بھانجے نے ان سے پوچھا: ماموں جی! قریشِ مکہ سے پہلے خانہ کعبہ کی جو تعمیر ہوئی ہمیں اس کے بارے میں کچھ آگاہی دیں، ابوالطفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضور ﷺ ابھی قریب البلوغ تھے، اس وقت (بارش کے جمع ہونے والے پانی نے اس کے پتھروں سے مٹی نکال دی اور دیوار کے پتھر ایک دوسرے پہ رکھے رہ گئے۔ دیگر لڑکوں کے ساتھ اس کی تعمیر میں حضور ﷺ نے بھی حصہ لیا تھا۔ (١)

خدمتِ خلق کا کوئی اجتماعی، ملی و رفاہی کام ہوتا اور آپ ﷺ اس میں دوسروں سے پیچھے رہ جاتے یہ کیسے ممکن تھا؟ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی یہ تعمیر اوّل تھی یا تعمیر تو اس وقت ہوئی جب عمر مبارک پینتیس سال ہوئی۔ (٢) تو پھر یہ تعمیر نہیں تھی مرمت تھی جس میں نبی علیہ السلام نے نوعمری میں کام کیا۔ (٣)

آپ ﷺ نے اس میں برابر حصہ لیا۔ اس میں جہاں دیگر بچوں نے پتھر اُٹھائے وہاں پیارے محمد ﷺ بھی اپنے خوشبودار ہاتھوں سے سنگ پارے اپنے نرم و نازک کندھوں پہ رکھ کر لا رہے تھے۔

دیگر بچوں اور آپ ﷺ میں ایک واضح فرق تھا، انہوں نے اپنی چادریں (تہ بند) اُتار کر اپنے کاندھوں پہ رکھتے تا کہ ان کی نوک جسم پر خراش نہ ڈالے لیکن حضرت محمد ﷺ نے ایسا نہیں کیا، آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو تہ بند اُتارنے کے لیے کہا: اے بھتیجے! اگر آپ ﷺ یہ تہبند پتھر کے نیچے رکھ لو (تو بہت اچھا ہو)۔

ایک روایت ہے کہ جیسے ہی آپ ﷺ نے اپنے ازار کو ہاتھ لگایا، ہاتفِ غیبی سے آواز آئی یَا مُحَمَّدُ عَوْرَتَكَ ''اے محمد ﷺ! اپنے ستر کی حفاظت کرو۔'' چنانچہ آپ ﷺ کو ہوش آیا تو آپ ﷺ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہما

---

(١) امتاع الاسماع: ١/٣٣٣ (٢) اثمار التکمیل فی انوار التنزیل: ٢/٩٤

(٣) السیرۃ النبویہ کما جاءت فی الاحادیث الصحیحہ: ١/٤٩

Marfat.com

نے کہا: ہم نوعمروں نے ایک دن آپ ﷺ کے ساتھ اسی قسم (سنگ برداری) کا کام کیا، ہم کو کوئی دیکھ رہا ہوتا تو پردہ کر لیتے ورنہ پرواہ نہ کرتے (حضور ﷺ کو بھی ہم نے یہ مشورہ دیا) وہ میرے سامنے جا رہے تھے (ہماری بات سن کر) منہ کے بل گر پڑے، کھڑے ہوئے، اپنے تہہ بند کو سنبھالا (کہ کہیں کھلا تو نہیں؟) اور فرمایا:

نُهِيتُ اَنْ اَمْشِيَ عُرْيَانًا فَكُنْتُ اَكْتُمُهَا مَخَافَةَ اَنْ يَّقُولُوا مَجْنُونٌ (۱)

"مجھے بے لباس ہونے سے روکا گیا ہے (اور میں) پردہ پوشی اس لیے بھی کرتا ہوں (کہ اگر لباس کا خیال نہ رکھوں گا تو) لوگ مجھے مجنوں کہنے لگیں گے۔"

اس واقعہ میں جس غیبی آواز اور نداءِ سماوی کا ذکر ہے یہ پہلی آواز تھی جو آپ ﷺ کو آسمانوں سے دی گئی۔

سالانہ میلہ، بوانہ اور شرک سے معذرت

دس سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، معاشرہ، اعزہ واقربا جدھر چاہیں انسان کو لگا دیتے ہیں لیکن سیّدنا محمد ﷺ کی کھیل کود کی یہ عمر بھی سبق آموز ہے۔ بچہ سمجھ کر لوگوں نے آپ ﷺ کو شرک کی دعوت بھی دی، مشفقانہ اصرار بھی کیا لیکن آپ محفوظ رہے۔

سب نبیوں نے ہی اپنے بچپن میں لوگوں کو عملی طور پر بتا دیا کہ وہ موحد ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اِنِّی عَبْدُ اللّٰهِ (مریم ۳۰) "میں اللہ کا بندہ ہوں"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الانعام:۷۹)

"میں نے تو اپنا چہرہ اسی کی طرف کر لیا، جس نے آسمان وزمین بنائے۔"

---

(۱) حدیث حسن صحیح ہے ذہبی نے یہ حدیث اپنی سیرت میں ان دو طریقوں سے لکھی ہے۔ السیرۃ النبویہ ماجاءت فی الاحادیث الصحیحہ ۱/۵۰، الدرر فی اختصار المغازی: ۱/۳۰

Marfat.com

اسی طرح حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ آپ ﷺ کسی صورت میں عقیدۂ توحید کو چھوڑ نہیں سکتے، ایک دن سیّدِ دو عالم ﷺ تشریف فرما تھے (آج سب اہلِ مکہ بڑے خوش تھے، عید کا دن تھا اس موقعہ پر ایک بت کے دربار میں سالانہ حاضری تھی، اس لیے تیاری عروج پہ تھی۔ کوئی تبدیلی اگر کسی میں نظر نہیں آ رہی تھی تو وہ شخصیت صرف حضرت محمد ﷺ کی تھی، جو ١٠ سال کی عمر میں بھی اپنے مقصدِ حیات کے لیے پرعزم نظر آتے تھے) آج ابو طالب، ان کی بہنیں اور بھائی (حضور ﷺ کے چچا اور پھوپھیاں) حاضر ہو کر گزارش کرنے لگے: محمد ﷺ! آج عید کا دن ہے، سب قریش نے "بُوّانَہ" (معبود، بت) کے پاس جانا ہے، اس لیے تیاری کرو! آج صبح سے شام تک وہاں مختلف عبادات بجا لانی ہیں، وہاں سب قریشی حلقے بنا کر بیٹھیں گے (آباؤ اجداد کے قصے اور شعر و شاعری ہوگی) اعتکاف کریں گے اور قبیلے کے سردار ابو طالب سب کی قیادت کریں گے، آؤ ہمارے ساتھ چلو، آج عید کا دن ہے۔ اس ساری تمہید کو سننے کے بعد حضرت محمد ﷺ خاموش رہے۔

ہائے رے استقامت!

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا یہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں، فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ ان کے اس عید کی طرف نہ جانے کی وجہ سے ابو طالب (شاید پہلی اور آخری مرتبہ) شدید غصے میں نظر آئے اور ان کی بہنوں نے بھی حضرت محمد ﷺ کو اپنے شدید غیض و غضب کا نشانہ بنایا اور کہنے لگیں:

اے محمد ﷺ! ہمیں یہ ڈر ہے کہ تمہیں (کچھ ہو نہ جائے اس وجہ سے کہ تم) ہمارے معبودوں سے (اعراض و بے توجہی) کر رہے ہو! (جب آپ ﷺ نے ان کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور مسلسل خاموش رہے تو وہ) پوچھنے لگیں:

اے محمد ﷺ! بالآخر تم چاہتے کیا ہو؟ تم اپنی قوم کی خاطر ایک عید میں نہیں جاتے؟

Marfat.com

(وہاں جاؤ گے تو قوم کے مجمع میں ایک فرد کا اضافہ ہی ہوگا جبکہ) تم ان کی کثرت (میں اضافہ بھی) نہیں چاہتے؟ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں: (حضور ﷺ نے ان کی یہ سب کڑوی کسیلی سنیں اور) وہاں سے ایک طرف چل دیے (چند قدم چلے ہوں گے کہ اچانک) ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور جتنی دیر اللہ نے چاہا (اپنے محبوب بندے کو ان سے دور ہی رکھا، اس دوران سب کے ہوش اُڑ گئے، پریشان ہو گئے) پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے تو (سب جمع ہو کر حال پوچھنے کے لیے قریب آئے، حضور ﷺ کو انہوں نے دیکھا کہ) آپ ﷺ گھبرائے ہوئے ہیں اور مرعوب ہیں۔ (ہم خواتین ان کے ارد گرد جمع تھیں)

خواتین: اے محمد ﷺ! تمہیں کس چیز نے پریشان کر دیا؟

حضرت محمد ﷺ: مجھے ڈر ہے کہ مجھ پر کوئی جن وغیرہ کا اثر ہے۔ (بی لَمَمٌ)

خواتین: اے محمد ﷺ! (ایسا نہیں ہو سکتا) آپ ﷺ کو شیطان (جن وغیرہ) نہیں چھو سکتے، تمہارے اندر بہت سی بھلی عادات وخصائل (کے انوارات ہیں، بھلا یہاں شیطان کا کیا کام؟ (صحیح صحیح بتاؤ ذرا یاد کر کے بتاؤ، محمد ﷺ! آخر ہوا کیا تھا؟) تم نے دیکھا کیا ہے؟

حضرت محمد ﷺ: میں ایک جگہ پہنچایا گیا جہاں بہت سے بت تھے۔ جب میں ان میں سے کسی ایک کے قریب ہوا، تو میرے پاس ایک شخص آیا، سفید اس کا رنگ تھا وہ لمبا سا تھا (وہ) میری طرف چیخ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے محمد ﷺ! بچ جاؤ اس کو ہاتھ نہ لگانا!

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ کبھی بھی ان کی عید کی طرف نہیں گئے (اور نہ کبھی انہوں نے اس طرح اصرار کیا جس طرح اس دن کیا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ نے آپ ﷺ کو نبی بنا دیا۔ اللہ کی رحمتیں اور سلام آپ ﷺ پر ہو۔ (1)

یہ ایک واقعہ ہو چکا، جس سے حق غالب آ گیا اور باطل کی ساری تدبیریں حضرت

---

(1) عیون الاثر: ١/٥٦، تاریخ الخمیس: ١/٢٥٤، الخصائص الکبریٰ: ١/١٥١، شرف المصطفیٰ: ١/٤٦١، السیرۃ النبویہ شمس الدین: ١/١٣٩، الوفاء: ١/١٠٠، الاکتفاء: ١/١١٣، سبل الہدیٰ: ٢/١٤٩

Marfat.com

محمد ﷺ کے پائے استقامت میں لرزہ خیزی نہ کر سکیں، قدرت اپنے نبی کی اس طرح دستگیری کرتی ہے کہ دنیا دیکھتی رہ جاتی ہے اور موحد کہاں سے کہاں گزر جاتا ہے اور یہ کہ سب سے پہلے امتحان کے لیے اس کے اپنے اعزواقرباء ہو سکتے ہیں، ان کے اندر رہتے ہوئے جو دین پر قائم رہے اس کے لیے معاشرے میں اقامتِ دین مشکل نہیں ہے۔

بازارِ ذی المجاز میں:

بچپن سے آپ ﷺ نے تجارت سے خصوصی شغل رکھا، شام کا سفرِ اوّل تو معروف ہے۔ اس کے علاوہ ذی المجاز اور یمن کا تجارتی سفر بھی مذکور ہے۔ دراصل آپ ﷺ کی شریعت عالمی ہے جو رہبانیت کے خلاف ہے، اس لیے نہ بچپن میں آپ ﷺ کو گھر بیٹھنا اور دوسروں کے رحم وکرم پہ زندگی بسر کرنا پسند تھا اور نہ جوانی میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے رہنا آپ ﷺ کی خوددارانہ حیاتِ طیبہ کا حصہ بن سکتا تھا، اس لیے ابو طالب نے شام جانے کا ذکر کیا تو حضور ﷺ اس طویل اور مشکل سفر کے لیے تیار ہو گئے اور جب چچا قریبی تجارتی میلے میں جانے لگے تو بھی حضور ﷺ تیار ہو گئے اور ابو طالب نے آپ ﷺ کو اونٹ پہ بٹھایا اور بیت اللہ سے تقریباً بیس کلومیٹر دور لگنے والے بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ ابو طالب کا بیان ہے، وہ کہتے ہیں:

اس سفر میں میرے بھتیجے (حضرت محمد ﷺ) بھی تھے، مجھے اچانک پیاس لگی، میرے منہ سے نکلا: بھتیجے! مجھے بہت پیاس لگی ہے۔ میں نے ان سے یہ بات اس لیے نہیں کی تھی کہ ان کے پاس کوئی پانی وغیرہ تھا (یا وہ میرے لیے پانی کا انتظام کریں) بے صبری میں میرے منہ سے یہ بات نکلی۔ یہ سن کر وہ فوراً اپنی سواری سے اُترے اور مجھ سے کہنے لگے: چچا جان! کیا پیاس لگی ہے؟ میں نے کہا: ہاں! انہوں نے زمین پر اپنی ایڑی ماری اور زبان سے کچھ پڑھا، اچانک میں نے دیکھا کہ وہاں سے عمدہ پانی برآمد ہوا، میں نے اس جیسا پانی نہ (پیا) اور نہ کہیں دیکھا۔ پھر انہوں نے مجھ سے پانی پینے کے لیے کہا، میں نے پانی پی لیا، تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: چچا جی! کیا آپ سیر ہو گئے؟ میں

Marfat.com

نے کہا: ہاں۔ انہوں نے دوبارہ وہیں ایڑی ماری (جہاں پہلے ماری تھی) اور وہ جگہ اصل صورت میں آ گئی۔ (۱)

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب جناب ابو طالب کو بھی اس لیے تجارتی ضروریات کے لیے نکلنا پڑتا تھا کہ حضور ﷺ ابھی کم سن تھے۔ جب آپ ﷺ جوان ہوئے تو چچا کے بغیر ہی شام تشریف لے گئے اور تجارتی منافع سے اہلِ خانہ کی اعانت کی۔

نبیوں کی سرزمین کی طرف

مکہ میں کوئی صنعت اور کاشت کاری نہ تھی، وہاں رہنے والوں کا اکثر گزارہ تجارت سے ہوتا تھا۔ ایک تجارتی قافلہ تیار ہوا تو جناب ابو طالب نے بھی ارادہ کر لیا اور نبی علیہ السلام بھی معیت کے لیے تیار ہو گئے۔ (ابو طالب سفری تکالیف سے کم عمر بھتیجے کو بچانا چاہتے تھے لیکن ایسا کس طرح ہو سکتا؟ اس لیے کہ اب وہ وقت آ گیا تھا، جب اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے قدموں سے نبیوں کی سرزمین (شام) کو روشن کرنا تھا (۲) یہیں پر آپ ﷺ نے معراج والی رات میں براق پر سوار ہو کر آنا تھا۔ جناب ابو طالب نے جب ساتھ نہ لے جانے کا مشورہ دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: چچا جی! مجھے آپ کہاں چھوڑ چلے، نہ میری امی حیات ہیں اور نہ میرے ابو زندہ، یہ سن کر ابو طالب کا دل بھر آیا اور حضور ﷺ کو ساتھ لے چلنے کا ارادہ کر لیا۔ (بصریٰ) پہنچنے سے پہلے ایک خانقاہ کے پاس سے گزر ہوا، عبادت گزار باہر آیا، قافلے میں حضور ﷺ کو دیکھا اور ابو طالب سے سوال و جواب شروع کر دیے۔

عیسائی عالم: ابو طالب! یہ لڑکا جو آپ کے ساتھ ہے یہ کون ہے؟

ابو طالب: (حسبِ عادت فرمایا:) میرا بیٹا ہے۔

---

(۱) امتاع الاسماع: ۸/۳۱۲، السیرة الحلبیہ: ۱/۱۷۰، الخصائص الکبریٰ: ۱/۲۱۷، الوفا: ۱/۹۳، سبل الہدیٰ ۲/۱۳۷ امام حلبیؒ نے اس واقعہ کو بچپن کے واقعات میں لکھا ہے

(۲) سبل الہدیٰ: ۵/۴۳۳

Marfat.com

عالم: ایسا نہیں لگتا کہ آپ کے بیٹے ہوں، مجھے معلوم ہوتا ہے، ان کا (منور) چہرہ اور ان کی (سرگیں اور سرخ ڈوروں والی) آنکھیں (کہہ رہی ہیں) یہ اس اُمت کے نبی (علیہ السلام) ہیں۔ جبکہ وہ یتیم ہوں گے (ابو طالب نے بتایا کہ یہ یتیم ہیں، سچ کہتے ہو)

ابو طالب: اے عالم! ذرا وضاحت کیجیے کہ نبی (علیہ السلام) کسے کہتے ہیں؟

عالم: ان کے پاس آسمان سے (کلامِ الٰہی) وحی کا نزول ہوتا ہے اور وہ (اللہ کا پیغام) لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

عالم نے جب یہ کہا: یہ آنکھیں اور یہ چہرہ زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں، تو ابو طالب نے کہا: اے عابد! جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، (اللہ اس پر قادر ہیں) بے شک اللہ بزرگ و برتر ہیں۔ پھر وہ حضور ﷺ سے مخاطب ہوئے۔

ابو طالب: بھتیجے! کیا تم نے اس (عابد) کی بات سنی ہے؟

حضرت محمد ﷺ: اَیْ عَمِّ! لَا تَنکِرُ لِلّٰہِ قُدْرَۃً "چچا جی! (جو یہ کہہ رہے ہیں وہ سب ممکن ہے) اللہ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہ سمجھیے!(۱)

بَحِیْریٰ سے معروف ملاقات:

اس عالم و عابد کی یہ باتیں سن کر ابو طالب کو فکر ہوئی کہ ان کے مبارک بھتیجے کو کوئی نقصان نہ پہنچائے، اس عابد نے ان کو خبردار کیا کہ اس بچے کو یہودیوں سے بچائے رکھنا۔

لیکن اس کے بعد سفر شروع رہا اور اس سفر میں ایک دوسرے عالم سے ملاقات ہوئی جو "بحیراء عالم" سے ملاقات کے نام سے معروف ہے۔ اب اس کا خلاصہ اور اس کی علمی تحقیق لکھی جاتی ہے۔

---

(۱) الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۲۲، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۴۵، سبل الہدیٰ: ۲/۱۴۰، السیرۃ النبویۃ: ۱/۲۰۹
یہ واقعہ عام کتابوں میں نہیں، ان میں آگے آنے والا واقعہ ہے۔ ممکن ہے دوسرے سفر کی داستان ہو تاہم مذکورہ کتابوں کا حصہ ہے

Marfat.com

سفرِ شام، علاماتِ نبوت اور شجرِ ذی وقار:

۱۲ سال کی عمر میں رسولِ اکرم ﷺ نے شام کا جو سفر فرمایا وہ علاماتِ نبوت اور دیگر مفید معلومات سے معمور ہے، اس مبارک رحلت میں حضور ﷺ نے جس درخت کے نیچے آرام فرمایا اس کے متعلق ان دنوں اخبارات و رسائل اور انٹرنیٹ کی دنیا میں ایک بحث چل نکلی ہے کہ وہ درخت آج بھی موجود ہے یا نہیں؟

کوئی اس کا انکار کرتا ہے اور کوئی اس شجرِ ذی احترام کو ''صحابی درخت'' کا نام اس لیے دیتا ہے کہ اس نے حضور ﷺ کی زیارت کی تھی۔ حالانکہ یہ تناور درخت اگر وہی ہے تب بھی اسے صحابی کہنا ایک اسلامی اصطلاح کا بے جا استعمال ہے، صحابی ان انسانوں کو کہتے ہیں، جنہوں نے حالتِ ایمان میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دی اور دوسرے اس واقعہ (ملاقاتِ بحیرا راہب) پر بھی اشکالات کیے جانے لگے ہیں اس لیے ان دونوں اہم مباحث کے حل کے لیے اس محتاط تحریر کا مطالعہ مفید رہے گا۔

واقعہ کی استنادی حیثیت:

پہلے اس واقعے کا خلاصہ عرض کر دینا مناسب ہے، جو حدیث اور سیرت کی مختلف کتابوں میں مختلف طریقے سے بیان ہوا ہے۔ جامع ترمذی میں مضبوط سند کے ساتھ ایک بڑے عالم صحابی (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے چچا ابوطالب قریش کے کچھ بزرگوں کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے جبکہ حضور ﷺ بھی جناب ابوطالب کے ساتھ تھے۔ (۱)

جب شام کے علاقے میں پہنچے تو وہاں ایک عیسائی راہب (کی خانقاہ) کے پاس

---

(۱) محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خود ہی ان کے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے السیرۃ النبویہ ج:۱ص۲۴۰ میں اس وقت آپ کی عمر بارہ سال بتائی ہے

Marfat.com

انہوں نے پڑاؤ ڈالا۔ (۱)

یہ سردارِ دو جہاں ہے:

اس بات پر تمام روایات متفق ہیں کہ قریش کے لوگ تجارت کے لیے مختلف شہروں میں جاتے تھے اور اپنے شام کے سفروں میں پہلے بھی اس راہب کے پاس سے گزرا کرتے تھے لیکن وہ پہلے کبھی نہ تو اپنی خانقاہ سے نکلتا تھا اور نہ کبھی ان کی طرف کوئی توجہ دیتا تھا لیکن اس مرتبہ جب انہوں نے پڑاؤ ڈالا تو یہ راہب استقبال کے لیے آیا اور ان کے درمیان گھس گیا اور حضور نبی کریم ﷺ کا دستِ مبارک پکڑ کر کہنے لگا کہ

"یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں، یہ رَبّ العالمین کے پیغمبر ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجے گا"۔ (۲)

قریش کے لوگوں نے پوچھا: تمہیں کیا پتہ کہ حضرت محمد ﷺ نبی ہیں؟ راہب نے کہا: جب تم لوگ گھاٹی سے سامنے آئے تو ہر درخت اور ہر پتھر نے ان کو سجدہ کیا، اور درخت اور پتھر نبی علیہ السلام کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے، اور دوسری علامت یہ کہ انہیں مہرِ نبوت کے ذریعے پہچان رہا ہوں، جو ان کے مونڈھے کی ہڈی سے نیچے سیب کی طرح موجود ہے۔ پھر اس نے قافلے کے لیے کھانا تیار کیا۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ وہ کھانا وہیں درخت کے پاس لے کر آیا۔ اس وقت حضور ﷺ اونٹوں کو چرانے گئے ہوئے تھے، جب واپس تشریف لائے تو قافلے کے دوسرے لوگ درخت کے سائے میں بیٹھ چکے تھے، اور اب سائے میں بیٹھنے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی تھی لیکن جب حضور ﷺ تشریف لائے تو درخت کی شاخوں نے جھک کر آپ ﷺ پر سایہ کر دیا۔ اس پر راہب نے لوگوں کو متوجہ کر کے کہا: دیکھو یہ درخت ان پر جھک کر سایہ کر رہا ہے۔ اس

---

(۱) محمد بن اسحٰق وغیرہ کی روایت میں اس راہب کا نام بحیرا بیان کیا گیا ہے۔

(۲) جامع ترمذی، ابواب المناقب

Marfat.com

کے بعد اس نے پوچھا: ان کے سرپرست کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابوطالب ہیں۔ راہب نے ابوطالب سے پرزور مطالبہ کیا کہ آپ انہیں لے کر آگے نہ جائیں، کیونکہ روم کے لوگ انہیں پہچان لیں گے کہ یہ محمد ﷺ ہیں جو آخری نبی ہوں گے) تو انہیں قتل کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ (۱)

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کا ذکر کیوں؟

ترمذی کی اس روایت کے بارے میں محدثینؒ کا کہنا یہ ہے کہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں البتہ اس روایت کے آخر میں جو یہ مذکور ہے کہ جب راہب نے حضور ﷺ کو واپس بھیجنے کا مشورہ دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس قافلے میں موجود تھے، انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہیں واپس کر دیا۔ محدثینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بات یقینی طور پر غلط ہے، اس لیے کہ جس وقت یہ واقعہ ہوا ہے اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ یا تو پیدا ہی نہیں ہوئے ہوں گے یا اتنے چھوٹے ہوں گے کہ ان کے ساتھ آپ ﷺ کو بھیجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کے بعد خریدا تھا، اور یہ واقعہ حضور ﷺ کی نبوت سے پہلے کا ہے۔ اس بناء پر بعض حضرات نے تو اس روایت کو صحیح ماننے سے ہی انکار کیا ہے لیکن محقق محدثین مثلاً حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس (آخری جملے کی وجہ سے جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ وصدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے) پوری روایت کو غلط کہنا درست نہیں، کیونکہ اس کی سند مضبوط ہے۔ البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس آخری حصے میں کسی راوی سے وہم ہو گیا ہے۔ (۲)

---

(۱) جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب بدء نبوۃ النبی ﷺ، حدیث نمبر ۳۶۲۰

(۲) تحفۃ الاحوذی، ج ۱۰، ص ۹۵

Marfat.com

صحیح روایتوں میں اس قسم کی جزوی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں جن کا روایت کے مرکزی مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لیے پوری روایت کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ یہ روایت مسند بزار میں بھی آئی ہے جس میں یہی واقعہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے جیسے ترمذی کی روایت میں مذکور ہے لیکن اس میں یہ جملہ موجود نہیں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور ﷺ کو واپس روانہ کر دیا۔ (1)

مہرِ نبوت کی کرنیں:

محمد بن اسحٰق کی متعدد روایتوں میں واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ جب یہ قافلہ بحیرا راہب کی خانقاہ کے قریب پہنچا تو بحیرا نے دیکھا کہ اس میں حضور ﷺ پر ایک بادل سایہ کیے ہوئے ہے اور درخت کی شاخیں بھی آپ ﷺ پر جھک گئی ہیں، یہ دیکھ کر بحیرا کو جستجو ہوئی اور اس نے قافلے والوں کو دعوت دی کہ میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا ہے، اس لیے آپ سب لوگ میرے پاس کھانے کے لیے تشریف لائیں۔ سب آ گئے لیکن حضور ﷺ تشریف نہ لائے، بحیرا نے لوگوں سے پوچھا: کیا آپ تمام ساتھی آ گئے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ سب آ گئے ہیں، بس ایک کمسن لڑکا ہے جو کجاوے (میں اونٹوں کی حفاظت کے لیے) رہ گیا ہے۔ بحیرا نے اصرار کر کے آپ ﷺ کو بلایا اور آپ ﷺ کے مبارک کندھے پر مہر نبوت دیکھی پھر ابو طالب سے پوچھا کہ اس لڑکے کا آپ سے کیا رشتہ ہے؟ ابو طالب نے کہا: کہ یہ میرے بیٹے ہیں۔ بحیرا نے کہا کہ یہ آپ کے بیٹے نہیں، (اس کے علم میں تھا کہ آسمانی کتابوں میں نبی آخر الزماں ﷺ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ یتیم ہوں گے اس لیے کہا کہ) ان کے والد زندہ نہیں ہو سکتے۔ تب ابو طالب نے بتایا یہ میرے بھتیجے ہیں اور ان کے والد فوت ہو چکے ہیں۔ اس پر بحیرا نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ انہی واپس لے جائیں اور یہودیوں سے ان کی حفاظت کریں، چنانچہ ابو طالب خود

---

(1) مسند البزار، مسند ابی موسیٰ الاشعری، ج ١، ص ٤٦٧، حدیث نمبر ٣٠٩٦

Marfat.com

آپ ﷺ کو واپس لے آئے۔[1]

آخری نبی کا انتظار کیوں؟

بہر حال! واقعے کی جزوی تفصیلات میں تو روایتیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات پر تمام روایتوں کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ نے اس سفر میں بحیرا راہب کی خانقاہ کے قریب ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا اور درخت کی شاخیں آپ ﷺ پر جھک گئی تھیں اور اس کے علاوہ بھی بحیرا نے آپ ﷺ کی ذاتِ والا صفات میں نبوت کی علامتیں دیکھی تھیں، جن کی بناء پر اس نے قافلے والوں کی دعوت کی اور حضور اقدس ﷺ کو خاتم الانبیاء (ﷺ) کے طور پر پہچان کر ابو طالب کو مشورہ دیا تھا کہ انہیں واپس بھیج دیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری پیغمبر کے طور پر تشریف لانے کی خبر تورات اور انجیل میں واضح طور پر دی گئی تھی، جن میں سے بعض آج بھی متعدد تحریفات کے باوجود بائبل میں موجود ہیں، جن کا مصداق حضور اکرم ﷺ کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ نیز ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پیشین گوئیوں کے علاوہ حضور اقدس ﷺ کی کچھ علامتیں مختلف پیغمبروں کی زبانی بتا رکھی ہوں گی جو سینہ بہ سینہ روایتوں کی شکل میں بھی اہل کتاب کے پاس موجود تھیں۔ یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کے انتظار میں تھے، چنانچہ وہ بت پرستوں سے مقابلے کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ انہیں جلدی بھیج دیجئے جیسا کہ قرآن کریم نے سورۂ بقرہ کی آیت ۸۹ میں بیان فرمایا ہے، ان حالات میں بحیرا نے حضور اقدس ﷺ میں وہ علامات محسوس کر کے یہ یقین کرلیا کہ آپ ﷺ ہی نبی آخر الزماں ﷺ ہیں، اس لیے یہ مشورہ دیا۔

بحیراء راہب کی خانقاہ اور درخت:

رومی عہد میں اسقفیہ کبریٰ کی وجہ سے بصریٰ میں ایک باسلیق (مخروطی دار القضاء

---

(۱) سیرتِ ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۸۲، ۱۸۳

Marfat.com

قائم تھا اس کے قریب سینٹ جمیس کی خانقاہ تھی جس میں ایک بڑا گرجا بھی تھا جس کی دیواریں اور محراب ابھی تک باقی ہیں۔ یہیں بحیرا (بحیریٰ) راہب کی خانقاہ تھی۔ (1)

اس کے قریب درخت تھا جہاں حضورؐ کا قافلہ ٹھہرا۔

اب یہ جگہ کون سی تھی جہاں یہ درخت واقع تھا؟ اس بارے میں معروف محقق جسٹس (ر) مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی (جو خود اس درخت کے نیچے تک پہنچے) وہ لکھتے ہیں کہ (حکومت اردن کے ایک عہدیدار) شہزادہ غازی کا کہنا یہ ہے کہ انہیں بادشاہ کی طرف سے یہ کام سونپا گیا تھا کہ وہ اردن میں پائے جانے والی ان تاریخی یادگاروں کی تحقیق کریں جن کا تعلق حضور اکرم ﷺ یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہو۔

چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں ان وثائق کی چھان بین شروع کی جو حکومت کے پاس محفوظ تھے، ان وثائق میں جو غالباً خلافتِ عثمانیہ کے دور سے محفوظ چلے آتے تھے انہیں اس درخت کا ذکر ملا جس کے نیچے حضور اقدس ﷺ نے قیام فرمایا تھا اور یہ کہ وہ درخت ابھی تک زندہ ہے، وثائق کی رہنمائی سے انہوں نے اس کی تلاش شروع کی تو پتہ لگا کچھ عرصہ پہلے تیل کی ایک پائپ لائن کا سروے کرتے ہوئے وہ شاہراہ دریافت ہوئی جو کسی بازنطینی بادشاہ نے اس غرض سے بنائی تھی کہ حجاز کے تاجر اس کے ذریعہ اطمینان سے شام کا سفر کرسکیں۔ اس دریافت سے انہیں مزید مدد ملی اور انہوں نے اسی شاہراہ کو بنیاد بنا کر علاقے کا سروے کیا تو انہیں یہ عجیب وغریب درخت دریافت ہوا جو سینکڑوں مربع کلومیٹر میں پھیلے ہوئے صحرا کے درمیان تنہا تھا جو زندہ اور توانا کھڑا ہوا تھا، اسی درخت سے کچھ فاصلے پر انہیں ایک عمارت کے کھنڈر بھی نظر آئے جس کے بارے میں یہ امکان تھا، یہ شاید بحیرا راہب کی خانقاہ ہوگی۔ انہوں نے آس پاس رہنے والے بدوؤں سے تحقیق کی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے خاندانوں میں یہ بات تواتر کی حد تک مشہور ہے کہ اس درخت کے نیچے حضور اکرم ﷺ نے قیام فرمایا تھا، ان تمام شواہد کی روشنی میں

---

(1) اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۴

Marfat.com

حکومتِ اُردن نے اس جگہ کی حفاظت کے لیے اس کے گرد احاطہ بنا دیا ہے، جب یہ درخت پہلی بار شہزادہ غازی کو دریافت ہوا اس وقت وہ زندہ ضرور تھا، اور ایک زندہ درخت کی پوری ہیئت بھی برقرار تھی لیکن شاخین کچھ سوکھی ہوئی تھیں، اس کے بعد اسے پانی دینے کا اہتمام کیا گیا جس کے بعد وہ بالکل تروتازہ اور سرسبز ہوگیا۔

غیر معمولی درخت

مولانا عثمانی صاحب نے شہزادہ غازی کے ساتھ جاکر اس درخت کو دیکھا ہے وہ لکھتے ہیں: یہ بات وہاں جاکر بالکل واضح طور پر نظر آتی ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی درخت ہے۔ اس لیے کہ سینکڑوں مربع کلومیٹر دور تک نہ کسی درخت کا نام ونشان ہے اور نہ وہاں تک پانی پہنچنے کا کوئی راستہ نظر آتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بات کوئی بعید یا تعجب خیز نہیں ہے کہ اس درخت سے چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک معجزہ ظاہر ہوا تھا اور اسکی بناء پر بحیرا راہب کو آپ ﷺ میں خاتم الانبیاء ﷺ کی علامتیں نظر آئی تھیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے معجزاتی طور پر باقی رکھا ہوا ہو، بالخصوص جبکہ اس درخت سے تقریباً سو میٹر کے فاصلے پر ایک عمارت کے کھنڈر بھی موجود ہیں جن کا رخ اسی درخت کی طرف ہے۔

جہاں تک اس کے محلِ وقوع کا تعلق ہے، سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ بحیرا سے ملاقات کا واقعہ شام کے شہر بصریٰ میں پیش آیا تھا اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عساکرؒ سے نقل کیا ہے کہ بحیرا راہب ایک بستی میں رہتا تھا جس کا نام ''کفر'' تھا اور وہ بستی بصریٰ شہر سے چھ میل دور تھی۔ (۱)

اگر یہی بات درست مانی جائے کہ بحیرا کی بستی بصریٰ سے چھ میل دور تھی تو بظاہر اس کا محل وقوع وہ نہیں ہونا چاہیے جو اس درخت کا ہے کیونکہ بصریٰ شہر یہاں سے کافی فاصلے پر شام کی سرحد کے اندر واقع ہے۔ علاقے کے نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ سے قریب ترین بستی ''اَزرق'' ہے اور اس کے بعد شام (سوریا) کی سرحد آتی ہے، جس

---

(۱) السیرۃ النبویہ لابنِ کثیر ج ۱، ص ۱۴۰

Marfat.com

کے بعد پہلا شہر بصریٰ ہے، بصریٰ یہاں سے کتنا دور ہے؟ اس کی مجھے تحقیق نہیں ہوسکی لیکن اتنی بات واضح ہے کہ یہ فاصلہ چھ میل سے زیادہ ہے، البتہ بصریٰ چونکہ اس وقت بہت بڑا شہر تھا، اس لیے یہ امکان موجود ہے کہ ''بصریٰ'' کا لفظ صرف اس شہر کے لیے نہیں بلکہ اس کے مضافات میں ایک بڑے علاقے کے لیے بولا جاتا ہے جس میں اَزرق اور یہ جگہ بھی شامل ہے۔

خلاصۂ کلام:

تاہم مندرجہ ذیل علامتیں اس دریافت کے حق میں جاتی ہیں:

① یہ جگہ اسی شاہراہ کے قریب واقع ہے جو اس زمانے میں تجارتی قافلے حجاز سے شام جانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

② یہ شمال مشرق کی اسی سمت میں واقع ہے جہاں بصریٰ کی سمت ہے۔

③ اس کے اور بصریٰ کے درمیان کوئی بڑا شہر حائل نہیں ہے۔ ازرق ایک چھوٹی بستی ہے۔

④ علاقے کے لوگوں میں یہ بات شہرت یا تواتر کی حد تک معروف ہے کہ یہ درخت وہی ہے جس کے نیچے حضورﷺ تشریف فرما ہوئے تھے اور ان معاملات میں تسلسل بھی مضبوط دلیل سمجھی جاتی ہے۔

⑤ اس بے آب وگیاہ صحرا میں اس درخت کا زندہ رہنا یقیناً ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔

⑥ اسی درخت کے قریب ایک پرانی خانقاہ کے کھنڈر بھی اب تک موجود ہیں۔

⑦ شہزادہ غازی کو قدیم وثائق میں اس جگہ کی جو نشاندہی ہوئی وہ اس دریافت سے مطابقت رکھتی ہے۔

⑧ درخت کی دور تک پھیلی ہوئی جڑیں اس کی قدامت کی واضح علامت ہیں۔

ان وجوہ سے مکمل یقین تو نہیں ہوسکتا لیکن یہ قوی احتمال ضرور قائم ہوتا ہے کہ یہ وہی درخت ہوگا اور یہ قوی احتمال بھی ایک محبت کرنے والے کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے

Marfat.com

کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ ہم نے اس درخت کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ یہ ایک پستے کا درخت ہے اور شہزادہ غازی نے بتایا کہ اس پر اب بھی پستہ آتا ہے اور میں نے کھایا بھی ہے۔ درخت کی چھاؤں بھی بڑی خوشگوار ہے۔ چشم تصور نے یہاں جب محبوب دل نواز ﷺ کو جلوہ افروز دیکھا، اس نے اس چھاؤں میں وہ مٹھاس پیدا کر دی تھی جو کسی اور سائے میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اس درخت اور اس کے ماحول میں کچھ دیر گزاری تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ چنانچہ اسی چھاؤں میں بفضلہ تعالیٰ عصر ادا کرنے کی توفیق ہوئی۔ نماز اور دعا کے بعد ہم دوبارہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر عمان واپس آئے۔ (۱)

اہل مکہ میں نبوت کی پہچان

اس سفر میں اہلِ مکہ مزید جان گئے کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ﷺ ہیں۔ انہوں نے بحیرا کی اس مجلس میں ایک اور واقعہ یہ دیکھا، راہب نے حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا:

راہب: اے لڑکے! میں تم سے لات (ومنات اور) عزیٰ (بڑے بڑے بتوں) کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں۔ اس وقت قافلے والوں نے سمجھا کہ آپ ﷺ یہ قسم کھا لیں گے۔ کیونکہ وہ اسے معیوب نہ سمجھتے تھے۔

حضرت محمد ﷺ: میں لات و عزیٰ سے شدید بغض رکھتا ہوں، ان کی قسم کے ساتھ آپ مجھ سے کوئی سوال نہ کریں اور جو چاہیں پوچھیں (جواب ملے گا!) کچھ سوالات اس نے مزید تشفی کے لیے کیے اور حضور ﷺ کے خاتم النبیین (ﷺ) اور رحمۃ للعالمین ﷺ ہونے کی تصدیق کر دی۔ (۲)

---

(۱) بشکریہ: اصلاح، کراچی

(۲) الطبقات الکبریٰ:۱/۱۲۳، عیون الاثر:۱/۵۳، الخصائص الکبریٰ:۱/۱۴۳، تاریخ الخمیس:۱/۲۵۸، الوفا:۱/۱۰۰

Marfat.com

نبی رحمت ﷺ کی پاکیزہ عادات، اخلاق اور خصائل کی بنا پر آپ ﷺ کی شہرت دن بدن عروج پر تھی۔ بحیراء راہب نے جس طرح آپ ﷺ کا استقبال کیا اور کچھ اہلِ کتاب نوجوانوں نے نبی اکرم ﷺ کی شام تشریف آوری پر آپ ﷺ سے ملنے کی خواہش کی۔ اس قسم کے واقعات سے یہ سمجھنا بجا ہے کہ تمام معبد خانوں، مدارس اور خانقاہوں کے اندر ان دنوں میں نبی محترم ﷺ کی شام کے علاقے میں آمد کا انتظار تھا، جب بحیرا کے مشورے سے آپ ﷺ واپس مکہ میں تشریف لے آئے تو اہلِ شام اور وہاں کے علماء میں نبی رحمت ﷺ کی بعثت کی خبر مزید پھیل گئی ہوگی۔ اب تک مدینہ، بنوسعد، بازار ذی المجنہ، ذی المجاز، بیت المقدس اور حبشہ میں نبی اکرم ﷺ کے وجود مقدس کی خبر عام ہو چکی تھی۔

مکہ کے جس تجارتی قافلے کے ساتھ سیّدنا محمد کریم ﷺ تھے وہ رؤساء و امراء قبائل اور جہاں دیدہ تاجروں پر مشتمل تھا، انہوں نے شام میں حضور ﷺ کی عزت کا جب یہ منظر دیکھا، تو سمجھ گئے کہ محمد ﷺ ہمارے رسوم و رواج سے دور کیوں رہتے ہیں؟ یہ بیت اللہ کے کاموں میں دل چسپی کیوں رکھتے ہیں اور آج پتہ چلا کہ کسی دن بھی یہ ہمارے بتوں کو تسلیم نہ کریں گے۔ بلکہ کوشش کریں گے کہ دنیا ان کی بات مانے۔ حضور ﷺ کو چچا ابو طالب نے گھر واپس بھیج دیا یا خود لے آئے لیکن آپ ﷺ اہل شام اور اپنے تجارتی ہم سفروں کو گہری سوچوں میں مبتلاء کر آئے کہ محمد ﷺ کسی اور جہان کے آدمی ہیں یہ معمولی نہیں ہیں، ہمارے اور ان کے رستے جدا ہیں۔ وہ سب کو اپنے رستے پہ لانے کی کوشش کریں گے اور کسی سے متاثر نہ ہوں گے۔

اور بحیرا جیسے صلحاء کو خوشی ہوئی کہ جس رہبر کی انہیں تلاش تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس انسانِ کامل، ہادی اکمل ﷺ کی خبر دی تھی، ان کی خوش نصیبی کہ انہوں نے ان کے روئے انور کو دیکھا اور بعض نے تو کہا: کاش ہم اس وقت تک زندہ رہیں جب تک یہ جوان ہوں اور فاران کی چوٹی سے صدائے لَا اِلٰہ بلند ہو۔ (۱)

---

(۱) زاد المعاد: ۱۹/۳، الدرر فی اختصار المغازی والسیر: ۳۲/۱

Marfat.com

سیرتِ رسول ﷺ کا مطالعہ:

ابھی کچھ عرصے (۳۰ تیس سال بعد) اعلان ہونے والا تھا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۱)

''اور بلاشبہ آپ ﷺ بلند (واعلیٰ صفاتی) کردار والے ہیں۔''

اس آسمانی منادی کی صداقت کے لیے ضروری تھا کہ آپ ﷺ کی عمر کے سب حصے محفوظ و مامون، خوبصورت وخوب سیرت ہوں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا:

''(اعلانِ نبوت سے پہلے) میں مسلسل یہ سمجھتا رہا (کبھی بھی میرے تصور سے یہ خیال غائب نہیں ہوا کہ) میں دیکھ رہا ہوں (کہ یہ مشرکین مکہ اپنے رسوم و رواج اور عبادت کے جو مختلف طریقے کرتے ہیں وہ سب) کفر (اللہ کی نافرمانی) ہیں۔ (۲)

اوپر دو عنوانوں میں دو باتیں اہم ترین ہیں:

- سفرِ بصریٰ میں عربوں کے مسلم الثبوت و شریف النفس بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو بطورِ نبی آخرالزماں (ﷺ) متعارف کروادیا۔ (۳)
- اس سے پہلے اگرچہ کئی واقعات ایسے ہوئے جن میں لوگوں کی زبان پہ یہ آیا کہ حضرت عبدالمطلب کے گھر پیدا ہونے والے حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے نبی علیہ السلام ہیں۔ اور اب سفرِ شام کے بعد اسی نظریہ رسالت سے آپ ﷺ کے اعمال و اخلاق کو بغور دیکھا جانے لگا۔

اب سے پہلے ''محمد ﷺ بن عبداللہ'' کے رشتہ سے آپ ﷺ کو دیکھا جاتا اور بہت کم لوگ بطورِ نبی تصور کرتے تھے صرف ایک بابرکت بچہ سمجھتے تھے اور اب بطور

---

(۱) سورۃ القلم:۴ (۲) المواہب اللدنیۃ:۲/۶۱۰

(۳) السیرۃ الحلبیۃ:۱/۱۷۲

Marfat.com

نبی ﷺ کا مطالعہ کیا جانے لگا۔

زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ:

جناب زبیر حضور ﷺ کے بڑے چچا تھے، وہ، زبردست شاعر اور مدبر و انصاف پسند شخصیت تھے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے فوت ہو گئے، حلف الفضول (معاہدۂ امن) کے محرک تھے۔ جس میں نبی اکرم ﷺ نے بھی شرکت کی تھی۔ (۱)

ان کے ساتھ بھی اسی طرح کچھ عرصہ حضور ﷺ نے گزارا، جس طرح ابوطالب کے ساتھ رہے۔ زبیر بھی تاجر تھے اس لیے وہ نبی محترم ﷺ کو بھی (حضور ﷺ کی خواہش پر) تجارت کے لیے یمن لے گئے تھے۔ راستہ میں ایک وادی میں سے گزر رہے تھے، اس میں سرکش نر اُونٹ رہتا اور آنے جانے والوں کو روکتا تھا (اس کے شر کی وجہ سے یہ رستہ غیر محفوظ ہو گیا تھا اور نہ معلوم کب سے یہ سلسلہ جاری تھا، اب وہ قافلہ بھی یہاں تک پہنچا جس میں سیّدنا محمد کریم ﷺ موجود تھے، حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ یہ اُونٹ لوگوں کا رستہ روکے ہوئے ہے، تو آپ ﷺ) اس کی طرف بڑھے (اللہ نے فطری بہادری سے نوازا تھا، اس لیے خائف نہیں ہوئے) جب اُونٹ نے حضرت نبی محترم ﷺ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ فوراً بیٹھ گیا اور زمین سے اپنی چھاتی رگڑنے لگا (نبی محترم علیہ السلام نے مزید جرأت کا مظاہرہ یہ کیا کہ) آپ ﷺ نے اپنے اُونٹ کو چھوڑا اور اسی پر سوار ہوئے (جس نے ایک بڑی مشکل کھڑی کر رکھی تھی۔) اسی پر سوار رہے، وہ چلتا رہا۔ قافلۂ تجار کے سب افراد خورد و کلاں تعجب، تجسس کے ساتھ متحیر ہو کر یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے) یہاں تک کہ حضور ﷺ نے اسی اونٹ پر پوری وادی کا سفر طے کر لیا اور پھر اسے رہا کر دیا۔ (قافلہ بخیر و خوبی شہر میں پہنچا، خرید و فروخت سے فارغ ہوئے تو) سب قافلہ والے واپس آ رہے تھے کہ ایک ایسی وادی آئی، جو طوفانی پانی سے

---

(۱) اس تحریک میں نبی محترم علیہ السلام نے کلیدی کردار ادا کیا، سیرت کے اس عنوان کی تفصیلات کے لیے ہماری کتاب ''فجر ہونے تک'' کو دیکھیے

Marfat.com

بھری ہوئی موجیں مار رہی تھی (کسی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ حالانکہ بڑے بڑے شہسوارانِ بطحا ساتھ تھے، مگر سب نے سواریوں کی لگامیں کھینچیں اور ان کو وادی کے کنارے روک رکھا تھا، یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قافلے والو! میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ! اور حضور ﷺ نے اپنی سواری پانی میں اُتار دی، آپ ﷺ کے ساتھ سب نے سواریوں کو چلانا شروع کر دیا، حتیٰ کہ سب کنارے آ لگے (اور کسی کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ خاص سے پانی کو خشک کر دیا، مکہ میں مذکورہ واقعہ اور اس کے ساتھ) دیگر واقعات بیان ہوئے تو ہر سننے والے کی زبان پہ جاری ہوا:

اِنَّ لِهٰذَا الْغُلَامِ شَأنًا (1) ''اس لڑکے کی تو شان ہی نرالی ہے۔''

یوں ہمیں چھوڑ کر نہ جایا کرو:

ابھی آپ ﷺ کے لڑکپن کا زمانہ جوانی کو چھو رہا تھا۔ (مؤرخین نے پندرہ یا چودہ سال عمر لکھی ہے)۔ ان دنوں میں جنگ کا ایک واقعہ ہوا، یہ معرکہ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان پیش آیا، اول قریش مغلوب ہوئے پھر غالب آئے، اسے ''حربِ فجار'' کا نام دیا گیا۔ بالآخر صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا۔

حضور نبی اکرم ﷺ بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ میدان میں تشریف لے گئے۔ ان میں سے کون حق پر تھا اور کون ناحق برسرِ پیکار تھا؟ تاریخ نے اس پر جرح نہیں کی۔ البتہ حرمِ محترم (کعبۃ اللہ) جس شہر میں تھا اس کا دفاع ضروری تھا۔ شاید اسی نسبت سے آپ ﷺ کے قدومِ میمنت لزوم اپنے اعزہ کے ساتھ معرکۂ کارزار کی طرف بڑھنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اِدھر قیس (بنو ہوازن) آ گئے۔ دوسری طرف قریش پہنچے، حضرت محمد ﷺ بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ اتنا کام ضرور کر رہے تھے کہ ان کو تیر پکڑا رہے تھے۔ یہ جنگ چار دنوں تک جاری رہی۔ ان چاروں ایام میں جتنے وقت تک حضرت محمد

---

(۱) السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۱۷۰، الوفا: ۱/۵۳، سبل الہدیٰ: ۲/۱۳۸

Marfat.com

کریم ﷺ ان کے ساتھ موجود ہوتے، اس وقت تک اہلِ مکہ کا پلڑا بھاری رہتا تھا اور جب آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے آتے ان کے پاؤں اکھڑنا شروع ہو جاتے تھے، ہمیشہ کی طرح مجاورینِ حرم نے اس برکت کو محسوس کیا اور گزارش کی:

پیارے محمد ﷺ! یوں ہمیں چھوڑ کر نہ جایا کرو! (۱)

یہ ''جنگ فجار'' کا چوتھا اور آخری حصہ تھا۔ اس کو ''براض'' اس لیے کہا گیا ہے کہ براض نامی ایک شخص کے اس جرم سے یہ جنگ بھڑکی تھی کہ اس نے عروہ کو قتل کر دیا تھا اور چاروں جنگوں کا نام ''حرب فجار'' اس لیے رکھا گیا کہ حرمت والے مہینوں میں یہ لڑائیاں ہوئیں۔ اس کے بعد حلف الفضول ہوئی (۲)۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ کی عمر شریف بیس سال کے لگ بھگ ہوئی، آپ ﷺ جوان ہوئے تو ''حلف الفضول'' جیسا معاہدہ امن کے نام سے تیار ہوا، اس میں آپ ﷺ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ یہاں تک اتنا ہوا کہ اہلِ مکہ نے آپ ﷺ کو اس وجہ سے متبرک سمجھنا شروع کر دیا کہ دو مرتبہ آپ ﷺ کی برکت سے بارش ہوئی، جنگ میں کامرانی ہوئی اور وہ یہ جانتے تھے کہ ابو طالب کے گھر میں رہنے والے بچے اور بڑے سب ان کی برکتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اب اس وقت کا انتظار ہے اور بہت جلد آپ ﷺ کے عہدِ شباب میں یہ جمع ہو کر آپ ﷺ سے دعاؤں کی درخواستیں کیا کریں گے، آپ ﷺ کو الصادق والامین کہا کریں گے۔ (۳)

ملاحظہ: حضرت محمد ﷺ کی عمر مبارک اب پندرہ بیس سال کے لگ بھگ تھی، اہل مکہ نے آپ ﷺ کی سیرت و کردار کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس لیے کہ یہودیوں اور راہبوں کی دی ہوئی آسمانی خبروں کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی ادائیں بھی گواہ تھیں کہ یہ برکتیں، رحمتیں اور خوبصورت عادات ایک نبی ﷺ میں ہی ہو سکتی ہیں۔

---

(۱) سبل الہدیٰ: ۲/۱۵۰　　(۲) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۸۶

(۳) جس میں حضور ﷺ کے کردار کا ذکر ہماری کتاب ''فجر ہونے تک'' میں ہے

Marfat.com

باب: ۷

دُرُوس وعِبر وتکوینی اُمور

(جسمانی وروحانی کمالات اور اُن کی حکمتیں)

سیّدنا حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ایامِ طفولیت کے جو واقعات وحالات گزرے وہ اسباق ودروس سے معمور ہیں۔ ان میں غور وفکر سے ایک مسلمان اللہ کے تکوینی امور تک بآسانی رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ اس باب میں اسی قسم کی تعلیمات کے جواہر ہیں، جن سے نبی محترم ﷺ کی جسمانی صلاحیتوں اور آپ ﷺ کی مبارک عادات کی روشنی میں یہ دیکھا جاسکتا تھا کہ آپ ﷺ مستقبل میں اقوامِ عالم کے قائد ہوں گے۔ آپ ﷺ کو دیکھنے والے عقلاء اور اہلِ علم بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔

غیر معمولی نشوونما:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور ﷺ دو ماہ میں دوسرے بچوں کے ساتھ تیز تیز حرکت کرتے، تین ماہ میں قدموں پہ کھڑے ہوگئے، چوتھے ماہ دیوار پکڑنے لگے اور تھوڑا چلنے لگے۔ جب آپ ﷺ آٹھ ماہ کے ہوئے، باتیں کرنے لگے، نو ماہ میں فصیح و بلیغ بولتے اور دس ماہ کی عمر میں تو (میرے محمد ﷺ) بچوں کے ساتھ تیر اندازی کی کوشش کرتے نظر آئے۔ (۱) چار پانچ سال کی عمر میں جب آپ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو عبدالمطلب بھی حیران ہوئے کہ کیا یہ ان ہی کے بیٹے (پوتے) ہیں جو ماشاء اللہ اتنے صحت مند توانا اور چاک وچوبند نظر آتے ہیں؟

اور تعجب سے پوچھا: اے لڑکے تم کون ہو؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میں محمد ﷺ بن عبداللہ ہوں۔ (۲)

---

(۱) تاریخ الخمیس ۱/ ۲۲۵، شرح الزرقانی: ۱/ ۲۷۹　(۲) السیرۃ الحلبیہ: ۱/ ۱۳۸

Marfat.com

حضرت نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جن قوائے جسمانیہ سے نوازا تھا، تمام ذی عقل لوگوں کی رائے میں اسے غیر معمولی نشو ونما شمار کیا گیا۔

اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ جس وقت حضرت عبدالمطلب نے اس دنیا کو چھوڑا، اس وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔ اس عمر میں آپ ﷺ کی صحت اور قد بالغ لڑکوں کے برابر تھے، حضرت رقیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ دُعائے استسقاء کے وقت وَهُوَ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ قَدْ أَيْفَعَ أَوْ كَرَب (۱) حضور ﷺ اس وقت جوانی کے قریب تھے یا جوان ہو چکے تھے اور جب دادا عبدالمطلب کا وقتِ وفات قریب ہوا تو انھوں نے اپنی وصیت میں ابوطالب کو یوں مخاطب کیا:

أُوصِيكَ يَا عَبْدَ مناف بعدی بِمُوحِدٍ بَعْدَ أَبِيهِ فرد

اے ابو طالب (عبد مناف) میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد اس نوجوان کے ساتھ (اچھا سلوک کرنا) (۲)

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالمطلب کی دنیا سے رُخصتی کے وقت حضور ﷺ کی عمر آٹھ، چھ اور دس سال کے مختلف اقوال لکھے ہیں۔ (۳)

کھیل، تیراکی اور سواری:

جب نبی علیہ السلام چھ سال کی عمر میں مدینہ تشریف لے گئے، وہاں بچے آپ ﷺ کی ذات میں غیر معمولی دلچسپی لیتے، یہاں آپ ﷺ کے ماموؤں کی اولاد بھی تھی جن کو اپنے مکی بھائی سے بے پناہ محبت ہوگئی تھی۔ کبھی کبھی سیّد دو عالم ﷺ مدینہ میں گزرے بچپن کے ان پُر بہار دنوں کو یاد کیا کرتے اور آپ ﷺ کے جاں نثار یہ باتیں سن کر بہت محظوظ ہوتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں اپنے گھر سے نکلے، صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ ایک مکان کے پاس پہنچے تو فرمایا: اس جگہ میری امی

---

(۱) سبل الہدیٰ: ۲/۱۳۱　(۲) دلائل النبوۃ: ۲/۲۲　(۳) زاد المعاد: ۱/۷۵

Marfat.com

مجھے لے کر (سواری سے) اُتری تھی اور میں نے یہیں بنی عدی بن نجار کے پانی میں تیرنا سیکھا۔ مجھے وہ باتیں خوب یاد ہیں، یہاں مجھے یہودیوں نے بڑے غور سے دیکھا اور کہا تھا: یہ بچہ اس اُمت کا نبی (علیہ السلام) ہوگا۔ (۱)

اور یہیں اس (سامنے والے) مکان میں میرے والد (حضرت عبداللہ) کی قبر ہے۔ (۲) ادھر اونچے مکان پر ایک پرندہ بیٹھتا اور ہم سب بچے اسے اُڑا دیتے تھے۔ میرے ماموؤں کے بچے بھی میرے ساتھ ہوتے تھے۔ (۳) اور یہیں انیسہ نام کی لڑکی کے ساتھ میں کھیلا کرتا۔ (۴)

دو امور مذکورہ بالا تحریر میں اہم ہیں: (۱) آپ ﷺ اپنے بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلا بھی کرتے تھے۔ (۲) آپ ﷺ تیرنا بھی جانتے تھے۔ سن شعور سے ہی سواری کے واقعات ملتے ہیں، بلوغت کے بعد اور پہلے بنوسعد، شام اور یمن کے اسفار اونٹ پر فرمائے، جناب عبدالمطلب نے ایک دن (جبکہ آپ ﷺ اُونٹ کی تلاش میں بھیجے گئے اور جلد واپس نہ آسکے تو) کچھ اشعار پڑھے تھے ان میں وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں: اے اللہ! میرے شہ سوار کو واپس لوٹا دے۔ (۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ سال عمر سے پہلے آپ ﷺ اُونٹ پر کسی کی مدد کے بغیر سواری کر لیتے تھے۔ اس لیے اُونٹ لینے کی خاطر آپ ﷺ کو اکیلے ہی بھیجا گیا تھا اور جب آپ ﷺ (اپنے چچا) جناب زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ یمن تشریف لے گئے تو اس وقت بھی آپ ﷺ اپنے علیحدہ اُونٹ پر سوار تھے۔ (۶)

ان شواہد کے بعد اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ ابتدائی عمر میں آپ ﷺ پورے اعتماد کے ساتھ سواری فرمالیا کرتے تھے۔

---

(۱) شرح الزرقانی:۱/۳۰۹   (۲) المختصر الکبیر:۱/۱۰   (۳) سبل الہدیٰ:۲/۱۲۰ و ۱۲۱

(۴) الوفاء:۱/۷۰   (۵) سبل الہدیٰ:۲/۱۳۰

(۶) الوفا:۱/۵۳، سبل الہدیٰ:۲/۱۳۸

Marfat.com

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت محمد کریم ﷺ کو کھیل پسند آیا تو کیسا؟ تیرنا اور سواری۔ اور ایک روایت ہے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم ﷺ جب ایک سال کے قریب ہوئے، ان دنوں بچے جب تیر اندازی کرتے تو ننھے حضور ﷺ ان کی طرف جاتے اور ان کے ساتھ تیروں کو حرکت دینا شروع کرتے تھے۔ (۱)

یہ تو وہ کھیل ہوئے جو ہمارے نبی علیہ السلام کو پسند تھے، لیکن بنوسعد کے بچوں کا کون سا دیہاتی کھیل ہوگا، جو سیّد دو عالم ﷺ کے قلبِ نفیس کو اچھا نہیں لگتا تھا، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: بچے کھیلتے، آپ ﷺ بھی بچوں کے ساتھ (کھیلنے کے لیے) نکلتے، لیکن (پیارے محمد ﷺ کو ان کی کوئی بات ناپسند ہوتی تو) صاف انکار کر دیتے۔ (۲)

لاجواب حافظہ و بے مثال یادداشت:

چار سال کی عمر کے سارے واقعات، شقِ صدر، بچوں کے ساتھ کھیلنا، فرشتوں کی آمد، مکہ میں واپسی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے والدہ آمنہ کی وہ سب باتیں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خود بیان فرمائیں جو بچپن میں ہوئیں۔ (۳) لوگوں نے ہجرتِ مدینہ کے بعد حضور ﷺ کو آنسو بہاتے دیکھا تو وجہ پوچھی: آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے میری امی کا پیار یاد آ جاتا ہے تو رونے لگتا ہوں۔ (۴)

سب جانتے ہیں کہ چھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کی امی فوت ہوگئیں۔ ان چھ سالوں میں بھی دو سال سے کم حصہ وہ اپنے بیٹے کو پیار کر سکیں، لیکن حضور ﷺ کو ان کے پیار کی سب باتیں یاد تھیں۔ بلکہ اس سے پہلے چار سال کی عمر میں آپ ﷺ کا قلبِ مبارک نور سے بھر دیا گیا۔ وہ بھی آپ ﷺ لوگوں کو بتایا کرتے تھے اور سمجھدار اتنے کہ فرشتوں کا رنگ، ان کا جسم پہ نرمی سے ہاتھ پھیرنا اور نورانیت کا قلبِ اطہر میں بھرنا سب یاد تھا۔ (۵)

---

(۱) شرح الزرقانی ۱/ ۲۷۹، السیرۃ الحلبیہ: ۱/ ۱۳۳، تاریخ الخمیس: ۱/ ۲۲۵

(۲) الخصائص الکبریٰ ۱/ ۹۳، عذب الکلام: ۱/ ۱۹۵، ۱۹۵، المواھب اللدنیۃ: ۱/ ۹۳، شرح الزرقانی: ۱/ ۲۷۸، تاریخ الخمیس ۱/ ۲۳۹، الخصائص الکبریٰ ۱/ ۹۳، سبل الھدیٰ: ۱/ ۳۸۸، تاریخ دمشق: ۳/ ۴۷۴

(۳) دلائل النبوۃ ۲/ ۷　　(۴) الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۱۶　　(۵) الخصائص الکبریٰ: ۱/ ۱۰۸

Marfat.com

ایک دن اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: ہم جب (اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں) بکریاں چرانے جاتے تو کھانا ساتھ نہیں لے جاتے تھے۔ ایک دن میرا بھائی (دوپہر کو بھوک لگنے پر حسبِ معمول) کھانا لینے گیا تو میں نے بکریوں کی نگرانی کی، ایک روایت ہے کہ میں نے بھائی سے کہا: جاؤ امی سے کھانا لے آؤ! میں یہاں بکریوں کا خیال رکھتا ہوں۔ (۱)

ایک معمولی واقعہ بھی آپ ﷺ کے دل و دماغ سے محو نہیں ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دل پہ قرآن کریم کا نزول فرمانا تھا۔ ابتداً وحی میں آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے تاکہ وحی بھول نہ جائے اور آپ ﷺ فوراً ایک بار سننے سے ہی یاد کر لیتے تھے۔ پھر اللہ نے حکم دیا آپ ﷺ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں۔ اس قرآن کو آپ ﷺ کے دل میں جمع کرنا اور اس کی قرأت کروانا ہمارا کام ہے۔ آپ ﷺ کے حافظے اور بے نظیر، حساس طبیعت کا اندازہ اس وقت بھی ہوا جب ابوطالب کی زوجہ فوت ہوئیں، تو حضور ﷺ ان کی چارپائی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے: اے میری ماں! (مجھے یاد ہے) آپ نے میری ماں کا کردار ادا کیا (مجھے گھر کے معاشی حالات بھی یاد ہیں) آپ خود بھوکی رہ لیتی تھیں، مجھے کھانا لا دیتی تھیں، (آپ کو لباس کی ضرورت ہوتی تھی اتنا کپڑا نہیں ہوتا تھا کہ آپ خود بھی پہنیں اور مجھے بھی پہنائیں تو آپ خود، پرانے اور پھٹے لباس میں گزارہ کر لیتی تھیں اور) مجھے نئے کپڑے پہنایا کرتی تھیں (اور کوئی اچھا کھانا ہوتا تو) مجھے وہ اچھا کھانا کھلا دیتی تھیں۔ (آپ کو مجھ سے کوئی لالچ نہ تھا، آپ تو میری) ساری خدمات اللہ کو خوش کرنے کے لیے انجام دیتیں (تاکہ) آخرت میں اس خدمت وحسنِ سلوک کا بدلہ مل جائے۔ (۲)

حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا مدینہ میں فوت ہوئیں۔ یعنی نو سال کی عمر میں حضور ﷺ نے جو دیکھا وہ آپ ﷺ کو خوب یاد تھا۔ واقعی حضور سید الکائنات ﷺ کو اللہ

---

(۱) الصحیح من احادیث السیرۃ النبویۃ: ۱/۱۲ (۲) سبل الہدیٰ: ۱۱/۲۸۷

Marfat.com

نے اپنی مخلوق میں شاہکار بنایا تھا۔

حافظہ ایسا تھا جس میں بچپن کی باتیں بھی محفوظ تھیں۔ جب جوان ہوئے، خوبصورت زندگی گزاری تو بہت سے لوگ آپ ﷺ کے دوست ہو گئے، اعلانِ نبوت کے بعد جب وہ ملتے تو آپ ﷺ ان کے نام، علاقوں حتیٰ کہ ان کے سرداروں کے نام بھی جانتے تھے۔(۱) یہ بے مثل یادداشت نہ ہوتی تو سارے صحابہ رضی اللہ عنہم، ان کے بچوں اور بعض کی بیویوں کے نام بھی کیسے یاد ہوتے؟ اور آپ ﷺ کا منصبِ محبوبیت کس قدر متاثر ہوتا اگر آپ ﷺ کو ان کے نام بھی یاد نہ رہتے، جنہوں نے آپ ﷺ کے حکم پہ جانیں قربان کرنی تھیں؟

عقلِ کامل اور حیاء:

دونوں کا گہرا تعلق ہے۔ بے حیا، بے عقل اور باحیا عقل مند ہوتا ہے۔ حضور ﷺ بچپن ہی سے بہت شرمیلے اور حیادار تھے۔ ایک دن جنگل میں کھیلتے ہوئے بچوں نے کھیل کے لیے پتھر ڈھونا شروع کیے، اس عمر کے بچوں کا طریقہ یہ تھا کہ تہہ بند کی چادر اُتار کر کندھے پر ڈال لیتے تھے، تا کہ کندھے پر رکھے ہوئے پتھر نہ چبھیں، کم سنی کی وجہ سے ننگے پھرنے میں وہ کوئی عیب نہ سمجھتے تھے، لیکن حضور ﷺ نے ساتھی بچوں کے اصرار کے باوجود تہہ بند اُتارنے سے انکار کر دیا۔ فطری حیاء نے کم سنی میں بھی عریانی کی اجازت نہ دی اور فرمایا:

نُهِيتُ اَنْ اَمْشِيْ عُرْيَانًا فَكُنْتُ اَكْتِمُهَا النَّاسَ مَخَافَةَ اَنْ يَّقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ (۲)

”مجھے لباس اُتارنے سے روکا گیا ہے، میں ستر چھپایا کرتا تھا کہ ایسے رہوں گا (جیسے دوسرے بچے رہتے ہیں) تو لوگ مجھے دیوانہ کہنے لگیں گے۔“

---

(۱) سیرت النبی شبلی، ندوی اُردو، بحوالہ مسند احمد) (۲) الخصائص الکبریٰ، ذکر المعجزات والخصائص

Marfat.com

حیا تو اللہ نے آپ ﷺ کی گھٹی میں رکھی تھی، جب پیدا ہوئے تو ختنہ ہو چکا تھا تا کہ اس کم سنی میں بھی آپ ﷺ کو کوئی بے پردہ نہ کرے۔ (۱)

اس نوعمری میں آپ ﷺ نے کیا خوبصورت جواب دیا کہ ''ایسا کروں تو لوگ مجھے مجنوں کہنے لگیں گے۔'' معلوم ہوا کہ اسی عمر میں آپ ﷺ اتنے عقل مند و باشعور ہو چکے تھے کہ عقل مندی اور بے وقوفی کے کاموں میں امتیاز کرنے لگے۔ یہ حدیث آپ ﷺ کی حس کامل کی دلیل ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا آپ ﷺ نے شراب پی؟ فرمایا: ابھی مجھے کوئی کتاب ملی اور نہ ایمانی (احکام) ملے تھے اس کے باوجود میں (عقلِ سلیم سے شراب اور بت پرستی کو برا سمجھتا تھا اور ان کے) قریب نہ جاتا تھا۔ (۲) یہ ابتدا تھی آپ ﷺ کے حسنِ شعور کی اور جب جوان ہوئے تو لوگوں نے آپ ﷺ کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ (۳)

علامہ رشید رضاؒ لکھتے ہیں: ابوطالب ایک دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: جانتے ہو تمہارے بھتیجے محمد (ﷺ) نے کیا عجیب کام دکھایا؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے استفسار پر فرمایا: میں اسے ساتھ رکھتا ہوں اپنے سے جدا نہیں کرتا، میں نے اسے کہا: بیٹا! یہ کپڑے اُتار دو اور سو جاؤ! میں نے دیکھا کہ اسے میری بات پسند نہیں آئی، مجھے کہنے لگا: چچا جی! اپنا منہ دوسری طرف کر لیں، میں نے منہ دوسری طرف کیا تو وہ بستر میں چلا گیا، پھر میں اس بستر میں گیا تو حیران ہو گیا کہ اس کے اور میرے درمیان انتہائی نرم اور خوشبودار کپڑا ہے، میں نے اسے دیکھنا چاہا تو میں محمد ﷺ کا جسم نہیں دیکھ سکا۔ بعض دفعہ میرے بستر سے غائب ہو جاتا ہے، میں آواز دیتا ہوں تو آواز آتی ہے: اے چچا! میں یہاں ہوں۔ جب رات کا ایک بڑا حصہ گزر جاتا ہے تو اس سے عجیب باتیں سنتا ہوں، کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھے۔ کھا چکے تو الحمدُ للہ کہے، بچوں کے ساتھ (گلیوں)

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی: ۳/۱۴۱ (۲) السیرۃ الحلبیۃ: ۱/۳۲۱ شرح الزرقانی ۹/۵۷

(۳) المواھب اللدنیہ: ۲/۶۱۰، امتاع الاسماع: ۲/۳۴۷

Marfat.com

میں نہیں کھڑا ہوتا، نہ شور کرتا ہے اور نہ زور سے ہنستا ہے۔ بس مسکراتا ہے[1] اس بیان کے بعض حصوں کی تصدیق اس کتاب کے اندر موجود بعض واقعات سے ہوتی ہے۔

حسنِ معاشرت وصلہ رحمی:

ایک ایسی عظیم شخصیت اور اقوامِ عالم کے راہنما ہی سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس کا بچپن اور جوانی اپنوں میں گزرے۔ وہ کسی کی سننے اور کسی کو اپنی بات سنوانے اور منوانے کا فن جانتا ہو۔ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ بھی رہنا جانتا ہو جو معروف معنٰی میں اپنے نہیں ہیں، صلہ رحمی کے فوائد اور قطع رحمی کے نقصانات سے واقف ہو، اسی صلاحیت سے انسان آپس میں جڑ سکتے ہیں اور ترقی کی راہوں پہ چل سکتے ہیں۔ ہمارے حضرت محمد مصطفٰی ﷺ ہی وہ رہبرِ کامل ہیں جو اس فن میں یکتا تھے، آپ ﷺ نے اپنے اُمتیوں کو بھی اسی کی ترغیب دی اور تاثر دیا کہ سب کے ساتھ رہنا اور سب کو ساتھ لے کے چلنا آپ ﷺ کے اُمتی کی اساسی عادت ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کو ابتداء عمری سے ہی پورے خاندان کے ساتھ مل جل کر رہنے کی تربیت دی گئی۔ ورودِ مسعود کے ساتھ ہی حضور ﷺ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی جس کوٹھڑی کو شرفِ نزول بخشا، وہاں ان کے دیگر بچے، عبداللہ، ضمرہ، انیسہ اور شیما رضی اللہ عنہا وغیرہ رہتے تھے۔ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے بھی بچے تھے۔ پھر ابوطالب، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور عبدالمطلب کے گھروں میں بچوں، چچاؤں، پھوپھیوں اور اڑوس پڑوس کے گھروں کے افراد میں ملے جلے رہے۔ یہیں سے آپ ﷺ نے لوگوں کو خاندانی اجتماعیت کا درس دینا شروع کیا اور دنیا سے پردہ کرنے تک لاکھوں انسانوں کو اسی رستے پہ لگایا۔

جب آپ ﷺ کو نبوت ملنے والی تھی تو کچھ عرصہ پہلے ہی انہوں نے کہا: جن میں آپ ﷺ رہے تھے کہ پورے عرب میں حضرتِ محمد ﷺ جیسا نہ کوئی مل جل کر رہنے کا ہنر جانتا

---

(۱) سیدنا محمدؐ: ۱/۳۶

Marfat.com

ہے اور نہ کوئی اس جیسی صفتِ حلم و برداشت والا ہے (جس سے رشتے جڑتے ہیں) (۱)

احساسِ ذمہ داری و بیدار مغزی:

چار سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، اس میں ایک بڑی ذمہ داری کا احساس کرنا، غیر معمولی انسان سے ہی متوقع ہوسکتا ہے۔ایک دن آپ ﷺ کا رضاعی بھائی کسی کام سے گھر آیا تو سیدنا محمد کریم ﷺ نے اکیلے بکریوں کی دیکھ بھال کی۔ (۲)

پھر جب آپ ﷺ ابو طالب کی کفالت میں آئے تو غنم پروری کے لیے راتوں کو پہاڑوں پہ ان کے باڑوں میں رہ کر دیکھ بھال کا فریضہ ادا کیا۔اس قسم کے حالات نے آپ ﷺ کو بیدار مغز اور حساس انسان بنا دیا تھا۔پھر دنیا نے دیکھا کہ حضور ﷺ نہ سست و کاہل تھے اور نہ آرام طلب اور لوگوں پہ بوجھ۔اور سب جانتے ہیں کہ جس پودے یا درخت میں پھول لگتے ہیں، وہ اپنا وزن ٹہنیوں پہ بہت کم ڈالتے ہیں، اس لیے سب کو بھلے لگتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے کاموں کو خود کرلیا کرتے تھے۔جوتا مرمت، لباس سلائی اور جھاڑو تک بھی پھیر لیتے تھے۔ (۳)

چاک و چوبند رہنے اور خودداری کی تربیت بنوسعد کے صحرائی گھر اور مکہ میں محنت ومشقت کے ماحول سے ہی شروع ہوگئی تھی۔عموماً جن لوگوں کی اُٹھان اس سنتِ نبوی ﷺ سے ہوتی ہے، وہ کامیاب زندگی بسر کرتے ہیں۔

ماں کے لمس سے دور، سورج کی تپش، بدلتے موسم، گرمی کی لو، سردی کی ٹھنڈک، دور تک بکریوں کے پیچھے پیدل چلنا۔یہ وہ امور ہیں جو ابتداءِ عمر میں ہی اچھے اور تابناک مستقبل کی خبر دیتے ہیں۔

---

(۱) سیرۃ ابن کثیر: ۱/۲۴۹، البدایہ والنہایہ ۳/۴۴۲
(۲) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۰۹ (۳) سبل الہدیٰ: ۷/۹۲

Marfat.com

قوتِ مدافعت، حوادثاتِ زندگی میں سائبان:

شقِ صدر، فرشتوں (ایک آسمانی و نورانی مخلوق) سے ملاقاتیں اور پہاڑوں کی وادیوں میں اسفار، خوف وخطر کے احوال میں زندگی گزارنے سے سید دو عالم ﷺ کی طبع شریف میں تمام تر حالات و واقعاتِ زندگی اور نشیب وفراز سے نمٹنے، ان پر صبر و استقامت کے ساتھ حالات کو درستی کی طرف لانے کی جو صلاحیت پیدا ہوئی، اس کے مناظر لوگوں نے بدر و اُحد، تبوک، ہجرت اور دعوت کے مختلف مراحل میں دیکھے۔ آپ ﷺ انسان تھے، دیگر انسانوں کی طرح غمی، خوشی، تکلیف اور راحت ہر چیز کو دوسرے انسانوں سے زیادہ محسوس کرتے تھے اور صبر و استقامت سے آگے بڑھتے تھے۔ آپ ﷺ نے اقوامِ عالم کے تمام انسانوں کے لیے راہنما بننا تھا۔ شقِ صدر کے واقعہ میں حضور فرماتے ہیں کہ وَفَرِقْتُ فَرَقاً شَدِیْدًا[(۱)] میں شدید خوف میں مبتلا ہوا۔ ان حالات نے آپ ﷺ کو بچپن میں ہی کندن بنا دیا تھا جس کی وجہ سے حضور ﷺ ہر غمگین، دہشت زدہ، مظلوم، زخمی اور بیمار کے لیے وہ سائبان بن گئے تھے۔ جس کے نیچے دکھوں اور دردوں کے مارے لوگ پناہ لے کر سکون و راحت اور خوشیاں لے کر جاتے تھے۔ نبی علیہ السلام کے عہدِ شباب میں یہ مناظر دیکھنے میں آئے کہ آپ ﷺ قیدیوں کا دکھ محسوس کرتے ہیں، ان کو چھڑواتے ہیں، ان کو کھانا کھلاتے ہیں اور ان کی اعانت کرتے ہیں جو بھی قدرتی آفات میں مبتلا ہوں انکا ساتھ دیتے ہیں۔[(۲)]

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لیے:

والدہ، دادا، زبیر بن عبدالمطلب، ابوطالب اور ان کی بہنوں کا پیار اور جانفشانی لائقِ تحسین رہیں اور حضور ﷺ نے بھی ان کا شکریہ ادا کیا۔ ان سب کے ساتھ ساتھ ابتدائے عمری میں جب حضور ﷺ ممتا کے چہرے کو پوری طرح پہچاننے لگے تو ماں کا

---

(۱) السیرۃ النبویۃ: ۱/۲۳۰　(۲) سبل الہدیٰ: ۱/۵۱۸

Marfat.com

رُخِ انور ہمیشہ کے لیے اوجھل ہوا، دادا جی کو مرحوم والد کا نعم البدل تصور کر ہی رہے تھے کہ وہ بھی ابدی نیند سو گئے۔حزن و ملال کی پے در پے آمد و رفت نے قلبِ منور کو ان حادثات و واقعات کے لیے تیار کر دیا، جو ہم وطنوں اور رشتہ داروں سے پیش آنے والے تھے، اپنے ساتھیوں کو خون میں نہاتے بھی دیکھنا تھا اور وطنِ مالوف سے جدائی کا وہ کوہِ گراں بھی ٹوٹ پڑنے والا تھا۔ جس کے تصور سے بھی ایک دن آپ ﷺ کانپ اُٹھے تھے اور فرمایا تھا: اَوَمُخْرِجِیَّ هُمْ (۱) ''کیا میری قوم مجھے یہاں سے نکال دے گی؟''

سوال: کیا ضروری تھا کہ استقامت کے پیکر بننے کے لیے ان مراحل سے گزرنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ میں مستقل مزاجی، قوتِ برداشت اور صبر و استقامت کے جواہر بے مشقت بھی تو پیدا کر سکتے تھے؟

جواب: اللہ کی سنتِ جاریہ یہی ہے کہ وہ امتحانات کے بعد نوازتے ہیں۔ اکثر نبیوں کو جس قسم کے حوادثات سے سابقہ رہا، آپ ﷺ کو بھی ان ہی کی طرح حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ میں سب کی خوبیاں جمع ہونی تھیں۔ (۳) حضرت محمد ﷺ کے تمام احوال اُمت کے لیے نمونہ بننے والے تھے۔ اس لیے روزِ قیامت تک کے انسانوں کے لیے آپ ﷺ کی ولادت اور شباب میں بھی اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ زندگی کے مدوجزر نے سیدنا محمد کریم ﷺ کو ایسے رستے پہ ڈال دیا جو ایک انسان کو لمحہ بہ لمحہ اخلاقی ترقی کی منزل تک لے جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۲)

''اور اے نبی ﷺ! آپ بلند اخلاق پر ہیں۔''

جب آپ ﷺ کی جوانی با کمال طریقے سے گزری تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گواہی دی: اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ

(۱) بخاری:۳ (۲) سورۃ القلم:۴

Marfat.com

وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ (۱)

اس سے سبق ملا کہ جو لوگ والدین کے سہاروں، دنیا کی محبتوں اور ہر ماحول میں بے پناہ چاہتوں سے محروم ہوتے ہیں اور اپنی زندگی خود بناتے ہیں۔ وہ کبھی بھی اور کہیں بھی دھوکہ نہیں کھاتے۔ پیچھے نہیں آتے، آگے ہی بڑھتے جاتے ہیں۔

والدین کی جدائی اور نظامِ تربیت

جس دن آپ ﷺ کی والدہ وفات پا گئیں۔ اس دن حضرت محمد ﷺ کی دنیا بظاہر اندھیر ہوگئی، نہ باپ کا سایہ نہ ماں کی شفقت، اب سارے سہارے ٹوٹتے نظر آئے، لیکن ایک آسرا جو حقیقی اُمیدوں کا مرکز ہے وہی باقی ہے، اس کی طرف پیارے محمد ﷺ کی توجہ مبذول کروانی ہے، آج تو امی رُخصت ہوئی اس سے پہلے جب ان کے ابو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کو سپردِ خاک کیا گیا، اُس دن آسمان کی نورانی محفل میں فرشتوں نے عرض کی: اے ہمارے پروردگار! آپ کے نبی ﷺ تو یتیم ہو گئے۔ ان کی حفاظت وتربیت کون کرے گا؟ اللہ نے فرمایا: میں اس کا حفاظت کرنے والا اور میں ہی اس کا مددگار ہوں، میں ہی اس کا ولی، رازق، حمایت کرنے والا اور میں ہی اس کے لیے کافی ہوں۔ تم اس پر درود پڑھو اور تم اس کے لیے (مجھ سے) برکت کی دعائیں مانگو!

اب جبکہ ماں کی ممتا سے بھی آپ ﷺ کو بظاہر محروم کیا جارہا تھا تو اس وقت اگر فرشتوں نے سوال کیا ہوگا تو جواب کا مفہوم بھی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے جو اللہ نے اپنے کلام میں دیا: أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (۳) ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟''

---

(۱) صحیح البخاری: حدیث نمبر ۳

(۲) تاریخ الخمیس: ۱/ ۱۸۷، الخصائص الکبریٰ ۱/ ۸۱، شرف المصطفیٰ: ۱/ ۳۶۲، مستعذب الاخبار، ۱/ ۹۲

(۳) الزمر: ۳۹: ۳۶

Marfat.com

اللہ اس بندے کے لیے کافی ہو گئے جسے زمین والے محمد ﷺ اور آسمان والے احمد ﷺ کے نام سے پکارتے تھے۔ اس کفایتِ الٰہی کا ایک رنگ یہ نظر آیا کہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور بڑے پیار سے گھر لائیں۔ مکہ پہنچے تو آپ ﷺ بلک بلک کر رو رہے تھے۔ آج آمنہ کے لال کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس واقعہ کا عبدالمطلب پر گہرا اثر ہوا اور محمد ﷺ کے لیے ان کے سینہ میں ماں کی محبت اور باپ کی شفقت یکجا ہو گئیں۔ وہ آپ ﷺ پر بے حد مہربان تھے، اب پہلے سے زیادہ وقت دینے لگے، بڑی محبت سے پیش آتے اور لطف وکرم کی بارش کرتے، ہر آن آپ ﷺ کا خیال رکھتے، ہر طرح سے دل جوئی کرتے، اپنی ذات اور اپنی اولاد سے بڑھ کر آپ ﷺ کا فکر کرتے۔

یتیم یا ''دُرِّ یتیم''؟

دنیا میں آنے سے پہلے والد اور انتہائی کم عمری میں امی کی وفات نے آپ ﷺ کو تمام یتیموں میں مثالی بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جو کچھ دیا، بے مثال و لاجواب عنایت فرمایا۔ یتیمی بظاہر محرومی کا نام ہے، درحقیقت اس کو اللہ کی نعمتوں کے حصول کی مجاہدانہ کوشش کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ نبوی ﷺ طریقہ ہے جسے اپنا شعار بنانے والے یتیم نہیں، ''درِّ یتیم'' ہوتے ہیں۔ (۱)

ایسے بے شمار واقعات تاریخ انسانی میں بکھرے پڑے ہیں کہ والدین سے محروم لوگوں نے اپنی جہدِ مسلسل، شرافت اور حسنِ نیت سے وہ کمالات حاصل کیے جو سہاروں کی موجودگی میں کم نظر آتے ہیں، اس قسم کے لوگ اپنی راہیں خود متعین کرتے ہیں۔ انہیں اپنا معاون خود بننے کی عادت ہو جاتی ہے۔ ایسے نوعمروں کے لیے حضرت محمد ﷺ کے ایامِ یتیمی میں بہت بڑی راہنمائی موجود ہے، اور قرآنِ کریم کا اعلان ہے:

---

(۱) شرح الزرقانی: ۴۵۱/۸

Marfat.com

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (۱)

''کیا ہم نے آپ ﷺ کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ دیا؟''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمتِ محمدیہ ﷺ میں جتنے بھی یتیم ہوں گے۔ وہ اگر حضور ﷺ کی طرح اپنا لڑکپن گزاریں تو مدد الٰہی کا وعدہ ان کے لیے بھی پورا کیا جائے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ ابھی پانچ سال کے تھے کہ اپنی رضاعی ماں کو فرمایا: امی! میں بھی بکریاں چرانے کے لیے وہاں جاؤں گا جہاں میرے دوسرے بھائی جاتے ہیں۔ (۲) ذرا اور عمر پائی تو اہل مکہ کی اور اپنی بکریاں پالیں۔ (۳) پھر تجارت کے لیے اپنے چچا کے ساتھ جانا پسند کیا۔ (۴) یہ سب کچھ خود انحصاری، محنت پہ یقین اور معاشی و معاشرتی ترقی کا زینہ نہیں تو اور کیا ہے؟

یتیمی سے رہبری تک:

نبی رحمت ﷺ کی حیاتِ طیبہ قابلِ ذکر، لائقِ تقلید اور قدرتِ الٰہی کے مظاہر و مناظرِ حسنہ سے معمور ہے۔ ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے تمام تر پیش آمدہ مسائل کا حل سیرتِ رسول ﷺ کے احوال کی روشنی میں تلاش کرے۔ آپ ﷺ کی یتیمی، مالی قلت، غموم وہموم کی کثرت، جس راہ پر آپ ﷺ چلنا چاہتے تھے اس کے لیے رکاوٹیں۔ ان تمام امور کے باوجود (ترقی) کی وہ منازل طے کرنا، جو بیک وقت لاکھوں انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہوں، سینکڑوں مسلم اور غیر مسلم ان کی کامرانیوں پر بحث کر رہے ہوں، کیا یہ گوشۂ سیرت اپنے اندر راہنمائی کی صلاحیت نہیں رکھتا؟

دُنیائے اسلام اور دنیائے کفر والحاد نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضور ﷺ کا معاشی، تمدنی اور معاشرتی مجبوریوں اور زمانے کی ناہمواریوں کے باوجود آسمان کو چھو لینے والی بلندیوں کو حاصل کر لینا یہ سبق دیتا ہے کہ زندگیاں مال، ماحول، حکومت اور

---

(۱) سورۃ الضحیٰ:۶ (۲) (شرح الشفاء:۱/۴۵) (۳) سبل الہدیٰ:۲/۱۵۶ (۴) ابن ہشام:۱/۱۸۲

Marfat.com

عہدوں سے نہیں بنتیں بلکہ کردار، اخلاق، جہدِ مسلسل، صداقت اور امانت کے ساتھ ساتھ صبر واستقامت سے بنتی ہیں۔

اس نظریہ کی صداقت پر مثالوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔اہل ہنر جانتے ہیں:

- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ غلام اور مملوک تھے، (اپنی محنت اور لیاقت سے) زمانے کے امام بن گئے اور عنداللہ وعندالناس عزت پائی۔
- حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش داغِ یتیمی کے ساتھ ہوئی۔وہ عالم مدینہ اور رہبر انسانیت مانے گئے۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سایۂ پدری سے محروم ہوئے۔ ان کی ماں غزہ (فلسطین) سے ان کو لے کر چلی۔دونوں ماں بیٹا ایک دن کھاتے اور ایک دن بھوکے رہتے تھے، اس حال میں استادوں کے پاس پہنچے، اس محتاجی میں وہ ایسے امام بنے کہ ان کی شان کے بیان کے لیے اشارے ہوئے اور وہ مثالی اشخاص کی صفوں میں آئے۔(وہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد چار بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں)
- اور یہ رہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وامام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
- اور حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں سے کسی کے متعلق بھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ زمانے کی ٹھوکریں ان کو اُبھرنے دیں گی، یہ تاریخِ اسلامی کے صفحات کی شہ سرخیاں بنیں گے۔ان سب کے بچپن کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نہ معلوم کتنی بار وہ مر کر زندہ ہوئے اور انسانوں کی بے رحم نگاہوں نے انھیں گھور کر دیکھا لیکن کوئی آیا اور انہیں سیدنا محمد کریم ﷺ کا بچپن سکھا گیا، جوان ہوئے تو شبابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سبق سیکھا تو عبقریت ان کے قدم چومنے لگی، رحمت ان کے لیے سائبان بن گئی۔

Marfat.com

پُراعتمادی، محنت، تجارت، خودداری

سیدنا محمد کریم ﷺ عمر کے ہر حصے میں طبعی طور پر ہمیشہ مکمل پراعتماد نظر آئے۔ آپ ﷺ کی فطری عادت یہ رہی کہ اپنے کام خود کرتے کسی پہ بوجھ نہ بنتے تھے۔ اس سوچ کے حا فراد زندگی کے ہر شعبے میں اپنے ہم عصروں سے آگے نظر آتے ہیں۔ ابھی آپ ﷺ کا بچپن تھا، تین سال کے لگ بھگ عمر ہو گی لیکن ماشاءاللہ دیکھنے والے یہی سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ کوئی پانچ چھ سال کے ہوں گے۔

ایک دن آپ ﷺ نے اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا سے ایسے سوالات کیے کہ رضاعی ماں بھی حیران رہ گئیں اور انھیں آپ ﷺ کی بات ماننا پڑی۔

حضرت محمد ﷺ: اماں جی!

حلیمہ رضی اللہ عنہا: جی میرے بیٹے؟

حضرت محمد ﷺ: یہ میرے بھائی ہیں ناں (ضمرہ، عبداللہ اور بہن شیماء) یہ کہاں چلے جاتے ہیں، دن کو نظر نہیں آتے (شام کو نظر آتے ہیں) یہ جاتے کہاں ہیں؟

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا: (ننھے محمد ﷺ کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے)

میرے ماں باپ قربان پیارے محمد ﷺ پہ (تمہارے بھائی گھر کے پیچھے چراگاہ ہے، وہاں جاتے ہیں اور وہ وہاں) ہماری بکریاں چراتے ہیں، وہ بہت صبح منہ اندھیرے نکل جاتے ہیں اور رات گئے لوٹتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ: امی! میں گھر میں اکیلا رہتا ہوں (اس جملے کے ساتھ ہی آپ ﷺ کی سرمگیں آنکھوں سے آنسو ڈھلک پڑے اور سیاہ پلکوں سے موتیوں کی طرح چھن چھن کر نرم، سرخی مائل رُخساروں پہ بہہ کر بنو سعد کی زمین کو سیراب کرنے لگے اور آپ ﷺ روتے ہوئے بمشکل یہ کہہ پائے کہ) میں اکیلا یہاں کیا کروں؟ مجھے بھی ان کے ساتھ بھیجا کریں!

Marfat.com

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا: (بچے کے حوصلے اور ہمت کی داد دیتے ہوئے) پیارے محمد ﷺ! تم پسند کرتے ہو کہ ان کے ساتھ جاؤ؟

حضرت محمد ﷺ: جی امی جی (میں کل جاؤں گا)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا: (دوسرے دن) آؤ میرا بچہ! قریب بلایا، نہلایا دھلایا، تیل لگایا۔ خوبصورت کرتہ زیبِ تن کروایا، گلے میں تعویذ وغیرہ لٹکایا (مکمل تیاری کے بعد حضرت محمد ﷺ نے) اپنے ہاتھ میں عصا لیا اور بھائیوں کے ساتھ خوشی خوشی روانہ ہو گئے۔ وہاں کھیلتے، کودتے، تیراندازی بھی کرتے اور روزانہ ان بچوں کے ساتھ شوق سے جاتے اور شام کو (جب گھر واپس) آتے تھے تو مسکراتے ہوئے گھر میں داخل ہوتے۔ (۱)

خودشناسی واحساسِ سیادت:

نوعمر حضرت محمد ﷺ کو ابھی بتایا نہیں گیا کہ آپ ﷺ صرف اس قوم کے نہیں اقوامِ عالم کے سردار ہیں۔ خود اپنی ذات کو آپ ﷺ نے بچپن میں پہچانا کہ آپ ﷺ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ صحنِ کعبہ میں بارہا دیکھا گیا کہ شاہِ عرب حضرت عبدالمطلب کے فرشی تخت پر آپ ﷺ بے جھجک بیٹھتے تو دادا کہتے: اسے معلوم ہے یہ کون ہے؟ (۲)

اسی طرح ایک دن جب مکہ سے باہر نرم زمین پر ابوطالب کی فرشی نشست پر گدا رکھ کر اسے دوہرا کر کے رکھ دیا گیا (کسی کو جرأت نہ تھی سردارِ مکہ کی جائے نشست پہ بیٹھے، سب منتظر تھے کہ ابوطالب آئیں تو اس پہ بیٹھیں) ان سے پہلے نبی علیہ السلام تشریف لائے اور مسند درست کر کے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ ابوطالب آئے تو (لوگ ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ شاید بھتیجے کی اس جرأت پر ناراض ہوں، لیکن انھوں نے مسکرا کر) فرمایا: میرا بھتیجا (یوں ہی سردار کی مسند پہ نہیں بیٹھ گیا، وہ) جانتا ہے کہ یہ مقامِ عزت اسی کا ہے۔ (۳)

---

(۱) تاریخ دمشق: ۳/۴۷۴، الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۳، تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۶، سبل الہدیٰ: ۱/۳۸۸، عذب الکلام: ۱/۱۹۵

(۲) امتاع الاسماع: ۴/۹۵ (۳) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۴۱

Marfat.com

اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک دس گیارہ سال تھی۔ اس کے بعد یہ بھی دیکھا کہ سردارِ مکہ اپنے برابر پیارے محمد ﷺ کے لیے بھی کپڑا اچھوا دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

میرا بیٹا بہت حساس طبیعت والا ہے۔ (۱)

اس کھیلنے کودنے کی عمر میں خودی کو بلند کرنے کے احساس کو صرف سردارِ مکہ ہی سمجھ پائے، سوچ کی یہ گہرائی انہیں اس لیے دی گئی کہ وہ حضور ﷺ کے علوِشان سے بے خبر نہ رہیں اور جب وقت آئے تو ایمان لے آئیں۔

غنم پروری اور عربوں کا شوق:

جناب ابوطالب کے پاس بھی بکریاں تھیں اور آپ ﷺ کے چچا جناب زبیر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان سب حضرات کے پاس اُونٹ اور بکریاں تھیں۔ نبی رحمت ﷺ کے والدِ گرامی نے بھی جو ترکہ چھوڑا، اس میں اونٹ اور بکریاں تھیں۔ چند امور جو ان سطروں سے ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: (۱) اب یہ سمجھنا بہت قرینِ یقین ہے کہ گلہ بانی معزز کام شمار ہوتا تھا (قطع نظر اس کے کہ آپ ﷺ نے ہر جائز وحلال مزدوری کی بڑی مدحت سرائی فرمائی ہے)۔ اس فن کو لوگ خواہ کسی نظر سے دیکھتے ہوں، غلہ بانی تو عربوں میں ابھی تک بھی متمول گھرانوں کا شعار ہے۔

آپ ﷺ کے والد گرامی فوت ہوئے تو اس وقت انھوں نے جو وراثت اپنے بیٹے کے لیے چھوڑی۔ اس کے متعلق لکھا ہے خمسة اَجْمَالٍ وَقِطْعَةٌ مِّنَ الْغنم (۲)

قَطِيعٌ يَا قِطْعَةٌ مِّنَ الْغنم پچاس سے دو سو بکریوں تک بولا جا سکتا ہے۔ (۳) معلوم ہوا کہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے علاوہ پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ والد کا کل ترکہ تھا جو آپ ﷺ کو ملا۔ جب نبی علیہ السلام دس سال کے ہوئے تو ان بکریوں اور اونٹوں میں کس قدر اضافہ ہوا ہوگا۔ خاندان بھر کو آپ ﷺ سے غیر معمولی محبت تھی

---

(۱) الوفاء ۱/ ۹۳ (۲) الوفاء ۱/ ۵۰، تاریخ الخمیس ۱/ ۱۸۷، الرحیق المختوم ۱/ ۳۴

(۳) تاج العروس، ق ط ع ۱۹/ ۴۸۳

Marfat.com

اس لیے یہ تسلیم کرنا بہت مشکل ہے کہ اس وراثت میں ذرا بھی خیانت ہوئی ہوگی۔ حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں: کہ میں نے اپنے گھر والوں کی بکریاں بھی پالیں۔ (۱)

تجارت اور گلہ بانی کی حکمتیں:

بکریاں تمام جانوروں میں تیز دوڑنے اور بھاگنے والی ہوتی ہیں۔ ان میں رہ کر انسان میں ایک ایسی قوم کو سنبھالنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے جو کثرت میں بھی ہو اور مختلف الخیال لوگوں پر مشتمل ہو۔ اس کام میں بردباری، سمجھداری اور بیدار مغزی کی ضرورت ہوتی ہے۔ الحمدللہ حکمتِ الٰہیہ کھل کر سامنے آئی اور نبی محترم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں وہ جواہر دیکھے گئے جو کسی بھی رہبر اور قائد میں ضروری ہیں (۲)

اب آپ ﷺ کی عمر شریف اس درجہ تک پہنچی کہ آپ ﷺ کے چچا اور دیگر اعزہ کو یقین ہو گیا کہ اب ان کا ہونہار بیٹا سفر کی مشقت برداشت کر سکتا ہے اور خود اس کا اپنا شوق بھی ہے کہ وہ بڑے بڑے کام کرے تو تجارت کے رستے ہموار ہونے لگے۔ اس شہر میں تجارت، لڑائی اور آبا و اجداد پہ فخر جیسے موضوعات زیرِ بحث رہتے تھے۔ تجارت کے بڑے بڑے میلے لگتے تھے، آپ ﷺ کے لیے یہ کوئی انوکھی چیز نہ تھی۔ حضرت محمد ﷺ نے سب سے بڑی قوم کی قیادت کرنی تھی اس لیے آپ ﷺ کے قلبِ اطہر میں اس فن کی محبت ڈالی گئی، جو ایک انسان کو دیگر اقوام سے ملاقاتوں، اسفار میں بچاؤ اور دفاع کی تدبیروں، فرزانگی اور معاملہ فہمی کے رستوں پہ چلا دیتا ہے۔ اس کام میں بات کرنے کا سلیقہ اس پر دلائل کے قیام اور دوسرے کو ہمدردی سے قائل کرنے کا فن آتا ہے۔ اسی سے مختلف علاقوں اور ممالک کی سیاحت اور ان کے اخبار و احوال کا علم ہوتا ہے اور بے شمار خوبیاں ہیں جو انسان میں تجارت کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں۔

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیھقی ۲/۱۴۴ سبل الھدیٰ: ۷/۴۱۱

(۲) غنم پروری اور تجارت کی حکمتوں کے لیے دیکھئے ''فجر ہونے تک''

Marfat.com

اس حکمت کے تحت بچپن میں تجارت کے ساتھ غیر معمولی شغل نے آپ ﷺ کو بہت جلد گلہ بانی سے مقامی خرید وفروخت اور پھر دیگر شہروں اور ملکوں میں تجارت کا رستہ دکھایا اور آپ ﷺ جوانی میں ایک کامیاب، امانت دار اور سچے تاجر کے طور پر اُبھرے۔ (۱)

اقوامِ عالم تک پہنچنے کا راستہ:

یہاں چند امور زیرِ غور ہیں:

- اس پیشے سے محبت اس وجہ سے نہیں تھی کہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد اس سے وابستہ تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب ولید بن مغیرہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ یمن اور شام سے اشیاء خریدتے، فارس کا سامان روماں کی جانب لے جاتے۔
- نہ اس لیے کہ خاندانی بزرگوں نے دوسرے ملکوں میں جا کر اہلِ مکہ کے لیے امان نامے لکھوائے تا کہ ان ممالک کی حدود میں مال لے جانے اور لانے والے محفوظ رہیں۔ (۲)
- اور نہ اس لیے کہ یہاں سب سے بڑا تجارتی بازار المجنّۃ یا (''عُکاظ'' بڑا تجارتی میلہ) لگتا تھا، یہاں ذوالمجاز وغیرہ بازار بھی لگتے تھے۔ ادھر سوق دومتہ الجندل، سوقِ ہجر، سوقِ عمان، سوق المشقر، سوق عدن ابیض، سوق صنعاء، سوق حباشہ، سوقِ صحار، سوق بدر، سوق بنی قینقاع، سوق الشحر، سوق عشر نامی دس عارضی منڈیاں بھی مختلف موسموں اور مختلف مقاماتِ عرب میں قائم ہوتی تھیں۔ ایک تاریخی روایت میں تیرہ بازاروں کا ذکر ملتا ہے، ان میں سے

---

(۱) البدایہ والنہایہ ۳/۴۴۲ (۲) السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: ۱/۱۸۶، تاج العروس ۲۳/۳۱

Marfat.com

دومتہ الجندل کے متعلق لکھا ہے کہ یہ پندرہ دن رہتا تھا اور یہ شام اور حجاز کے سرحدی علاقوں کے سنگم پر واقع تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا سال تجارت اور بازاروں کا شور وغوغا رہتا تھا۔ (۱)

جس تجارتی ماحول کا نقشہ کھینچا گیا یہ تو بظاہر اسباب وعوامل ہو سکتے ہیں، ایک شخص کی طبعی آمادگی اور معاشی ضرورت کے، جبکہ جناب رحمتِ عالم ﷺ کو ابتدائے عمر سے اسی رستے پہ چلایا جا رہا تھا جس پر آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد زندگی بسر کرنی تھی۔ اس لیے یہ سمجھنا اور یقین کرنا آسان ہے کہ ایک خاص حکمت کے تحت آپ ﷺ کو تجارت کی محبت دی گئی۔ بچپن میں بھی ایک چچا کے ساتھ شام وبصریٰ اور دوسرے کے ساتھ یمن کا سفر کیا تھا۔

جوانی میں مختلف شہروں اور مقامی خرید وفروخت میں شامل رہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ مکہ کے قرب وجوار میں لگنے والے ان بازاروں میں کتنی دلچسپی لیتے ہوں گے جن کا اُوپر ذکر ہوا اور بین الاقوامی منڈیوں، وہاں کے لوگوں اور تہذیبوں کے حالات میں آپ ﷺ کس قدر غور وخوض کرتے ہوں گے؟

حبِّ تجارت کی حکمتیں:

آپ ﷺ نے ابو طالب سے بڑی لجاجت کے ساتھ شام جانے کی درخواست کی تھی۔ آپ ﷺ نے ابتدائے عمر، جوانی اور اعلانِ نبوت کے بعد بھی اس ذی وقار شغل کو اپنی مصروفیات اور فرمودات کا موضوع بنایا اور اپنے ماننے والوں کو وعدۂ الٰہی سنایا کہ محشر میں امانت دار، سچا تاجر، نبیوں اور صدیقین کے ساتھ ہوگا۔ (۲)

عمر کے ابتدائی حصے اور ایامِ شباب میں خرید وفروخت کے ساتھ غیر معمولی مناسبت کی یہ مختلف وجوہ بھی ہو سکتی ہیں:

---

(۱) اثمار التکمیل لما فی انوار التنزیل: ۱/۱۶،۱۷ (۲) سنن ابن ماجہ: ۲۱/ ۳۹

Marfat.com

① جس قوم میں آپ ﷺ نے اسلام کا پرچم بلند کرنا تھا، ان کے سب معززین تجارت پیشہ تھے۔ آپ ﷺ نے کاروبار کر کے امانت، دیانت، سچائی، وعدہ وفائی، ایک بول، پورا تول جیسے معاملاتی اصولوں سے ان کے دلوں تک رسائی حاصل کی۔

② تجارت ہی ذریعہ تھا عرب کے بازاروں میں جانے کا، جہاں پورے عرب اور بیرونِ عرب کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ ان میں جہاں آپ ﷺ بچپن، بعد از بلوغت اور عہدِ شباب میں خرید و فروخت کر کے مثالی تاجر کا کردار پیش کرتے رہے، وہاں آپ ﷺ اعلانِ نبوت کے بعد تبلیغِ دین کے لیے جاتے تھے اور یہ امر مسلّم ہے کہ معاملات کی درستگی تبلیغ میں معاون رہتی ہے۔

اظہارِ نبوت کے وقت اور اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے سچے اور راست باز ہونے کی جو دلیل پیش فرمائی، وہ یہی معاملات تھے جو ان لوگوں کے ساتھ رہے۔ (1)

③ لین دین کیے بغیر وہ آپ ﷺ کو کیسے جان سکتے کہ حضرت محمد ﷺ ایک اچھے رہبر ہو سکتے ہیں اور نہ آپ ﷺ کو علم ہو سکتا تھا کہ قوم میں شرک، شراب اور فحاشی کے علاوہ بھی کچھ بیماریاں ہیں، جن کا علاج آپ ﷺ ہی نے کرنا ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس قسم کی ضروری معلومات دے دی جاتیں۔ تاہم آپ کے نقشِ قدم پر چلنے والے اہلِ ایمان کو یہ نمونہ دکھانا ضروری تھا کہ جہاں دعوتِ دین کا کام کرنا ہو وہاں معاملات کا صحیح ہونا کتنا ضروری ہے؟

④ عمر کے اس حصے میں مطالعاتی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے ان اسواقِ عرب میں بیع و شراء کے سب جائز و ناجائز طریقوں سے خوب واقفیت حاصل کر لی۔ آپ ﷺ ہی نے اپنے ماننے والوں کو ان مختلف طریقوں سے منع کیا جو ان بازاروں میں ہوتے تھے اور ان میں فریقین کو نقصان پہنچنے کا شبہ

---

(۱) سورہ یونس: ۱۶

Marfat.com

ہو سکتا تھا۔ ان ہی بازاروں خصوصاً ''سوق المقشر'' میں ''بیع الملامسہ'' اور ''بیع الہمہ'' وغیرہ ہوتی تھیں، جن سے آپ ﷺ نے لوگوں کو اعلانِ نبوت کے بعد منع فرمایا۔ (۱)

ایک شخص کسی غار میں یا خانقاہ میں ہی رہے نہ اسے بازار کے رستے کا پتہ ہو اور نہ وہ لین دین کے فن سے واقفیت رکھتا ہو، وہ کیا جانے تاجر لوگ کہاں کہاں خطا کر سکتے ہیں؟ حضرت نبی مکرم علیہ السلام نے رزقِ حلال کے ذرائع سے وابستہ ہو کر کاروبار کی سب ضروریات کا ادراک کر کے اسوۂ حسنہ پیش فرمایا کہ بندگی صرف چند عبادتوں کا نہیں ہے، ہر شعبۂ زندگی میں حسن وخوبصورتی کا نام ہے۔

جب مدینہ کی ریاست قائم فرمائی، ایک دن آپ ﷺ ایک دوکان دار کے پاس سے گزرے، دیکھا کہ گندم کا ڈھیر ہے، آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو انگلیاں نم ہو گئیں۔ فرمایا: اے گندم کے مالک! یہ کیا بات ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! یہ بارش سے بھیگ گئی تھی۔ فرمایا: تو تم گیلی گندم اوپر رکھتے تا کہ خریدار دیکھ لیں (آپ ﷺ نے اسے اس طرح کرنے سے منع فرمایا اور اس کے ساتھ مزید) فرمایا:

جس نے دھوکہ فریب سے کام لیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (۲)

اس طرح کی نہ معلوم کتنی صورتیں تھیں جن سے آپ ﷺ نے اپنے اس تجربہ کی بنا پہ روکا جو بچپن (بلوغت) سے شروع ہوا تھا۔

اسوۂ حسنہ کے مظاہر (معاملات) کا تعارف:

ابھی چند سالوں میں آپ ﷺ نے جس دستورِ حیات کا تعارف لفظوں میں کروانا تھا، اس میں نہ یہودیوں کی وہ علمی موشگافیاں ہوں گی، جن کی پیچھے کوئی اقدام نہ ہو اور نہ وہ خانقاہی نظام ہوگا، جو راہبوں نے خود گھڑ لیا تھا، اس میں مخلوقِ خدا سے کوئی واسطہ نہ

---

(۱) کتاب المحبر: ۱/۲۶۵، اثمار التکمیل: ۲/۱۹ (۲) مسلم: ۱۵۱

Marfat.com

تھا۔ آپ ﷺ نے جامع الصفات دین (اسلام) کی طرف لوگوں کو بلانا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے ابتدائے عمر سے ہی ایسے اقدامات کیے جنہیں آپ ﷺ نے اپنی دعوت و تبلیغ کا حصہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ طوافِ کعبہ، حج بیت اللہ اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ آپ ﷺ نے پہلے بکریوں کی دیکھ بھال شروع کی پھر تجارت جیسے عالمی فن میں دل لگی کا اظہار کیا اور جوان ہوئے تو اچھے تاجر ثابت ہوئے۔ جس قوم میں آپ ﷺ نے دین کی دعوت کا کام کرنا تھا، اس میں اسی تجارت کے ذریعے آپ ﷺ کے معاملاتی جواہر کھلے، لوگوں کو پتہ چلا کہ

① سب سے بڑھ کر مردانہ صفات حضرت محمد ﷺ ہی میں ہیں۔
② آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی ملنسار اور انسانیت دوست نہیں۔
③ حلم و برداشت کے کوہِ گراں بھی آپ ﷺ ہیں۔
④ بہت پیاری گفتگو کا فن حضرت محمد ﷺ ہی کا غلام ہے۔
⑤ طبیعت کی نرمی، ابریشم کو مات دیتی ہے۔
⑥ مال دار ہیں (بخل کا نام تک نہیں) سخی ہیں۔
⑦ خطیب ہیں (لیکن گفتار نفسا نفسی سے خالی ہے بلکہ آپ ملک وقوم کی حمیت سے سرشار ہیں) اور بہت سی صفات انہوں نے دیکھیں تو الصَّادِقُ کہا اور کبھی اَلْاَمِینُ پکارا۔(1)

تجارت اور قومی خدمت:

نبی کا ہر کام کثیر الفوائد ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ عرب سے چمڑا، کھالیں (طائف کا منقّی) کھجوریں دنیا بھر کی منڈیوں میں جاتی ہیں اور جنوبی یمن، ہند اور افریقہ کی خوشبوئیں ان کو ملتی ہیں تو یہ بڑے خوش ہوتے ہیں۔ افریقہ کے غلام بکتے ہیں اور ان کا

---

(1) البدایہ والنہایہ ۳/۴۴۲، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۵۳، ابن کثیر: ۱/۲۴۹

Marfat.com

ریشم روم سے آتا ہے۔شام سے ہتھیار آتے ہیں۔ (1)

تو معلوم ہو گیا کہ قوم کی دلچسپی کا جو جائز سامان ہے، اس میں ان کے ساتھ مشغولیت اسلام کا خوبصورت چہرہ دکھانے کے لیے ضروری ہے، مستقبل میں ان کو عبادت کی طرف بلانا ہے تو ان کے ساتھ لین دین ضروری ہے۔ یہی درس آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد جاری رکھا جس کا عملی نمونہ نوعمری اور عہدِ شباب میں پیش کر آئے تھے، تو آپ ﷺ کے ماننے والوں کا پوری دنیا میں پھیلنا آسان ہو گیا اور تبلیغِ اسلام اپنا رستہ خود بناتی رہی۔

بیک وقت بیتُ اللہ اور ''دارُ النّدوہ'' میں

عبدالمطلب اور ابوطالب سردارانِ مکہ تھے۔اپنے اپنے اوقات میں مکہ کے اہم امور ان ہی کے سپرد تھے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا آبِ زم زم کے امور کے منتظم اعلیٰ تھے۔

زبیر بن عبدالمطلب چچا تھے اور ارضِ مکہ کے شعراء، ادباء، رؤسا اور تجار میں باعزت مقام رکھتے تھے۔ یہ تمام حضرات مشاورت، قومی وحربی امور کے لیے اپنی قوم کے اہل حل وعقد اور عقلاء کو جمع کرتے تو حضور ﷺ کو ساتھ لے جانا نہ بھولتے۔اس سے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ جب ''دارالندوہ'' میں نکاح کے لیے دولہا اور دولہن والے جمع ہوتے، باہمی تنازعات کے فیصلے ہوتے تھے،اس وسیع وعریض مکان میں بیت اللہ کے نگران اپنے ضروری امور (موسم حج کی تیاری، خانۂ خدا کی صفائی، اس میں روشنی، غلافِ کعبہ کی تیاری جیسے اہم معاملات طے ہوتے تو حضرت نبی محترم علیہ السلام ان کے ساتھ ہوتے تھے۔

''دارالندوہ'' کا دروازہ بیت اللہ کی طرف کھلتا تھا اس میں سے لوگ نکلتے تو

---

(1) ''اسلام کے معاشی نظریے'' حیدرآباد دکن حصہ اوّل، مطبوعہ سن ۱۳۶۹ھ، ص ۴۸، ۴۹

Marfat.com

سامنے اللہ کا گھر نظر آتا تھا۔ حضرت نبی محترم ﷺ کی بچپن میں بیت اللہ سے مناسبت کا تذکرہ پیچھے لکھا جا چکا ہے اور ''دارالندوہ'' میں دنیاوی معاملات کی محافل میں شرکت کا تذکرہ گزشتہ سطور میں کیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس شریعت نے آپ ﷺ کے ذریعے اس دنیا میں نافذ ہونا تھا، اس کی بنیاد آپ ﷺ کی معصومانہ اداؤں کے ساتھ بایں معنی رکھ دی گئی تھی کہ آپ ﷺ اس وقت کے دینی مرکز (بیت اللہ) سے بھی منسلک تھے اور قومی وملی مرکز ''دارالندوہ'' سے بھی واقف تھے۔ آپ ﷺ اس سلسلے کے ساتھ چھ سال کی عمر سے چالیس سال تک وابستہ رہے۔ ان چونتیس سالوں میں آپ ﷺ نے دین ودنیا کے اجتماعی امور کا بغور مطالعہ کیا۔ (۱)

عبدالمطلب نے اپنے بیٹے زبیر کو اسی ''دارالندوہ'' میں امورِ بیت اللہ کا متولی بنایا۔ یہیں پر ابو طالب کو زبیر نے اور عباس رضی اللہ عنہ کو ابو طالب نے سب کے سامنے یہ ذمہ داری دی اور کعبۃ اللہ میں کتبہ لکھوا کر لگوایا۔ اس قسم کے تمام امور کے لیے یہ حضرات بیت اللہ میں ہوتے یا ''دارالندوہ'' میں جاتے تو (اپنے مرحوم بھائی عبداللہ کی یادگار) حضرت محمد ﷺ کو ساتھ رکھتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام جوان ہوئے تو ان ایام میں اس دارالمشورہ اور قومی بیٹھک کے نگران آپ ﷺ کے دوست اور پھوپھی زاد حضرت حکیم رضی اللہ عنہ بن حزام تھے۔ اس لیے جب قبائل حضور ﷺ سے فیصلے کروانے کے لیے آتے تھے تو ممکن ہے یہاں آپ ﷺ نے بھی کچھ فیصلے کیے یا قومی امور میں رائے دی ہوگی۔

حکومتِ علیا کے راستے:

اجتماعی کاموں میں آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو ساتھ رکھتے تھے اور جب نبی علیہ السلام نے مکہ میں ظلم کے خلاف انجمن سازی میں حصہ لیا۔ اس وقت زبیر بن عبدالمطلب آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ (۲)

---

(۱) دارالندوہ کی ان معلومات کے لیے دیکھیے: السیرۃ لابن کثیر: ۱/ ۹۷

(۲) بہجۃ المحافل: ۱/ ۴۷

Marfat.com

الغرض: سیدِ دو عالم ﷺ بچپن سے ہی دینی، معاشرتی، تمدنی وقومی امور کے لیے یکساں وقت دیتے رہے۔ آپ ﷺ کی اُٹھان اس ماحول میں ہوئی کہ دین و دنیا کا امتزاج آپ ﷺ کے لیے کوئی نئی چیز نہ تھی۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ حضرات امورِ عامہ میں آپ ﷺ کو ساتھ رکھتے تھے تو یہ سمجھنا آسان ہے کہ

دارالندوہ کی صدارت کی کرسی سے آپ ﷺ واقف تھے۔

لواء: (جنگی پرچم) کی تیاری اور اس کی ذمہ داری کو جانتے تھے۔

سقایہ: (حجاج کو چمڑے کے حوضوں سے زمزم پلانے) کو جانتے تھے۔

رفادہ: (حاجیوں کی میزبانی) آپ ﷺ کے سامنے ہوتی تھی۔

یہ سب امور آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اسباب کی دنیا میں یہ ایک ممارست وریاضت تھی جو ایک حاکمِ اعلیٰ کے لیے ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو حکام نچلی سطح تک کے مسائل اور عوامی مشکلات وضروریات سے واقف نہیں ہوتے ہیں وہ اپنے منصب کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتے۔

ایثار وہمدردی وسخاوت:

ابھی حضرت محمد ﷺ کا عہدِ شباب دور نہیں تھا، جس میں آپ ﷺ نے خدمتِ خلق اور دوسروں کی خیرخواہی کا علَم وہاں بلند کرنا تھا، جہاں ایک دوسرے کا گلا کاٹا جارہا تھا، اس لیے عہدِ طفلی میں جب آپ ﷺ کا رضاعی بھائی بھی آپ ﷺ کے ساتھ دودھ شریک تھا، اس وقت آپ ﷺ نے اس کا یہ حق ادا کیا کہ کبھی آپ ﷺ نے اس کے حصے کا دودھ نہیں پیا۔ (۱)

اور جب کھانا کم ہوتا اور آپ ﷺ کے چچازاد بھائیوں کو کھانے پر لڑنا جھگڑنا پڑتا

---

(۱) تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۳، شرح الزرقانی: ۱/۲۶۹، المواھب اللدنیہ: ۱/۹۱

Marfat.com

تو سیّدنا محمد ﷺ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے اور دوسرے بھائیوں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے تھے۔

نو دس سال کی عمر میں یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے، جس نے ابھی تیس سال تک ایثار و ہمدردی اور درگزر کا عملی سبق دینا ہے اور پھر قوم کو قرآنی آیت وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (۱) ''وہ اپنی جان پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں'' سنانا تھا، اس عمل کی بنیاد آپ ﷺ نے بچپن میں رکھی، جس سے سخاوت، زکوٰۃ، فطرانہ اور قربانی کی شاخیں نکلتی ہیں۔ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اپنا حق چھوڑ کر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔(۲) ابھی دن قریب ہیں کہ آپ ﷺ کے دسترخوان پر یتیم، مساکین اور بیوائیں نظر آئیں گی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی شادی ہوگی تو دونوں مل کر فلاحی کاموں کو انجام دیں گے۔

نظافتِ اخلاق، جسمانی طہارت اور زکاوت:

جب کوئی بچہ یا بڑا سوتا ہے، اس کو اٹھ کر سب سے پہلا کام یہ کرنا ہوتا ہے کہ وہ اپنی آنکھیں اور منہ کو صاف کرتا ہے لیکن حضور ﷺ کا عہد طفلی سے یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ سو کر اُٹھتے تو منہ دھلا، آنکھیں صاف اور سرمگیں ہوتی تھیں۔ (۳)

جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو صاف ستھرے، نہلانے کی ضرورت نہ تھی۔ (۴) نہلانے والوں نے نہلا کر اپنا شوق پورا اور خدمت کا حق ادا کیا۔ جس شخص کی منجانب اللہ نظافت کا یہ عالم ہو وہ بلوغت اور جوانی اور پھر بطور نبی متعارف ہو کر اخلاق و کردار، طہارت بدنی، روحانی اور تخیل کی پاکیزگی کا عظیم مینار کیوں نہ ہوگا؟

جس دن آپ ﷺ نے زمین پہ قدم رکھا۔ اسی دن سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے برکاتِ نبوی کا مظاہرہ دیکھا۔ پھر حلیمہ وعبدالمطلب کے عہدِ کفالت میں ہر ملنے دیکھنے والوں پر آپ ﷺ کی برکات کو آشکارا کیا گیا اور جب ابوطالب نے سنا، دیکھا اور پرکھا تو

---

(۱) الحشر: ۹　(۲) شرف المصطفیٰ: ۱/۳۹۱　(۳) عیون الاثر: ۱/۵۱　(۴) الطبقات الکبریٰ: ۱/۸۲

Marfat.com

کتنی ہی باران کے منہ سے نکلا: اے بیٹے! تمہاری شان ہی بڑی ہے۔ (۱)

یہ مکہ والوں کو تکوینی نظام میں سمجھا جا رہا تھا کہ اللہ کی رحمتوں کا سرچشمہ صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے، جب یہ نبوت کا اعلان کریں گے تو ان کی ہر ادا سے انوارات کے چشمے پھوٹیں گے اور مزید دنیوی فوائد بھی بہت تھوڑے دنوں بعد پوری قوم کو ملنا شروع ہوں گے، یہ نوعمر انصاف قائم کریں گے، جھگڑے مٹائیں گے اور بہت اچھے تاجر اور ایمان دارانہ معاملات رکھنے والے ہوں گے۔

الغرض: برکت کے جتنے مفاہیم ہیں وہ ان کے بیٹے، بھتیجے، بھانجے اور ہم وطن (سیدنا محمد کریم ﷺ) کے اعمال واخلاق میں دیکھے جا سکیں گے۔

صبر وشکر وقناعت:

آپ ﷺ نے ننھی سی عمر میں ہی لوگوں کو یہ سبق دیا کہ صرف پانی بھی اگر میسر ہے تو وہ بھی کم نعمت نہیں ہے۔ دنیا ایک مؤمن کے سیر ہونے کی جگہ نہیں ہے۔ اس کی تمام تر خواہشات وضروریات کو کماحقہٗ پورا کرنے کے لیے اللہ نے ایک اور جہان بنایا ہے۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرے محمد ﷺ کبھی صرف پانی پر گزارہ کر لیتے تھے۔ کھانا نہ ملتا تو شکوہ نہ کرتے تھے۔ (۲) یہی وہ زندگی کا راز ہے، بلکہ کامیاب حیاتِ انسانی کی کلیدیں ہیں جن سے آزاد اقوام ترقی پاتی ہیں۔ نبی علیہ السلام اپنی معصوم اداؤں سے اسی سبق کی تاسیس رکھ رہے ہیں جس کے متعلق اِصْبِرْ، صَابِرُوْا، الصَّابِرِیْنَ، الشَّاکِرِین، اُشْکُرْ کے قرآنی الفاظ اُترنے والے تھے۔

خلوت نشینی وملن ساری:

آپ ﷺ نے جس نظامِ اخوت کی تاسیس کرنی تھی اسی کی بنیادوں پر آپ ﷺ کا بچپن استوار نظر آیا۔ کبھی خلوت نشینی اور علیحدگی پسندی دیکھی گئی تو صرف اس لیے کہ

---

(۱) شرف المصطفیٰ ﷺ: ۳۵۱ (۲) سبل الہدیٰ: ۲/۱۳۵

Marfat.com

عزیزوں، دوستوں کا ساتھ کفر وشرک میں مبتلا نہ کرے۔ (۱)

طبعاً آپ ﷺ ملنسار واقع ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے جن گھروں میں اپنا خوبصورت ومعصوم لڑکپن گزارا، وہ گھر جزیرۃ العرب میں مرجعِ خلائق تھے، وہاں آپ ﷺ نے یمن، شام، طائف، مدینہ، جدہ، حبشہ، نجران اور جریشہ کے لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ ان کے مسائل کو بغور سنا، اقوام کے قومی وملی رسوم ورواج سے واقفیت ہوئی۔ یہاں (ابو طالب کے) مہمان آپ ﷺ سے ملے تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ایک شاعر، خطیب اور دانشور نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ''یہ لڑکا عرب کا والی ہوگا''۔ (۲)

اس لیے نبوت ملنے سے کچھ عرصہ پہلے غارِ حرا میں اور کبھی بیت اللہ میں خلوت کے مناظر دیکھنے میں آئے۔ اس سے پہلے ساری زندگی لوگوں سے مربوط رہے۔ تکبّر یا یبوست کا شائبہ تک نہیں ہوتا تھا۔ دوسروں کے کام آتے اور محنت مزدوری کو ترجیح دیتے۔ کبھی بچوں کے ساتھ کھیلتے نظر آئے تو کبھی حُجاج کی خدمت میں مصروف دکھائی دیے۔ اس کے بعد جب نبوت ملی تو فرمایا:

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ (۳)

اسلام میں اس (عادت کی گنجائش) نہیں ہے کہ ایک آدمی صرف عبادت کے لیے لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھ جائے اور انسانی حقوق سے آنکھیں بند کر لے۔ جن عادات وخصائل اور معاشرتی ہمواری کی طرف لوگوں کو آپ ﷺ نے بلانا تھا، بچپن سے اُسی رستے پہ چلتے رہے۔

یکساں حیاتِ مبارکہ:

اس عنوان میں رنگ بھرنے کے لیے اگر کوئی شخصیت منتخب کی جائے تو وہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا ہیں، یہ وہ خوش نصیب جنتی خاتون ہیں جو پیدائشِ مصطفیٰ ﷺ کے روزِ

---

(۱) عیون الاثر: ۱/۵۶ (۲) سبل الہدیٰ: ۲/۱۴۷ (۳) المواہب اللدنیۃ: ۲/۲۲۶

Marfat.com

سعادت میں بھی اسی گھر میں موجود تھیں جہاں سے دنیا کو روشنی دینے کے لیے مینارِ ضیا اُبھرا اور وہ اس وقت بھی تھیں جب اس دنیا کو سوگوار چھوڑ کر حضور ﷺ اپنے ''رفیقِ اعلیٰ'' سے جا ملے۔ ان کے بیانات کی ایک جھلک دیکھیے، فرماتی ہیں: حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھوک کی شکایت نہیں کی، نہ بچپن میں اور نہ بڑے ہو کر کبھی بھی۔ (۱) یعنی صبر وشکر اور قناعت وراضی برضا رہنے کی جو عادت ابتدائی ایام میں تھیں وہی عادت دنیا سے رُخصتی تک پورے تریسٹھ سال نظر آتی رہیں۔ ایسا نہیں ہوا کہ نوعمری میں کچھ عادات قابلِ اعتراض تھیں اور بلوغت پر آپ ﷺ نے شعور والے کام شروع کر دیے یا جوانی میں وہ عادات وخصائل آپ ﷺ کو نصیب نہ تھیں جو وحی کے نزول کے بعد شروع ہوئیں۔ بلکہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ جن خطوط پر استوار ہوئی ان ہی پر کامل ہوئی۔ آپ ﷺ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کریم، حسین، حلیم، خلیق، مبارک، علیم اور صاحبِ اسوۂ مبارکہ رہے۔

بہادری اور حوصلہ مندی:

اس نوعمری میں کئی واقعات ایسے پیش آئے جن میں سیّدنا محمد کریم ﷺ کی فطری بہادری اور شجاعت کے مناظر مکہ والوں نے دیکھے۔ جب آپ ﷺ نے چچا زبیر کے ساتھ یمن کا سفر کیا، تو ایک ایسے اُونٹ پر سواری کی جو کسی بھی شخص کے قبضے میں آنا تو دور کی بات تھی اسے قریب بھی نہ آنے دیتا تھا، آپ ﷺ کے اس اقدام سے اس اونٹ نے لوگوں کا راستہ چھوڑ دیا اور آپ ﷺ پورے قافلے کو بچا لائے۔ (۲)

حضرت عبد المطلب اور ابو طالب کے ساتھ بڑی بڑی مجالس یا دار الندوہ میں جب نکاح کی مجالس منعقد ہوتیں یا کوئی بھی قومی وملی فلاح و بہبود کی مشاورت ہوتی تھیں، ان مجالس میں نبیِ رحمت ﷺ سب سرداروں سے آگے، مجلس کے روحِ رواں عبد المطلب، ابو طالب یا زبیر بن عبد المطلب کے پہلو میں بیٹھے نظر آتے تھے تو کبھی وہی

---

(۱) الخصائص الکبریٰ: ۱/ ۱۴۷، الاکتفا: ۱/ ۱۱۱، عیون الاثر: ۱/ ۵۱، المختصر الکبیر: ۱/ ۹

(۲) سبل الہدیٰ: ۲/ ۱۳۸

Marfat.com

محمد ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل کود میں بھی دیکھے جاتے اور بڑوں کے ساتھ سنجیدہ مجالس میں بھی صدرِ مقام پر ہوتے تھے۔ یہ بزرگ سمجھتے تھے کہ اس بچے کی خودداری اور عزتِ نفس کے یہ اقدام بتاتے ہیں کہ یہ اپنے اس مرتبے و مقام کو پہچانتا ہے جو اسے عن قریب ملنے والا ہے۔ (۱)

قومی وملی امور میں دلچسپی:

قریش نے خانہ کعبہ کو دوبار تعمیر کیا۔ ① جب آپ ﷺ بلوغت کے قریب تھے یا کم عمر تھے۔ ② جب آپ ﷺ ۳۵ سالہ جوان تھے۔ حیاتِ نبوی ﷺ میں خانہ کعبہ کی تعمیر اوّل کا ذکر بہت کم کتابوں میں لکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس کا تذکرہ اس لیے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں حصہ لیا، پتھر اُٹھا کر دیے، ازار کو مونڈے پہ رکھنے کا مشورہ دیا گیا، آپ ﷺ بے ہوش ہوگئے اور اللہ نے آپ ﷺ کو کشفِ ستر سے بچایا۔

یہ واقعہ کثرت کے ساتھ تاریخ وسیر کی کتابوں میں ہے۔ (۲) اگر ہم اُس تعمیرِ کعبہ میں ازار والے واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں جو جوانی میں ہوئی تو بوجوہ ثابت نہیں ہوتا۔

① اس وقت آپ جوان تھے۔ یہ واقعہ نوعمری کا ہے۔

② بزرگوں کا ان کو یہ مشورہ دینا (کہ دیگر بچوں کی طرح تم بھی یہ کام کرو) جواں عمری میں ناممکن ہے۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ قریش نے دوبار تعمیر کی۔ (۱) جب آپ ﷺ نوعمر تھے۔ (۲) جب آپ ﷺ جوان تھے۔

مولانا محمد موسیٰ خانؒ (عظیم ماہر فلکیاتِ قدیم وجدید نے اپنی تحقیق میں گیارہ بار تعمیرِ کعبہ کا ذکر کیا ہے اور اعلانِ نبوت سے پہلے قریش کی دو تعمیروں (یا ان دو میں سے ایک مرمت اور دوسری باقاعدہ تعمیر کو) ان گیارہ میں شامل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: قریش کی تعمیرِ اوّل اس وقت ہوئی جب ایک عورت نے اسے (بغرضِ خوشبو) دھونی دی

---

(۱) امتاع الاسماع ۴/۹۵، الوفاء ۱/۹۳

(۲) واقعہ باب نمبر ۶ میں تفصیل وحوالہ کے ساتھ لکھا جاچکا ہے

Marfat.com

اور (غلافِ کعبہ و دیگر سامان کو) آگ لگنے سے بیت اللہ کو صدمہ پہنچا، تو اس کی تعمیر کی ضرورت ہوئی۔ (۱) غلافِ کعبہ اس وقت بھی تھا۔ عبدالمطلب اور دیگر لوگ اس سے لپٹ کر دعا مانگا کرتے تھے۔ (۲)

دیباج کا پردہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا۔ تفصیلات لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ سیدنا محمد کریم ﷺ عمر کے کسی بھی حصے میں قومی، ملی و اجتماعی امور سے غافل نہ رہے، ابھی آپ ﷺ جوان ہونے والے تھے، آپ ﷺ کا جی کڑھتا تھا ایسی خبروں سے کہ کسی شخص نے دوسرے کا حق غصب کر لیا۔ آپؐ پریشان ہوتے تھے کہ یہ قوم لڑلڑ کر اپنے آپ کو مٹا ڈالے گی، اس لیے آپؐ نے ظلم کو مٹانے کے لیے ''حلف الفضول'' کی رُکنیت کو قبولیت کا شرف بخشا۔ یہ ایک انجمن تھی جو مظلوموں کا ساتھ دیتی اور ظالموں سے نبرد آزما رہتی تھی۔

دوسرا کام آپ ﷺ نے یہ کیا کہ لوگوں کے تنازعات میں صائب فیصلے کیے تا کہ کسی کا حق غصب نہ ہو۔ (۳)

معجزاتِ رسول ﷺ کی اجتماعیت:

قرآن کریم میں ہے، اللہ فرماتے ہیں:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (۴)

''اور اگر بستی والے ایمان لاتے، اللہ سے ڈرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتیں کھول دیتے۔''

اس آیت کی روشنی میں آسمان و زمین کی تمام برکات کے حصول کا راستہ صرف ایمان اور تقویٰ ہے اور یہ دونوں چیزیں نبیوں کے ذریعے سے آتی ہیں اور سب سے

---

(۱) اثمار التکمیل ۹۴/۲ (۲) السیرۃ الحلبیۃ ۱۳۹/۱

(۳) اس طرح کے کئی قومی امور اور ملی کارنامے ''فجر ہونے تک'' میں ایک باب کی شکل میں مذکور ہیں

(۴) الاعراف: ۹۶

Marfat.com

زیادہ نبی رحمت ﷺ کے ذریعے رحمتیں آئیں جو کہ بچپن، جوانی اور اعلانِ نبوت کے بعد کے ادوار سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں سے طفولیت کے کچھ واقعات کا اجمالی جائزہ لیا جاتا ہے جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہوا۔

- حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اس وقت دودھ بڑھ گیا، جب انھوں نے سیدِ دو عالم ﷺ کو سینے سے لگایا اور آپ ﷺ کا دوسرا ساتھی بھی سیر ہونے لگا۔
- جس سواری پر حضور ﷺ سوار ہوئے، اس میں طاقت پیدا ہوگئی اور وہ پہلے سے کہیں زیادہ تیز دوڑنے لگی۔
- حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریوں کی تعداد، اُن کے دودھ اور اس سرزمین پر برکت ہوئی اور سبزہ پیدا ہوا جہاں آپ ﷺ نے ابتدائی چار پانچ سال گزارے۔ تین دفعہ حضرت رسولِ اکرم ﷺ کی دعاؤں اور موجودگی کی وجہ سے بارش کا نزول ہوا۔
- جناب ابو طالب کے گھر میں برکات کی ایک طویل فہرست ہے۔
- ان میں سے ایک خاص معجزہ ''بارش کا نزول'' ہے۔ اس کو اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے من وسلویٰ کے نزول کے تناظر میں دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ بارش جنتی کھانوں (من وسلویٰ) سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ کھانا صرف ایک ضرورت پوری کرتا ہے جبکہ بارش تمام انسانی ضروریات، سبزیاں، پھل، خشک سردی، شدید گرمی، فصلوں کی افزائش، لباس کے لیے کپاس اور جانوروں کے لیے چارہ، الغرض: لاتعداد فوائد رکھتی ہے۔ اسی لیے ایام طفولیت میں حضور ﷺ کا پانی والا معجزہ (بارش کا برسنا) ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ آپ ﷺ کے معجزات اور آپ ﷺ کی

Marfat.com

سنت اور طرزِ زندگی میں صرف وقتی اور جزوی فوائد انسانوں کو نہیں ملیں گے، بلکہ دور رس نتائج حاصل ہوں گے۔ آپ ﷺ کی برکات بھی ایسی ہیں کہ ان میں برکات در برکات کی تاثیر ہے۔

ہجرت در ہجرت ترقی در ترقی:

سیرتِ نبوی ﷺ کے یہ اوراق زبانِ حال سے پکارتے ہیں اور پوری امتِ رسول ﷺ کو دعوت دیتے ہیں کہ ہجرت اور حرکت میں برکت ہے۔ جس عظیم پیغمبر ﷺ کے تم ماننے والے ہو، ان کے لمحاتِ حیات کا بغور مطالعہ کرو تو ان کی زندگی کے سفر میں جہدِ مسلسل نظر آتی ہے۔ اگر کچھ سکون ملا، کھانے کو بھی اچھا مل گیا، پہننے کو اعلیٰ نصیب ہو گیا تو اس نے چند دن سے زیادہ ٹھہرنا گوارا نہ کیا۔

- پیدا ہوئے تو بنو سعد کے صحرا میں جا ڈیرہ ڈالا۔
- دو سال پورے ہوئے، مکہ کے لیے سفر فرمایا۔
- یہاں چند دن قیام اور پھر وہی بنو سعد کا وہ سبزہ زار جسے خود جا کر گل و گلزار بنایا تھا۔
- ہاتھ پاؤں میں چلنے پھرنے اور دوڑنے کی حرارت پائی تو گھر بیٹھنا مردانہ شان کے خلاف سمجھا اور بکریوں کی دیکھ بھال کے لیے روزانہ سویرے گھر سے نکلتے اور شام ڈھلے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی کٹیا کو روشن کرتے۔
- مسلسل نقل و حرکت کے مزید دو ڈھائی سال بھی بیت گئے اور مکہ کی راہ لی۔
- یہاں عبد المطلب کا بیسیوں افراد پر مشتمل گھرانہ، ہر ایک کی چاہت کہ حضرت محمد ﷺ ایک دن بھی نظروں سے اوجھل نہ ہوں لیکن آخرت کے اس راہی نے تو ''مسافروں'' کی ایک جماعت بنانی تھی اس لیے یہاں بھی نہ ٹھہرے، امی کے ساتھ اونٹنی پہ سوار ہوئے اور یثرب (مدینہ) کے لیے ہفتہ بھر کا سفر بے تکان کر ڈالا۔

Marfat.com

- یہاں ایک ماہ بھی آرام نہ کیا اور وادیٔ ابراہیم (مکّہ) کو چل دیے۔
- راستہ میں دنیا کی سب سے بڑی دولت (ماں) کو بھی اپنے سامنے ''اللہ حوالے'' ہوتے دیکھا، اس غم نے بھی ان کے پاؤں کو چلنے سے نہ روکا اور چار پانچ دن میں باقی سفر طے کیا۔
- دادا کا غم دیکھا اور صرف بارہ سال کی عمر میں شام تک جانے کا ارادہ کرلیا۔
- واپسی کو زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ یمن کے لیے کمربستہ دکھائی دیے۔
- پھر جوانی غارِ حرا میں عبادت، جھگڑوں کے فیصلوں، خدمتِ حجاج (انتظاماتِ حج) مہمانداری، تجارت کے تیرہ بازاروں میں جانے، حلف الفضول کے امن ایجنڈے کی تکمیل اور بیواؤں، یتیموں کے کاموں میں زندگی کوچ در کوچ، سفر در سفر اور کو بکو گزری۔
- اعلانِ نبوت ''طلوعِ فجر تک'' کی اس اشاریہ سفری کہانی کے بعد بھی حضور ﷺ کی جو سوانح دیکھیں تو ہجرت در ہجرت ہی نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے اسی مسافرانہ زندگی کی طرف سارے انسانوں کو ان الفاظ میں بلایا۔

کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ (۱)

''دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر یا پردیسی۔''

بچپن سے جوانی تک جہد مسلسل نہ ہوتی تو آپ ﷺ کا یہ فرمان واعظ حجرہ نشیں کا مزین قول بن کے ہوا میں بکھر جاتا، پھر نہ کوئی حبشہ کی خاک چھانتا اور نہ بیت اللہ چھوڑ کر اس شہر (مدینہ) میں کون آتا جہاں کا بخار ہی بہت مشہور تھا۔ (۲)

ملاحظہ: باب نمبر ۷ مکمل ہوا۔ آپ ﷺ کی جسمانی صلاحیتوں، اوصاف و عادات اور بچپن کے واقعات سے یہ سمجھنا آسان ہوگیا کہ جو کام بھی آپ ﷺ کرتے تھے۔ اس کے پیچھے ایک پورا نظام ہے جو آپ ﷺ کو آہستہ آہستہ اعلانِ نبوت کی طرف لے جا رہا ہے۔ باب نمبر ۸ میں اسے مزید کھول کر بیان کیا جائے گا۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۶۴۱۶ (۲) الروض الانف ۵/۳۳

Marfat.com

باب:۸

نبُوّت ورِسالت کی طرف

(علاماتِ نبوت کے بولتے ثبوت)

یہ آخری باب ہے۔اس میں ان چند امور کا تذکرہ ہے جن کے ظہور کا اعلان ہی یہ تھا کہ آمنہ کے لال (ﷺ) آخری نبی ﷺ ہیں۔

آپ ﷺ کی گفتگو، فطرتِ اسلامی کے نقوش، اللہ کی توحید پر مبنی عقائد، پاک و صاف رہنے کا ذوق، حیا وستر پوشی، بتوں سے نفرت، حج وامورِ حج میں دلچسپی اور فرشتوں کا ان سے ملنا، غیبی آوازیں اور آسمان و زمین میں غیر معمولی واقعات کی اندرونی کہانیاں ایک ہی نتیجہ دے رہی تھیں کہ سیدنا حضرت محمد ﷺ یومِ ولادت سے ہی نبوت ورسالت کی طرف سفر کر رہے تھے، ہر لحہ اور اس میں ہونے والی ہر حرکت دلیلِ نبوت ہی تھی۔

حضور ﷺ کی تعلیم وتربیت:

تعلیم کا سب سے بڑا مقصد اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے رب کو اس کی بندگی سے خوش کرے اور ایک انسان اپنے ملاقاتی وقریبی انسانوں کے حقوق کو پہچانے اور زندگی اپنے کریم پروردگار کی خوشی میں گزارنے کے لیے اس کی نافرمانی سے بچے۔آپ ﷺ نے کسی انسان سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی، اس میں بیشمار حکمتیں ہیں:

(۱)　آپ ﷺ کی نشوونما اور حصولِ علم کا زمانہ وہاں گزارا گیا جہاں (عرب میں) لکھنے پڑھنے کا خاص انتظام نہ تھا۔

(۲)　اور کچھ لوگ لکھنا جانتے تھے تو ان سے آپ ﷺ نے سیکھا نہیں (۱)

---

(۱) سیرت کے اس سلسلے کی دوسری جلد ''فجر ہونے تک'' میں ایسے پڑھے لکھے لوگوں کا ذکر ہے جو اگرچہ آپ ﷺ کے دوست تھے لیکن ان سے کچھ سیکھنا ثابت نہیں

Marfat.com

البتہ ایسی روایتیں بے شمار ہیں کہ حضور ﷺ (اعلان نبوّت سے پہلے بھی) مختلف طریقوں سے لوگوں کو علم و روایت کی باتیں سکھاتے تھے، آپ ﷺ کی زندگی پڑھے لکھے لوگوں سے اچھی تھی، آپ ﷺ اپنے مالک کو پہچانتے، اس کی بندگی کرتے اور مخلوقِ خدا کے حقوق کی مکمل رعایت کرتے تھے۔

(۳) اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دل میں ہر اچھی عادت کی محبت اور بری باتوں کی نفرت ڈالتے تھے۔ (۱)

(۴) اللہ تعالیٰ خود آپ ﷺ کے استاد تھے، اگر آپ ﷺ کی تربیت کا ذریعہ کوئی انسان ہوتا تو جب آپ ﷺ نے دعوائے نبوت فرمایا، تو وہ کہتا: یہ میرے شاگرد ہیں، مجھے ان سے بڑا تسلیم کیا جائے، جبکہ وقت کے نبی ہی اللہ کے بعد بڑے ہوتے ہیں۔

(۵) تورات میں اللہ نے فرمایا: ''ایسے نبی (ﷺ) ہوں گے، نہ لکھیں گے اور نہ پڑھیں گے (۲) دنیا میں کسی سے نہ سیکھنا عام انسانوں کے حق میں عیب شمار ہوتا ہے اور نبیوں کے حق میں خوبی شمار ہوتا ہے کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں سیکھتے اس کے باوجود اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم ہوتے ہیں، یہ دلیل ہے کہ ان کی تربیت خود اللہ فرماتے ہیں، تورات میں جو کہا گیا

قرآنِ کریم نے بھی اس دعویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (۳)

اس سے پہلے (بچپن اور جوانی میں) نہ آپ ﷺ کوئی کتاب پڑھتے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

لُغَةُ النَّبِي (ﷺ) نبی کی زبان:

سب نبیوں کی طرح سیّدنا محمد ﷺ بھی داعِیًا اِلَی اللّٰہِ (۴) ''اللہ کی طرف

---

(۱) سبل الہدیٰ ۱/۵۲۵، عیون الاثر: ۱/۵۲ (۲) الزّرقانی: ۶/۴۵۷

(۳) العنکبوت: ۴۸ (۴) الاحزاب ۴۶

Marfat.com

بلانے والے'' تھے، یہی سب نبیوں اور رسولوں کا منفرد صفاتی نام ہے اسی لیے بچپن ہی سے ان کی زبان، لہجہ، اسلوبِ بیان اور طرزِ گفتار دعوتی مشن کے رنگ میں ڈھلی ہوتی ہے۔ وہ اپنی ضرورت سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں، دعوت کی اپنی زبان ہوتی ہے، جسے حضرت ثعلبؒ نے ''لُغَۃ النَّبی'' سے تعبیر کیا اور بہت خوب کیا۔ (۱)

ایک دن بنو فہد کے لوگوں نے دورانِ گفتگو حضور ﷺ سے سوال کیا۔

بنو فہد: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم اور آپ ﷺ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، ایک ہی مقام پہ ہمارا اور آپ ﷺ کا زمانہ تربیت (رضاعت وطفولیت) گزرا، پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ ﷺ ایسی (فصیح و بلیغ) عربی بولتے ہیں کہ جس (کی باریکیوں، لطیف استعاروں اور گہری تمثیلوں) تک ہماری رسائی نہیں ہے؟

نبی رحمت ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَدَّبَنِیْ فَاَحْسَنَ اَدَبِیْ وَنَشَأْتُ فِیْ بَنِیْ سَعْدِ بن بکرٍ (۲)

میری لسانی تربیت خود اللہ نے فرمائی اور بہت خوب فرمائی (کہ میرا ذوقِ ادب پروان چڑھا، اگرچہ یہ نعمت مجھے اس نے خاص فضل و احسان سے عنایت فرمائی لیکن عادت کے مطابق اس کا ایک ظاہری سبب بھی تھا، وہ یہ کہ) میں نے بنو سعد میں نشو ونما پائی۔

دعوت کا طرزِ بیان:

سیّدِ دو عالم ﷺ نے اُمت کو سبق دیا کہ دعوت کی اپنی زبان ہوتی ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ ایک داعی کے اخلاق و کردار اور اعمالِ دینیہ و دنیویہ کی پوری نگرانی فرماتے ہیں۔ اسی طرح اس کے طرزِ گفتگو، تراکیبِ الفاظ اور اصطلاحی جملوں کی تزئین و آرائش

---

(۱) المواھبُ اللّدُنیۃ: ۲/ ۲۷

(۲) المَوَاھِب اللدنیہ ۲/ ۲۲، الوفا: ۲/ ۹۹ شبہاتٌ حَول عصمۃ النبیؐ: ۱/ ۷۸

Marfat.com

بھی کرتے ہیں۔ اب اُمت کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں اسلوبِ دعوت کو ملحوظ رکھے، خصوصاً جن امتیوں کو یہ سمجھ آ چکی ہے کہ ہر بچہ دعوت کی ذمہ داری لے کر پیدا ہوتا ہے، وہ تو اپنے گھر کے ماحول، آپس کی گفتگو اور بچوں سے باتیں کرنے میں الفاظ کا چناؤ اپنے محبوب نبی ﷺ سے سیکھیں جن کو اللہ نے زبان ہی ایسی دی کہ داعی اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے جب تجارت کرے، تبلیغ کرے، معاملہ کرے، نرم بات کرے یا سخت لہجہ اختیار کرے، بہر حال، بہر صورت، بہر وقت اس کی گفتگو دعوت اِلی اللہ کی کشش رکھتی ہو۔

جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جوان ہوئے تو اظہارِ نبوت سے پہلے ہی لوگوں نے تسلیم کرلیا کہ نہ حضرت محمد ﷺ جیسا کوئی نرم کلام ہے اور نہ ان کی طرح کوئی مذاکراتی گفتگو کرسکتا ہے۔ (۱)

نبی اکرم ﷺ نے مزید فرمایا: میری لغت (اور میرا طرزِ بیان و اظہارِ مدعا) حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسا ہے، حضرت جبریل علیہ السلام (جو سارے نبیوں کے پاس آیا کرتے اور ان کی زبان و بیان سے خوب واقف تھے، وہ) مجھ تک ان کے الفاظِ لغت لے کر آئے اور میرے ذہن نشین کر دیے (اب میں بچپن سے جوانی اور پھر اعلانِ نبوت کے بعد اسی پیغمبرانہ طریقے سے بات کرتا ہوں) (۲)

اب سمجھنا بہت آسان ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام کو ایک خاص اسلوب سے نوازا جاتا ہے جو سب کا مشترکہ ہوتا ہے اور یہ کہ ہمارے نبی علیہ السلام کو دعوت کی زبان دی گئی جس کا یہ اثر تھا کہ ابھی آپ ﷺ نے کارِ دعوت شروع نہیں فرمایا تھا اس کے باوجود لوگ یہ اثر لیتے تھے کہ یہ اللہ کے نبی ﷺ ہیں۔ (۳)

---

(۱) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۵۳

(۲) المواھب اللدنیۃ: ۲/۲۲، سبل الہدیٰ ۲/۹۹، اشرف الوسائل: ۱/۱۳۳، السیرۃ النبویۃ: ۱/۲۹۶، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۰۸، شرح الزرقانی، ۵/۲۹۶

(۳) الاصابہ، خزیمہ بن حکیم السلمی

Marfat.com

جَوَامِعُ الْکَلِم اور شاعری:

حضور مکرم علیہ السلام نے اپنے شہر یا اس سے باہر دیگر بستیوں میں یا کبھی لوگوں کے مجمع میں گفتگو فرمائی تو نسیم سحر کی طرح آپ ﷺ کی زبان کے الفاظ دلوں میں اُترتے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ (۱)

مجھے ایسے کلمات (اللہ کی عنایتِ خاص سے) دیے گئے ہیں کہ ان کے الفاظ کم ہوتے اور معانی زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر جب اعلانِ نبوت فرمایا تو آپ ﷺ کے معرکتہ الآراء خطبے سنے، لکھے، پڑھے اور پڑھائے جاتے تھے۔

الغرض: فصاحت و بلاغت، خطابت، خوش کلامی و شیریں لسانی کے لاتعداد مناظر لوگوں نے بچپن سے آخر عمر تک دیکھے۔

مکہ اور اس کے قرب و جوار میں شعر کہنا عام تھا، آپ ﷺ نے اگرچہ اچھے شُعراء اور ان کے کلام کی داد دی ہے تاہم اپنی ذات کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں جوان اس انداز سے ہوا ہوں کہ شعر اور بت پرستی سے مُتَنَفِّر تھا۔ (۴)

البتہ طبع شریف میں حضرات انبیاء علیہم السلام والی فصاحت و بلاغت باکمال تھی، آپ ﷺ جب بالغ ہوئے تو حسنِ اخلاق اور حُسنِ تکلّم کے پیکر تھے، یہ جواہر ابتدائی عمر میں ہی نظر آتے تھے۔

فطرتِ اسلام اور حضرت محمد ﷺ

بیک وقت لاکھوں انسان دنیا میں صرف اس وجہ سے شراب سے بچتے ہیں کہ یہ انسانی صحت، عقل اور معاشرے کے لیے خطرہ ہے۔ حالانکہ وہ مسلمان نہیں ہیں اسی طرح بے شمار غیر مسلم بھی زنا، بت پرستی اور سود سے اس لیے پرہیز کرتے ہیں کہ یہ انسانی

---

(۱) صحیح مسلم: حدیث نمبر ۵۲۳　(۲) السیرة الحلبیة: ۳۲۱/۱

(۳) شرح الزرقانی: ۲۹۶/۵ شفاء ۸۰/۱

Marfat.com

شرف کے خلاف اعمال ہیں۔ معلوم ہوا کہ قرآن وسنت میں جن کاموں سے روکا گیا ہے ان سے لاتعداد لامذہب بھی رکتے اور ان کو برا سمجھتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو ان غیر شرعی اعمال سے روکنے والا مذہب نہیں بلکہ ان کی اپنی فطرت ہے جو ان کی راہنمائی کرتی ہے کہ فلاں کام اچھا اور فلاں برا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ہر بچہ فطرتِ اسلام پہ پیدا ہوتا ہے اس کے آباؤ اجداد اُسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔(۱)

جب ہر بچے میں اچھائی کرنے اور برائی سے بچنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے تو نبی علیہ السلام کی فطرتِ اسلام کس درجہ کی ہوگی؟

حدیث میں ہے کہ (اسی فطری سوچ کی وجہ سے) آپ ﷺ اس وقت (بچپن اور جوانی میں) بھی نہ شراب کے قریب گئے اور نہ کسی بت کو پوجا اور ان کاموں کو بچپن سے ہی کفر (اللہ کی شدید نافرمانی) تصور کرتے رہے۔

حضور ﷺ خود فرمایا کرتے تھے: یہ ان دنوں کی باتیں ہیں جب ابھی مجھے کتابِ الٰہی (قرآنِ حکیم فرقان حمید) کا علم بھی نہیں تھا اور نہ مجھے ایمان کی وہ معلومات تھیں جو نزولِ وحی سے ملیں۔ اس کے باوجود صرف اپنی فطری صلاحیتوں کی وجہ سے بچپن ہی سے برائیوں سے بچتا اور نیکیوں، حج اور غسلِ جنابت کا اہتمام کرتا تھا۔(۲)

اعلانِ نبوت سے پہلے کی مکمل زندگی بچپن اور عہدِ شباب کو اس ارشاد کی روشنی میں سمجھا جائے تو بہت سے سوالوں کے جوابات مل جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ

① ان چالیس سالوں میں جب وحی کا نزول نہیں تھا تو آپ ﷺ حج، نمازیں، طہارت اور دیگر اعمالِ صالحہ کیسے کرتے تھے؟

② فسق وفجور، شراب وکباب اور بت پرستی سے کس طرح بچ جاتے تھے۔ جبکہ

---

(۱) زادالمعاد: ۵/۴۱۰، الروض الانف: ۲/۱۷۶، عذب السلام: ۱/۲۷۹، سبل الہدیٰ: ۱/۱۷۶

(۲) شرح الزرقانی: ۹/۵۷، المواہب اللدنیہ: ۲/۶۱۰، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۵۰، شرف المصطفیٰ: ۱/۴۴۴، السیرۃ النبویۃ: ۱/۲۸۴، امتاع الاسماع: ۲/۳۴۷

Marfat.com

پورا معاشرہ ہی ان برائیوں میں لت پت تھا؟ (۱)

شعورِ محمد ﷺ ملتِ ابراہیم:

یہاں تک یہ سمجھا گیا کہ حضور ﷺ فطری ''المسلم'' تھے۔ اسلام کا جو نقشہ آپ ﷺ نے اقوامِ عالم کو پیش کرنا تھا اس کا عملی نمونہ حضور ﷺ کے بچپن اور جوانی میں دیکھا گیا، اسی کا نام ''ملتِ ابراہیم'' ہے جس کا قرآن کریم میں حکم ہوا۔ (۲)

اللہ نے بچپن سے شعورِ محمد ﷺ کو رُخ ہی اسلام کا دیا تھا، اس لیے کہ آپ ﷺ ابراہیمی دُعاؤں کا ثمر تھے۔ موحد ماں کے خوابوں کی تعبیر تھے، آپ ﷺ کو ابراہیمی ہونے پر فخر تھا، اس لیے عادات بھی ملتِ ابراہیم کی تھیں، جس طرح نوعمری میں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو عید کے روز میلے میں جانے اور وہاں شرکیہ افعال کے لیے مجبور کیا گیا اور آپ علیہ السلام نہیں تشریف لے گئے، ان کی عدم موجودگی میں اکیلے تھے تو بتوں کی درگت بنائی اور کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پہ رکھا، جب قوم واپس آئی اور انہوں نے پوچھا: ابراہیم (علیہ السلام)! یہ واردات کون کر گیا؟

ابراہیم علیہ السلام: ان کے بڑے نے کی۔ پوچھو ان بتوں سے (جن کی پٹائی ہوئی)

قوم: (اُن سے کیسے پوچھیں؟ یہ سوچ کر) سر جھک گئے اور قوم کہنے لگی: ابراہیم (علیہ السلام)! تم جانتے ہو، یہ بولتے نہیں ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام: تم ان کی پوجا کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکیں اور نہ نقصان، افسوس ہے تم پر اور ان پر جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ (۳)

---

(۱) اس سلسلے کی دوسری جلد ''فجر ہونے تک'' میں آپ کے بے داغ اور صالح عہدِ شباب کا ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

(۲) تفسیر البغوی: ۱/۱۵۳،۱۵۲، روح المعانی: ۱/۳۸۶، القرطبی: ۱۶/۵۹

(۳) سورۃ انبیاء آیت نمبر ۵۷ تا ۶۶

Marfat.com

ہزاروں سال بعد سیدنا محمد ﷺ کو بھی نوعمری میں مجبور کر دیا گیا کہ عید کا دن ہے، آج تو میلے میں چلیں اور شرکیہ رسمیں بجالائیں، لیکن حضور ﷺ کے پائے استقامت میں کمزوری نہ آئی تو اللہ کی مدد نے نصرت کی۔ فرشتے آئے، حضور ﷺ کو ان کے درمیان سے غائب کر دیا۔ (سب پریشان ہو گئے) آپ ﷺ دیر بعد واپس آئے تو سب کے رنگ اُڑے ہوئے تھے، آپ ﷺ سے پوچھنے لگے:

قوم: محمد (ﷺ)! تم کہاں چلے گئے؟ ہم تو پریشان ہو گئے۔

حضرت محمد ﷺ: (اسوۂ ابراہیمی کا نمونہ پیش کرتے ہوئے ان کو لاجواب کرنے لگے، فرمایا:) مجھے کوئی بھوت لے گیا ہوگا۔

قوم: نہیں! پیارے محمد (ﷺ)! نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا (تمہاری خصلتیں پیاری، عادتیں دلربا ادائیں حسین وجمیل، یہ) خصالِ خیر اور شیطانی اثرات؟ (ایسا ہرگز نہیں ذرا یاد کرو) ہوا کیا؟

حضرت محمد ﷺ: میں ادھر بت کی طرف بڑھا تو دوسری طرف سفید رنگ اور لمبے قد کا آدمی (فرشتہ) آیا اور چیخا: محمد ﷺ بچ جاؤ! اسے ہاتھ بھی نہ لگانا۔ (۱)

نبیوں کے سیرت خواں سمجھتے ہیں کہ دونوں نبیوں کے مذکورہ واقعات میں کتنی مطابقت اور غضب کا استدلال ہے۔ مخالف ذہن والوں کو کس انداز میں لاجواب کیا گیا؟ ان کے منہ سے ہی وہ کہلوایا گیا، جو خود نبی علیہ السلام کو کہنا تھا۔ اس طرح کی لاتعداد مماثلتیں (نبیوں کی عادتیں) حضور ﷺ کے ایامِ شباب اور ظہور اسلام سے پہلے کی زندگی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صورتِ خلیل اور سیرت ابراہیم پہ بنایا تھا۔ (۲) اور آپ ﷺ کے قدموں کے نشانات میں بھی نقوشِ مقامِ ابراہیم علیہ السلام کی جھلک تھی۔ (۳)

---

(۱) عیون الاثر: ۱/۵۷، الخصائص الکبریٰ: ۱/۵۱، شرف المصطفیٰ: ۱/۴۶۲، الوفا: ۱/۱۰۰، الاکتفاء: ۱/۱۱۴، سبل الہدیٰ: ۲/۴۳

(۲) الروض الانف: ۳/۲۶۶، سیرۃ ابن ہشام: ۱/۴۰۰ (۳) الاکتفاء: ۱/۱۱۴

Marfat.com

اور کمالات میں بھی مشابہت تھی۔

عقائد، توحید، عبادات:

سارے نبی عقیدۂ توحید اور سلسلہ رسالت پر یقین کے ساتھ اپنا بچپن اور جوانی گزارتے ہیں ہمارے نبی علیہ السلام کی طرح کسی نے بھی شانِ نبوت کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ بندگی ان کی فطرت میں بسی ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں آتے ہی اعلان کیا: اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ (۱) ''میں اللہ کا بندہ ہوں'' اسی طرح اور بہت سے انبیاء علیہم السلام ہیں، جن کے ابتدائی ایام میں ہی ان کی معصوم اداؤں، مقبول و منظور کلماتِ وحدانیت سے مخلوقِ الٰہی کو باور کرایا گیا کہ یہ اللہ کے نبی علیہ السلام ہیں (دینِ حنیف یعنی فطرۃ اسلام پہ پیدا ہوئے ہیں۔ اب انھیں نہ کوئی یہودی بنانے کی کوشش کرے اور نہ نصرایت کی طرف لے جائے)۔ جیسا کہ عام بچوں کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ سب نبی علیہ السلام اعلانِ نبوت سے پہلے بھی ہر شر و فساد، کفر و شرک سے یکسو ہو کر اس دین کے پیروکار رہتے ہیں جس میں نبیوں کا احترام اور ان کے مشترکات پر عمل ہے۔ اسی لیے ان سب کو حُنفاء کہتے ہیں۔ (۲) حضرت محمد ﷺ حنیفِ اعظم، المسلم الاکمل اور موحدِ اعظم تھے اور یہ شان آپ ﷺ کی پہلے دن ہی ظاہر ہو گئی تھی۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے دنیا میں اپنی تشریف آوری کے وقت ہی فرما دیا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا (۳) اور زندگی بھر نمازوں کے بعد آپ ﷺ کی عادت یہی رہی کہ مذکورہ کلمات پڑھتے تھے۔ (۴) اور جب دودھ چھوڑا تب بھی آپ ﷺ سے سنا گیا:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قُدُّوْسًا قُدُّوْسًا قَدْ نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (۵)

---

(۱) مریم: ۳۰ (۲) تفسیر الخازن، البینۃ: ۴/۴۵۶، الرازی: ۳۲/۲۴۴

(۳) الشمائل الشریفہ: ۱/۳۷۶ (۴) زاد المعاد: ۱/۳۵ (۵) تاریخ الخمیس ۱/۲۲۵

Marfat.com

''اور جب آپ ﷺ کسی چیز کو ہاتھ لگاتے تو بِسْمِ اللّٰہِ ادا فرماتے۔''(۱)

آپ ﷺ پیدا ہوئے تو عبدالمطلب خانہ کعبہ میں لائے اور آپ ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کیں۔(۲)

جناب ابو طالب کو دیکھا گیا کہ وہ نبی محترم ﷺ کی اُنگلی پکڑے ہوئے ہیں اور نبی مکرم علیہ السلام ان کے ساتھ طواف کر رہے ہیں۔(۳)

طہارت، وضو، غسل اور ستر کی حفاظت:

جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضور نبی مکرم علیہ السلام دین فطرت کا نمونہ بن کے رہے تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی یہ باتیں بڑی اچھی طرح سمجھ آ جانی چاہئیں کہ ان کے پاس حضور ﷺ نے جو وقت گزارا، اس میں آپ ﷺ دن کے ایک وقت میں وضو ضرور کرتے تھے اور دوسرے دن اسی وقت پھر وضو کرتے تھے، وہ فرماتی ہیں: میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کو (پیشاب کے لیے) دھونا پڑے، آپ ﷺ مسلسل پاک اور صاف ستھرے رہتے تھے۔ میں آپ ﷺ کے کپڑے بدلنے کے لیے اُتارتی تو آپ ﷺ ناراض و بے چین نظر آتے اور جیسے ہی دوسرا کرتہ پہناتی، حضور ﷺ کو خوش دیکھتی۔(۴)

نظافتِ طبعی وطہارتِ حقیقی کا یہ عالم تھا کہ صبح جب حضور ﷺ بیدار ہوتے تو سب بچوں کے منہ دھونے پڑتے اور آنکھیں صاف کرنی پڑتیں لیکن حضور ﷺ اُٹھتے تو صاف ستھرے ہوتے (نہ آنکھوں میں میل اور نہ چہرے پہ سستی کے آثار) سر ہے کہ اس میں گویا تیل لگا ہوا اور آنکھیں ہیں کہ ان میں سرمہ کی ڈوری دکھائی دے رہی۔(۵) یہ تو آپ ﷺ کا حال صغرسنی میں تھا، پوری عمر ہی نہ آپ ﷺ کے جسم پہ مکھی بیٹھی اور نہ جوں پڑی۔(۶)

---

(۱) تاریخ الخمیس:۱/۱۳۵۔ (۲) سیرت ابن کثیر:۱/۲۰۸
(۳) السیرۃ الحلبیہ:۱/۱۷۰، فقہ السیرۃ:۱/۸۷ (۴) تاریخ الخمیس:۱/۲۲۵-مطالع النجوم:۱/۳۱۱
(۵) عیون الاثر:۱/۵۱ (۶) الخصائص الکبری:۱/۱۱۷

Marfat.com

ایسا کیوں ہوتا؟ آپ ﷺ نے طہارت و پاکیزگی کا درس دینا تھا اس لیے چالیس سال پہلے ہی آپ ﷺ کی پاکی کے چرچے کیے گئے اور آپ ﷺ کے ملنے والے سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ نبیوں والے کام کرتے ہیں۔ (۱)

اعلانِ نبوت سے پہلے آپ ﷺ غسلِ جنابت اور حج بھی کرتے تھے۔ (۲)

شرک واصنام سے دوری:

یہ کون سی طاقت تھی، جو رسولِ اکرم ﷺ کو ابتدائے عمر ہی میں برائی سے بچا کے رکھتی تھی۔ حالانکہ ظاہری حالات واسباب اور ماحول گمراہی کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ یہ توفیقِ الٰہی اور خاص فضل واحسان تھا جو نبیوں کو ملا کرتا ہے۔ اس کا ذریعہ کوئی بھی ہوسکتا ہے، کبھی اللہ فرشتوں کو بھیجتے ہیں، جو ان کو ہر برائی، بے حیائی اور شرک سے بچائیں اور کبھی ان کو عقلِ سلیم کے واسطے سے بچاتے ہیں اور کبھی غیبی آواز ذریعہ بنتی ہے۔

ایک دن اللہ کے رسول ﷺ اپنے بچپن میں اس طرف چل دیے جس طرف لوگ بتوں کی عبادت کے لیے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سنا، ایک فرشتہ دوسرے سے ہم کلام ہے اور کہہ رہا ہے: آؤ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے جا کھڑے ہوں! دوسرا کہنے لگا: ہم ان کے قریب جا کر کیا کریں گے، جبکہ وہ تو ان (بتوں) کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں؟ یہ آپ ﷺ نے سنا اور مشرکین سے پیچھے رہے۔ (۳)

یہ آپ ﷺ کا بچپن تھا، ابھی بہت جلد آپ ﷺ جوان ہوں گے تو لوگ دیکھیں گے کہ آپ ﷺ ممکنہ حد تک برائیوں اور بت پرستی سے دوسرے انسانوں کو روک رہے ہیں۔ (۴)

پھر چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ وحیِ الٰہی کی روشنی میں ایک مکمل اُمت تشکیل دیں گے جو پورے عالم کو شرک سے پاک کرنے کی سعی کرے گی اور فرمائیں گے:

---

(۱) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۵۲ (۲) شرف المصطفیٰ: ۱/۴۴۴)

(۳) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۵۲، سیرۃ ابن کثیر: ۱/۲۵۱، سبل الہدیٰ: ۲/۱۵۰، الاسلام ونبی الاسلام: ۱/۴۲

(۴) المستدرک علی الصحیحین: ۴۹۵۶

Marfat.com

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۱)

''اور تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف لوگوں کو بلائے اور برائی سے روکے۔''

بچپن میں ''خصائصِ رسولِ اکرم ﷺ''

اللہ نے سب نبیوں میں ہمارے حضرت محمد ﷺ کو جو خصوصیات عنایت کیں ان کا اظہار سنِ شعور سے پہلے ہونا شروع ہو چکا تھا، ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

رحمۃٌ للعالمین ﷺ (۲)'' قرآنِ کریم نے آپ ﷺ کو سب جہانوں کے لیے ''رحمت'' قرار دیا ہے۔ امام راغبؒ لکھتے ہیں: رحم کسی دوسرے پر رقت و احسان کے مجموعے کا نام ہے۔ (۳) ہمارے نبی علیہ السلام کی ذاتِ مبارک اور آپ ﷺ کی نبوت دونوں میں رحمت کی شان تھی۔

ذاتی رقت اور احسان کا سلسلہ بچپن سے دیکھنے میں آیا، جناب ابو طالب سے پہلے حضرت عبد المطلب کے عہدِ کفالت میں اور پھر جناب ابو طالب، ان کے بچوں اور پورے خطۂ عرب کے لیے آپ ﷺ کی رحمت کئی بار بارش کی صورت میں نظر آئی۔ اس نے کبھی کھانے پینے میں برکات کا لبادہ اوڑھا اور کبھی وہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریوں، وہاں کی آب و ہوا اور کبھی روحانی و جسمانی صحت کی شکل میں جلوہ افروز ہوئی۔ ابھی جوانی کا وہ دور شروع ہوا چاہتا ہے، جو لوگوں کو عملی نمونے دکھائے گا، مستقبل قریب میں نزولِ قرآن سے پہلے ہی آپ ﷺ، منصف مزاج شہری، مظلوموں کے حمایتی، مردانہ صفات والے، اعلیٰ اخلاق والے، بہت ملنسار، بے مثال ہمسائے، طبیعت کے حلیم، امانت

---

(۱) آلِ عمران: ۱۰۴　　(۲) الانبیاء: ۱۰۷　　(۳) مفردات القرآن، رحمت

Marfat.com

کے بڑے، سب سے زیادہ سچے، ہر فحش سے دور، ہر نیکی کے قریب، نرم مزاج، معاف کرنے والے، پاسِ عہد والے اور متنازعہ گفتگو اور اعمالِ قبیحہ سے دور ثابت ہوں گے۔ (۱)

اور یہ حضور ﷺ کے آفتابِ رحمت کی چند کرنیں ہیں جن سے جزیرۃ العرب روشن ہوگا۔ ان ذاتی رحمتوں کے فوائد و منافع آپ ﷺ کے ایامِ ولادت سے ہی شروع ہو چکے ہیں۔

آٹھ خاصیاتِ حبیب ﷺ:

بخاری و مسلم و دیگر کتابوں میں نبی مکرم علیہ السلام کی آٹھ خصوصیات کا عام طور پر تذکرہ ملتا ہے۔ اگرچہ ان کی تعداد پر مستقل کتابیں ہیں۔ (۲)

ان آٹھ میں سے بعض کی علامات یومِ ولادت سے بلوغت تک نظر آ گئی تھیں۔

① **نصرت و مدد رعب کے ذریعے:** اس نوعمری میں (اس نبوی رعب کی ضرورت نہ پڑی جو بعد میں محسوس کی گئی اس لیے کہ) کوئی بھی آپ ﷺ کا دشمن نہیں تھا، سب چاہنے والے شفیق و مہربان تھے، اتنا ضرور ہوا کہ سفرِ یمن میں ایک سرکش اُونٹ لوگوں کا رستہ روکے ہوئے تھا جیسے ہی رسولِ اکرم ﷺ اس کی طرف بڑھے تو وہ مطیع و فرمانبردار ہوگیا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور اسے دور چھوڑ آئے۔ (۳)

اس پر نبیِ اکرم ﷺ کی شخصیت کا رعب طاری ہوا اور وہ مطیع ہوگیا اور دوسرا اثر یہ دیکھا گیا آپ کے ابتدائی رعب کا کہ یہودی بچپن سے ہی آپ ﷺ کے قتل کے در پے تھے، وہ سامنے آنے کے باوجود آپ ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ (۴)

② **روئے زمین کا آپ ﷺ کے لیے مسجد وطاہر ہونا:** ابھی نماز کی فرضیت میں دیر تھی، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ روئے زمین کی طہارت و پاکی کا باقاعدہ کوئی ایسا اعلان نہیں

---

(۱) سیرۃ ابن کثیر: ۱/۲۴۹ (۲) بخاری ۳۳۵، مسلم: ۵۲۳ (۳) الوفا: ۱/۵۳

(۴) متعدد واقعات اسی کتاب کے مختلف ابواب میں مرقوم ہیں

Marfat.com

کرنا پڑا جس طرح قبلہ کی تبدیلی کا ہونا تھا، اس سے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے ساتھ ہی یہ شرف و مقام آپ ﷺ کو ملا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت سے پہلے مختلف شہروں پہاڑوں اور صحراؤں میں اللہ کی حمد کی شمعیں روشن کیں۔

③ **اموالِ غنیمت کی حلت:** کسی بھی غزوہ میں حرمت کا نہ ہونا محبوبِ کائنات ﷺ کی ازلی خصوصیت کی دلیل ہے۔

④، ⑤ **منصبِ نبوت و شفاعت:** آپ ﷺ بروئے حدیث اس وقت سے نبی ﷺ ہیں، جب کہ ابھی تخلیقِ آدم ہو رہی تھی۔ (1)

اس لیے اعلانِ نبوت سے پہلے بچپن اور جوانی کے تمام ایام نبوت میں ہی شمار ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ مہرِ نبوت، یتیمی اور مکہ میں پیدائش جیسی بہت سی علامات وارہاصات حضور ﷺ کی نبوت کے دلائل ہیں اور شفاعتِ کبریٰ کے حسین مناظر کے لیے تو ابھی تک بھی روزِ قیامت کا انتظار ہے۔ تاہم بچپن اور جوانی میں بے شمار واقعات ایسے پیش آئے کہ محبوبِ کائنات ﷺ نے مخلوق کے لیے اللہ سے جو التجا کی، لوگوں نے اس کی قبولیت سے فائدہ اُٹھایا۔ بارش کا نزول، لڑائی جھگڑوں کی کمی اور شفاءِ امراض کے واقعات دیکھے اور سنے گئے اور جوانی میں دیگر برکات وخصوصیات کے واقعات رونما ہوئے۔

⑥ **جوامع الکلم:** قبیلہ بنو سعد میں آپ ﷺ کی پرورش ہی اس لیے کرائی گئی کہ آپ ﷺ فصیح و بلیغ ہوں، انسانی کلمات کے فصیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جامع المعانی اور قلیل الالفاظ ہوں۔ حضور ﷺ جب بنو سعد سے مکہ تشریف لائے تو حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی فصیحانہ گفتگو کو جس طرح سراہا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت محمد کریم ﷺ کو چار سال کی عمر میں ہی اس خصوصیت سے منجانب اللہ نوازدیا

---

(1) المواہب اللدنیہ

Marfat.com

گیا تھا جس نے آپ ﷺ کو دیگر نبیوں سے ممتاز کرنا تھا۔

⑦ **ختم نبوت:** بارہ سال کی عمر میں بحیرا راہب نے خاتمِ نبوت کو دیکھ کر کہا: حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی ﷺ ہیں۔ (۱) ابھی چند سال باقی ہیں کہ دنیا کے بیشتر حصوں سے گواہیاں جمع ہوں گی کہ مکہ کے اندر یتیمی کی حالت میں پیدا ہونے والے حضرت محمد ﷺ نامی نوجوان اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ ہیں۔

⑧ **زمین کے خزانے:** آپ ﷺ کو عطا کیے گئے۔ بلاشبہ ملے، اتنا کچھ آپ ﷺ کو ملا کہ کسی کو نہ ملا۔ اعلانِ نبوت سے پہلے دکھایا گیا کہ حضور ﷺ نے بچپن میں زمین پہ پاؤں مارا چشمہ ابل پڑا۔ (۲) بنوسعد میں کچھ بکریوں کی نسبت آپ ﷺ کی طرف یہ تھی کہ جس گھر میں آپ ﷺ رہتے تھے۔ یہ بکریاں اس گھر والوں کی تھیں۔ بس اس معمولی سی نسبت کا ملنا تھا کہ بکریوں کے لیے زمین نے سبزے کے خزانے اُگلنے شروع کر دیے۔ (۳)

ملاحظہ: اسی طرح خصائصِ رسول ﷺ کا بیان جاری ہو اور ننھے حضور ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو نشانات ملتے جائیں گے کہ ان کے بچپن سے ہی خصائصِ رسول ﷺ کا افتتاح ہو چکا تھا، لیکن طوالت مانع ہے۔ اس لیے آٹھ معروف خصوصیات کے بعد ایک اور خاصیت پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

مہرِ نبوت و علاماتِ نبوت

قرآن کریم میں ایک مہر کا ذکر ہے: وَخِتَامُهٗ مِسْكٌ (۴)

''اہلِ جنت کا مشروب خاص مہر شدہ شراب ہوگی۔'' جنت کی اس مہر سے اعلیٰ مہر (علامتِ نبوت) کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ جب پیدا ہوئے تو عام انسانوں سے مختلف جو علامات دیکھی گئی۔ ان میں ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں

---

(۱) شرح الزرقانی: ۱/ ۲۸۹
(۲) امتاع الاسماع ۸/ ۳۱۲
(۳) المواہب اللدنیۃ: ۱/ ۹۱
(۴) المطففین: ۲۶

Marfat.com

کندھوں کے درمیان دیکھا گیا کہ دل کی طرف کچھ بال اُبھرے ہوئے ہیں، دُور سے بالوں کے اس مجموعہ کو کوئی دیکھتا تو بیضوی صورت کا ایک خوبصورت منظر نظر نواز ہوتا تھا۔ اسے کوئی قریب سے دیکھتا تو یہ ایک تحریر تھی:

سِرْ فَاِنَّكَ الْمَنْصُوْرُ (۱)

آپ ﷺ (انسانوں کی راہنمائی کے لیے) چلیے (جدھر آپ ﷺ کا رُخِ انور ہوگا، ادھر آپ ﷺ دیکھیں گے کہ) آپ ﷺ ہی کی مدد کی جارہی ہے۔

اور بعض روایتوں میں ذکر ہے کہ یہ تحریر اس طرح تھی: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (۲) ''محمد اللہ کے رسول ہیں۔'' محتاط محدثین نے بہت اچھی تطبیق کی کہ جس جانثارِ رسول ﷺ نے اس تحریر کو جس حالت میں دیکھا، اس نے لوگوں سے اسی طرح بیان کردیا۔ (۳) اس طرح ہم عشاقِ رُخِ مصطفیٰ ﷺ کو ایک لذت آفریں حقیقت یہ مل گئی کہ حضور ﷺ کے جسمِ مبارک پر یہ تحریر بدلتی رہتی تھی، کبھی دیکھنے والے کو سبق ملتا کہ وہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کے پیچھے کھڑا ہے اور کبھی کسی کو یہ درس ملتا کہ اللہ کی مدد ونصرت حضرت محمد ﷺ کے لیے خاص کردی گئی ہے، اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ ان ہی کا ہے۔

مہرِ نبوّت کی حکمتیں:

آج بھی پڑھے لکھے حلقوں میں ہمیشہ سے خطوط، پارسلز اور قیمتی املاک کو محفوظ ثابت کرنے کے لیے مہر لگانے کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیّدِ دو عالم ﷺ کے قلبِ اطہر میں فرشتوں کے ذریعے جو ایمان وحکمت کے جواہرات رکھے، ان پر مہر بھی (بچپن میں ہی) لگوادی تاکہ رہتی دنیا تک کا انسان سمجھ جائے کہ اس خزینہ سے کوئی شے ضائع نہیں ہوسکتی۔ (۴)

---

(۱) خصائل نبوی شرح شمائل نبی باب خاتم النبوۃ (۲) فتح الباری: ۶/ ۵۶۳
(۳) شرح شمائل ترمذی باب خاتم النبوۃ (۴) خواتم الحکم: ۱۵۲، طبع ۱۹۰۰ء المستاری

Marfat.com

رسولِ رحمت ﷺ کے سینے کو متعدد بار کھولا اور اسے سیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ہم نے شقِ صدر کی سلائی کا نشان حضورِ اکرم ﷺ کے سینہ مبارک پر دیکھا ہے۔ (۱)

ہر بار شقِ صدر میں اپنی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ پہلی بار سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گاؤں میں یہ واقعہ ہوا تو اس میں ایک حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے قلبِ مبارک کی صفائی کے وقت ایک سیاہ نکتہ دل سے نکال دیا گیا۔ حکماءِ اسلام لکھتے ہیں: کہ انسانی لغزشوں کا یہ نشان سیاہی کی صورت دلوں میں ہوتا ہے جس سے انسان راہِ حق سے پھسل سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلبِ منور سے وہ نکتہ نکالا تا کہ بے راہی کا تصور بھی آپ ﷺ کے دل کو برا لگے اور آپ ﷺ ہمیشہ صراطِ مستقیم پر رہیں۔ (۲)

اس کے علاوہ معراج کے واقعہ سے پہلے اور نبوت ملنے سے پہلے آپ ﷺ کا سینہ کھول کر علم و حکمت کا مرکز بنایا گیا۔ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس معجزۂ شقِ صدر کے بارے میں جو لکھا ہے اسے اس طرح سمجھا جا سکتا ہے:

ہر انسان میں نیکی اور بدی دونوں صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں، اللہ نے آپ ﷺ کے قلبِ اطہر سے برائی کے حصے کو ہی صاف کر دیا تا کہ زندگی کے تمام مراحل میں ابلیسی اثرات سے آپ ﷺ کے دل پر کوئی اثر نہ ہو اور حضرت جبریل علیہ السلام کی آوازِ ہدایت آپ ﷺ کے دل تک اثر کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۳) سیّدنا محمد کریم ﷺ بچپن سے جوانی اور پھر زندگی کے آخری لمحات تک بخل، جھوٹ، حسد، بغض اور کینہ سے محفوظ رہے اور فرشتوں کی ہدایات اور آسمانی واردات کو آپ ﷺ کا دل قبول کرتا رہا اور یہ سب کچھ جو ہوا وہ اللہ کے اس وعدے کی تکمیل تھی جو اس نے تخلیقِ آدم کے بعد شیطان کو مردود کرتے وقت کیا تھا۔ اللہ نے شیطان کو کہا:

---

(۱) الوفا: ۱/ ۶۷، المواہب اللدنیہ: ۱/ ۱۰۰　(۲) فتح الباری: ۷/ ۲۰۴

(۳) فتح الباری: باب خاتم النبوۃ

Marfat.com

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغَاوِیْنَ (۱)

''میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ بھی زور نہ چل سکے گا سوائے ان لوگوں کے جو تیرے پیچھے چلنے لگیں۔''

حضور اکرم ﷺ اللہ کے ان بندوں میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں جن پر اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور ان کو شیطانی اثرات سے محفوظ و مامون رکھا گیا۔ یہی راز ہے اور جواب ہے اس سوال کا کہ مہرِ نبوت کو مونڈھوں کے درمیان قلبِ مبارک کی جگہ کیوں لگایا گیا؟ (۲) جبکہ دیگر نبیوں کی مہرِ نبوت ان کے مونڈھوں کے درمیان تھی۔ (۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو دیگر نبیوں والی جن صفات سے بھی نوازا اور ان کمالات میں کچھ اس قسم کی خوبیاں پیدا کر دیں جن سے خصوصیتِ حبیب ﷺ کا اظہار ہو، اس لیے مہرِ نبوت میں بھی امتیاز یہ رکھا گیا کہ دل کی جگہ لگائی گئی اور دیگر نبیوں کی پشت کے درمیان۔

ولادتِ رسول ﷺ کے چند پیغامات

اہلِ شان آتے ہیں، ان کی آمد کے مقاصد بھی عظیم ہوتے ہیں، جب وہ آتے ہیں تو ملک میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوتی ہیں اور ہر تبدیلی کے پیچھے ایک پیغام ہوتا ہے۔ نبی علیہ السلام کی تشریف آوری پر بھی اہم پیغامات دنیا کو دیے گئے۔ چند یہ ہیں:

غلبۂ توحید کی نوید:

جس دن نبی رحمت ﷺ تشریف لائے، اس رات دیکھا گیا کہ آسمان کے ستارے حضور ﷺ کی جائے پیدائش کے بہت قریب آ کر اتنا جھکے کہ دیکھنے والوں کو

---

(۱) سورۃ الحجر: ۴۲ (۲) فتح الباری لابن حجر: ۶/۵۶۳

(۳) السیرۃ الحلبیہ: ۱/۱۴۴، شرح الزرقانی: ۱/۳۰۷، تاریخ الخمیس: ۱/۲۱۳، الفوز ج اللبیب ۱/۲۷

Marfat.com

محسوس ہوا کہ وہ ابھی گرا چاہتے ہیں۔ (۱)

حکماءِ اسلام لکھتے ہیں: یہ اشارہ تھا کہ سلطانِ نبوت سیّدنا محمد کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے بعد کفروشرک پر توحید ورسالت کی روشنی غالب آ رہی ہے۔

مجوسیوں اور بت پرستوں کو انتباہ:

آتش کدۂ ایران میں ایک ہزار سال سے آگ جل رہی تھی، یہاں آگ کی پوجا کرنے والے (مجوسی مذہب کے لوگ) رہتے تھے، ان کے خیال میں اس عبادت کے کچھ اعمال بجالانے سے دنیاودین کے سارے کام بنتے ہیں۔ جس رات حضورِانور ﷺ نے یہاں قدم رکھا، اسی شب میں یہ آتش کدہ بجھ گیا، صبح مجوسیوں نے دیکھا کہ ان کا معبودِ باطل ظلمت کدہ میں تبدیل ہو چکا ہے۔ (۲)

اقوامِ عالم کے لیے یہ بھی ایک انتباہ تھا کہ آگ نہ نفع دے سکتی ہے اور نہ نقصان۔ اس میں جو جلانے اور روشنی کی طاقت ہے، اس کے پسِ منظر میں ایک نظر نہ آنے والی ذات ہے۔ جسے ''اللہ'' کہا جاتا ہے۔ اس اعلانِ عام کے لیے اب جس شخصیت کا انتخاب کیا ہے، انہیں ''حضرت محمد ﷺ'' کہا جاتا ہے۔ اب ان کے ذریعے لوگوں کو سمجھایا جائے گا کہ معبودِ برحق صرف اللہ ہے۔ اس حقیقت کے ادراک کے لیے ان کی آگ ٹھنڈی کی گئی ہے۔ جب کوئی بادشاہ کسی سرکش کی گوشمالی کرنا چاہتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس کے اسباب کبر پر ضرب لگاتا ہے تاکہ وہ اور اس کے حواری سمجھ جائیں کہ حاکمِ اعلیٰ کوئی اور ہے، یہ نہیں ہیں، جو دعوے وہ کرتے ہیں وہ جھوٹ ہیں۔

اسی مبارک رات میں جب نبیِ اکرم ﷺ کی تشریف آوری ہوئی، اسی شب میں دیکھا گیا کہ بت زمین بوس ہو چکے ہیں۔ (۳)

---

(۱) الوفاء: ۱/۵۴، عیون الاثر: ۱/۳۴، سیرۃ ابن کثیر: ۱/۲۰۷)

(۲) المواہب اللدنیہ: ۱/۸۰

(۳) تاریخ الخمیس: ۱/۲۱۹، انموذج اللبیب: ۱/۲۱۸، ۲۳۸

Marfat.com

اس واقعہ کی شہرت صنم پرستوں کے نام ایک پیغام تھا کہ وحدہٗ لاشریک اور نہ جھکنے والی ذات صرف اللہ کی ہے اور یہ سبق جس ہستی نے دُنیا کو پڑھانا ہے وہ سیّد المرسلین حضرت محمد ﷺ ہیں جو رونق افروزِ عالم ہو چکے ہیں۔

شاہانِ کسریٰ کو پیغام:

اس وقت کی سب سے بڑی مادی طاقت کسریٰ کی حکومت کو بھی ایک پیغام یہ دیا گیا کہ اب وہ رسولِ اعظم ﷺ تشریف لائے ہیں، جنہوں نے ہزاروں سال تک آنے والے اربوں کھربوں اِنسانوں کو یہ سبق دینا ہے کہ اب وہ دور ختم ہوا چاہتا ہے جس نے انسانی شان کی بلندی کا معیار صرف مال ودولت، اونچے اونچے محلات، افواج کی کثرت اور ہٹو بچو کی صدائیں سمجھا ہے۔اب وہ وقت قریب آرہا ہے کہ انسان یہ سبق سیکھ جائے گا کہ حقیقی عزت ووقار اعلیٰ اخلاق ہیں اور اس جوہر کے لیے اسے کسی حکومت، مال وعہدہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔نہ کسی رنگ کی قید ہے اور نہ کسی نسل کی۔ بلکہ حبشہ کے کالے بلالؓ لوگوں کے سردار بن سکتے ہیں، غلام بادشاہ بن سکتے ہیں، غریب اپنی غربت میں امیر اپنی امارت، مزدور اپنی حیثیت میں رہتے ہوئے اس سرزمین پر وہ مقام حاصل کر سکتے ہیں کہ آسمانوں کے فرشتے ان پر رشک کیا کریں۔

کسریٰ کے محلات میں جنبش کیوں؟

چنانچہ جس رات حضور ﷺ کی ولادتِ باسعادت ہوئی، اسی شب شاہِ کسریٰ کے محل میں جنبش پیدا ہوئی اور اس محل کے کنگرے گر گئے۔(۱) (جن سے شاہی محل کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا) چودہ کنگروں کے گرنے سے بادشاہ پریشان تو ہوا لیکن اس کے شاہانہ جلال نے اجازت نہ دی کہ وہ کسی سے اپنے احوال بیان کر کے غم دل کو ہلکا کرے، لیکن تفتیشِ احوال بھی ایک شاہی شان ہوتی ہے، وہ اس کی آڑ میں دل کے غم اور فکر کا

---

(۱) المواہب اللدنیہ:۱/۸۰

Marfat.com

مداوا کرنے لگا۔

کسریٰ: شاہی دربار سجا دیا جائے (حکم پاتے ہی خدام نے تمام ضروری ساز وسامان اور متعلقہ انسان (وزیر ومشیر) جمع کر دیے۔ بادشاہ ظاہری کروفر اور باطنی ڈر اور خوف کی حالت میں دربار کی طرف بڑھا۔

ایک مخبر: بادشاہ سلامت! جان کی امان پاؤں تو ایک پریشان کن خبر سناؤں؟

کسریٰ: (جو پہلی خبر پر وحشت زدہ تھا) ضرور سناؤ!

شاہی مخبر: باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ایران کا آتش کدہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے، وہ آگ بجھ گئی ہے جو ایک ہزار سال سے مسلسل جلائی جا رہی تھی اور شب وروز اس کی پوجا ہوتی تھی۔ بادشاہ نے یہ سنا، گہری سوچ میں مبتلا ہو گیا اور کرسی پہ جا بیٹھا۔

قاضی شہر کا خواب اور غلبۂ اسلام کی نوید:

موبذان: (قاضی شہر، فقیہ مجوس آگے بڑھتا اور عرض کرتا ہے) بادشاہ سلامت! میں نے ایک خواب دیکھا ہے (ممکن ہے ان دونوں واقعات کا تعلق میرے خواب کی تعبیر سے نکل آئے) میں نے دیکھا: طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لیے جا رہے ہیں۔

کسریٰ: تو آپ خود ہی اس خواب کی تعبیر فرما دیں۔

موبذان: شاید عرب کی طرف سے کوئی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے۔

شاہ کسریٰ: (اپنے کاتبِ خاص سے) ابھی ایک فرمان نعمان بن منذر (والی شام) کے نام لکھو، ان سے کہو کہ وہ کسی بڑے عالم کو میرے پاس بھیجے، جو میرے سوالات کے جوابات دے سکے۔ (دراصل وہ محل کے زلزلے، کنگروں کے گرنے اور آتش کدہ ایران کے بجھنے کی وجہ سے بہت گھبرا گیا تھا اور وہ کسی عالم کے سامنے اس خواب، زلزلہ اور آگ وغیرہ کے معاملات کو بیان کر کے مستقبل کا مشورہ اور راہنمائی چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک عالم (عبدالمسیح غسانی) حاضر خدمت ہو گیا۔

Marfat.com

اس نے خواب سنا اور بادشاہ سے باادب مخاطب ہوا:

عبدالمسیح: بادشاہ سلامت! میرے ایک ماموں مجھ سے بڑے عالم ہیں۔ شام میں رہتے ہیں، اجازت ہو تو ان سے تعبیر معلوم کروں؟

کسریٰ: (خواب سن کر) اے عبدالمسیح سن لو! جب کلامِ الٰہی کی تلاوت ہونے لگے، صاحبِ عصا ظاہر ہو، وادی سماوہ رواں ہو جائے، دریائے ساوہ خشک ہو جائے اور فارس کی آگ بجھ جائے تو سطیح کے لیے شام شام نہ رہے گا۔ اس شاہی خاندان کے چند مرد اور عورتیں بادشاہی کریں گے۔ (اس کے آخری الفاظ یہ تھے) جو شے ہونے (حکومتِ اسلامیہ آنے) والی ہے، وہ گویا آ ہی گئی (اس نے یہ کہا اور مر گیا)

چنانچہ خواب کی تعبیر ہو چکی کہ چودہ کنگرے گرنے کا مطلب یہ ہے کہ اب چودہ بار بادشاہت بدلے گی (بظاہر محسوس ہو رہا تھا کہ اس بڑی تبدیلی کے لیے کئی سو سال درکار ہیں، لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ نبی علیہ السلام کی ولادت کو ستر سال نہ ہونے پائے تھے کہ سلطنتِ کسریٰ حضرت محمد ﷺ کے غلاموں کے ہاتھوں میں تھی۔ (۱)

اعمال واخلاقِ حبیب ﷺ کا تکوینی اعلان

ایامِ طفولیت کے اعمال واخلاق اور عادات کو بنظرِ غائر دیکھا جائے تو کئی واقعات اس طرح کے ملتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جوانی اور پھر اظہارِ نبوت کے بعد جو قومی و اصلاحی امور سرانجام دیے تھے، وہ آپ ﷺ نے ابتدائے عمر میں شروع کر دیے تھے۔ یہاں بطورِ مثال صرف ایک واقعہ لکھا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی دایہ محترمہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا

---

(۱) عیون الاثر میں ابن سید الناس نے طویل سند کے ساتھ اس واقعہ کو باوثوق قرار دیا۔ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ میں محدثانہ بحث کی گئی ہے جس میں مختلف طرق سے اس واقعہ کو مستند قرار دیا گیا۔ اس کے علاوہ امتاع الاسماع: ۶۰/۴، سبل الہدیٰ: ۳۵۴/۱، دلائل النبوۃ الاصفہانی: ۱۳۴/۱، الاکتفاء: ۹۰/۱، السیرۃ النبویہ لابن کثیر: ۲۱۵/۱، حدائق الانوار: ۹۹/۱، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ: ۲۱۵/۱ میں بھی یہ واقعہ موجود ہے

Marfat.com

اپنی ان حسین یادوں کو بار بار سنایا کرتی تھیں جو حضور ﷺ کے ابتدائی ایام سے وابستہ تھیں۔ ایک دن فرمایا: یہ پہلے دن کی بات ہے، جب میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ہم نے اس یتیم (محمد ﷺ) ہی کو لے کر اپنے گھر جانا ہے، تو میں نے حضرت آمنہ ہی کے گھر اسے اپنے سینے سے لگایا تاکہ وہ دودھ پیے، اس کے بعد چھاتی کی دوسری طرف اس کا منہ لگایا تو حضرت محمد ﷺ نے پینے سے انکار کر دیا (میں سمجھی وہ سیر ہو چکا ہے، اس لیے مزید پینا نہیں چاہتا اور اسے میں اپنے گھر بنوسعد لے گئی۔ وہاں بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں یہ سمجھی کہ) اس کی عادت ہی یہ ہے (کہ وہ دوسرے بھائی کا حق نہیں لینا چاہتا) اہلِ علم فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عدل کی تعلیم الہام فرمائی۔ (۱)

حسنِ اتفاق نہیں، اللہ کی تعلیم:

یہ عمر کے اس حصہ کا واقعہ ہے جسے ہم لاشعوری کے ایام کہتے ہیں اور ان دنوں کے کسی عمل کو بچگانہ فعل یا حسنِ اتفاق سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن ترجمانِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (خوب سمجھا کہ سیدنا محمد کریم ﷺ کا یہ فعل نہ اتفاق ہے اور نہ بچگانہ فعل بلکہ اس کی ایک وجہ ہے، وہ یہ کہ اس عمر میں اللہ نے آپ ﷺ کو تعلیم دی کہ) ان کا ایک دودھ شریک بھائی بھی ہے اس کے حق میں انصاف سے کام لیں۔ (۲) اِدھر ان کے دودھ شریک بھائی ''ضمرہ'' پر بھی اس عدل کا یہ اثر ہوا کہ وہ بھی اپنے رضائی بھائی کے حق کا احساس کرنے لگا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں کبھی ضمرہ کو پہلے دودھ پلاتی تو وہ حضرت محمد ﷺ کی طرف دیکھتا کہ اس نے اپنا حق ابھی حاصل نہیں کیا۔ (۳) نبی علیہ السلام کے اس قسم کے واقعات پر اس لیے تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ دوسرے

---

(۱) المواهب اللدنیہ: ۱/۹۱، شرح الزرقانی: ۱/۲۶۹، تاریخ الخمیس: ۱/۲۲۳، شرف المصطفیٰ: ۱/۳۴۵، السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ: ۱/۱۹۳

(۲) شرف المصطفیٰ ﷺ ۱/۳۷۵ (۳) شرف المصطفیٰ: ۱/۳۷۵

Marfat.com

نبیوں کے ساتھ بھی بچپن میں ایسے معاملات پیش آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گفتگو کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حقیقی ماں کے علاوہ کسی کا بھی دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ (۱)

محبوب کبریا علیہ السلام بچوں کے ساتھ دسترخوان پہ بیٹھتے تھے تو اس وقت بھی چھینا جھپٹی سے بچتے تھے اور کسی کا حق نہیں کھاتے تھے۔ (۲)

یہ آپ ﷺ کا عدل و انصاف تھا جس کی آپ ﷺ نے لوگوں کو تعلیم دینی تھی اور یہ سب نبیوں کا خاصہ رہا ہے کہ وہ دعوت و تبلیغ سے پہلے عمل کر کے دکھاتے ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ بعد جب آپ ﷺ جوان ہوئے تو لوگوں کو اعلانِ نبوت سے پہلے وہ انصاف مہیا کیا، جس کی بنیاد پر انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے بہت سے معاملات میں فیصل تسلیم کیا۔ (۳)

فرشتوں کی معیت:

لکھا جا چکا ہے کہ حضرت آمنہ کے پاس حضور ﷺ کے یومِ ولادت پر فرشتے آئے۔ آپ ﷺ کو زمین و آسمان کے ہر حصے کی سیر کرانے کا حکم بھی ہوا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور آمنہ کے پاس جب حضور ﷺ کو جھولے میں ڈالا گیا تو اسے حرکت دینے اور (جھلانے) کے لیے فرشتے آتے تھے۔ (۴)

---

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سورہ مریم آیت نمبر ۳۰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سورہ قصص آیت نمبر ۹ کی تفاسیر میں موجود ہے۔

(۲) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۴۰، سیرۃ ابن کثیر: ۱/۲۴۱

(۳) الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۵۴

تفصیلات سیرۃ النبی ﷺ کے اس سلسلے کے دوسرے حصے ''فجر ہونے تک'' میں موجود ہیں جو آپ ﷺ کی جوانی کے موضوع پہ لکھی گئی ہے

(۴) المواھب اللدنیہ: ۱/۹۳، شرح الزرقانی: ۱/۲۷۷ تاریخ الخمیس: ۱/۲۱۹، الخصائص الکبریٰ: ۱/۹۱، المورج اللبیب: ۱/۲۲۱، شرف المصطفیٰ: ۱/۳۵۸ سبل الہدیٰ: ۱/۳۴۹، سمط النجوم: ۱/۳۱۱

Marfat.com

فرشتے آئے اماں آمنہ کو دعا سکھائی کہ بچے کے لیے اللہ کی پناہ مانگو۔ (۱) اور پھر غسل دینے کو بھی تو یہی نورانی مخلوق آئی۔ (۲)

اس کے بعد بھی ان کی آمد جاری رہی۔ ایک دن حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے بھی دیکھا، وہ کہتے ہیں: یہ مہر دیکھو، اس کی پیٹھ کے اوپری حصہ میں ہے، جو اس کی علامتِ خاص ہے۔ (۳) ایک دن تو خود جبریل علیہ السلام آئے، ننھے محمد ﷺ کا اس دن نام رکھا جانا تھا۔ (۴)

الغرض: روزِ اوّل سے بلوغت تک اور بلوغت سے جوانی اور غارِ حرا تک آسمانی مخلوق اور ساتوں آسمانوں کے رب سے آپ ﷺ کا رابطہ رہا۔ اس کے بعد اعلان اسلام ہوا تو بہت سی چھپی ہوئی خبریں آشکار ہو گئیں اور جبریل علیہ السلام آنے لگے۔ اس سے پہلے ملائکہ کے درود و سلام کا سلسلہ تو بچپن سے جاری ہو چکا تھا۔ (۵)

بیت اللہ سے بیت المقدس تک:

بچپن میں مکہ سے سرزمین شام کی طرف سفر دراصل سفر معراج کا اشارہ تھا۔ آپ ﷺ کا ایک لقب نبیّ القِبلَتین ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔ شام سے آپ ﷺ کا گہرا تعلق ہے۔ حضرت کعبِ احبار رحمۃ اللہ کتبِ سابقہ کے بڑے عالم تھے۔ کبار تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں: کتب آسمانی میں لکھا ہے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ مدینہ ان کا دار الہجرت ہوگا اور شام تک ان کی حکومت ہوگی۔ (۶)

چنانچہ آپ ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی نبوت (کے اعلان) اور اسلام کی ابتدا یہیں سے ہوئی اور ملک شام تک آپ ﷺ کی حکومت پھیلی۔ بیت المقدس (شام) تک سفر اسراء (معراج) ہوا۔ آپ ﷺ کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اسی

---

(۱) زرقانی: ۱/۱۹۹ (۱) تاریخ الخمیس: ۱/۲۰۹ (۳) الزہر الباسم: ۱/۲۱۴

(۴) دلائل النبوۃ: ۴/۳۸۱ (۵) تاریخ الخمیس ۱/۱۸۷ الخصائص الکبریٰ ۱/۸۱

(۶) المواھب اللدنیہ: ۱/۷۹، شرح الزرقانی: ۱/۲۲۲، سبل الہدین: ۱/۴۳۲

Marfat.com

شہر میں ہجرت فرما کر آئے۔ اسی تاریخی خطہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے اور یہیں محشر بپا ہوگا۔ (۱)

حضور ﷺ نے اسی سرزمین کا تذکرہ یوں فرمایا: یہ اللہ کی زمین میں سب سے اچھا علاقہ ہے۔ (۲)

اب یہ سمجھنا آسان ہو گیا کہ جس سرزمین میں آپ ﷺ نے سب نبیوں کو نماز پڑھانی تھی، بچپن میں آپ ﷺ نے اسے اپنی آنکھوں سے بغور دیکھا اور ان آیاتِ الٰہیہ کا کچھ مطالعہ کیا جو شبِ معراج میں آپ ﷺ کو دکھائی گئیں۔ اسی عمر میں ترقی کی منازل کو دیکھنا اپنے اندر معانی اور حکمتوں کا دریا رکھتا ہے۔

❀ یہیں پہ بصریٰ و شام کے وہ محلات اور قلعے تھے جو سیّدنا محمد کریم ﷺ کی والدہ مکرمہ نے اس نور کی روشنی میں دیکھے جو حضور ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے وقت ظاہر ہوئی۔ اشارہ تھا کہ آپ ﷺ کا ملک یہاں تک پھیلے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں سلطنتِ اسلامیہ کی حدود ان علاقوں کو چھو رہی تھیں، جہاں تک آپ ﷺ نے ایک بار بارہ سال عمر میں اور ایک بار پچیس سال عمر میں سفر فرمایا۔ تیسری بار آپ ﷺ اعلانِ نبوت کے بعد آئے تو سب نبیوں نے یہیں آپ ﷺ کا استقبال کیا۔

❀ آپ ﷺ نے جو علاقے اپنے قدومِ مبارک سے منور کیے ان میں مکہ، بنوسعد، شام، یمن اور مدینہ قابل ذکر ہیں۔ ان سب علاقوں میں اسلام کی بہاریں آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں رونق افروز ہوگئیں۔

❀ یہیں پہ بچپن میں آپ ﷺ کو رَحمۃٌ للعالمین و سیّد المرسلین ﷺ القاب کے ساتھ متعارف کروایا گیا۔ جوان ہوئے، پھر تجارت کے لیے یہیں تشریف لائے، آپ ﷺ کی یہاں سے واپسی کے بعد تمام کلیساؤں میں خبر ہوگئی کہ تاجِ ختم نبوت پہننے

---

(۱) المواھب اللدنیہ: ۱/۷۹

(۲) تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱/۶۷، سنن ابی داوٗد: ۳/۴، شرح الزرقانی: ۱/۲۲۳

Marfat.com

والے آ چکے ہیں۔

ہدایت کے روشن چراغ اور شجرِ ایمان:

قرآن کریم میں اللہ نے آپ ﷺ کو سِرَاجًا مُّنِيرًا[1] روشن چراغ قرار دیا ہے اور یہ لکھا جا چکا ہے کہ ظہورِ قدسی کے وقت جو روشنی ظاہر ہوئی وہ نورِ ہدایت کی حسی صورت تھی کہ جس طرح آپ ﷺ کے نور سے آسمان وزمین، مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب تک نور ہی نور نظر آیا، اس سے یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اب دو عالم میں کوئی شخص ظلمت وگواہی سے بچنا چاہتا ہے تو وہ صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ کی ہدایات (شریعت) کے مرکزِ انوارات سے مستفید ہو، ورنہ نہ کہیں جہاں میں اماں ہے اور نہ کوئی ضامنِ زمان ومکاں ہے۔ اسی نورِ ہدایت کا ذکر سورۂ مائدہ آیت نمبر ۱۶ میں ہے۔ راہنمائی کا وہ سلسلہ حضور ﷺ کے بچپن سے شروع ہو گیا تھا جس کی طرف آپ ﷺ نے لوگوں کو بلانا تھا۔ قرآن کریم میں ہے: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى[2] ''اور ہم نے آپ ﷺ کو گم پایا، پھر راہ دکھائی۔'' اس کی تفسیر میں مختلف اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ نے فرمایا: اے نبی علیہ السلام! جب آپ ﷺ کم عمر بچہ تھے اس وقت سے ہی اللہ نے آپ ﷺ کو اپنی معرفت کا علم عطا کرنا شروع کر دیا تھا۔ اللہ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا

''اور اللہ نے تمھیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے (ایسا) نکالا ہے کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔''[3]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی روشنی میں لکھتے ہیں: ضَالٌ صحراءِ عرب میں اس منفرد درخت کو کہا جاتا تھا (جو لق ودق صحرا میں اکیلا نظر آتا ہے اور راہ گیروں کے لیے ایک علامتِ سفر (سنگ میل) کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو ضَالٌ (شجرِ یکتا)

---

(۱) الاحزاب: ۴۶   (۲) سورۃ الضحیٰ: ۷   (۳) النحل: ۷۸

Marfat.com

سے اس لیے تشبیہ دی گئی کہ اب تمام شہر بیابان کی طرح ہیں، ان میں سیدنا محمد ﷺ کے علاوہ کوئی ''شجرِ ایمان'' نہیں ہے۔ (اس درخت نے پیدائشی سال میں ہی پھل دینا شروع کر دیے اور لوگوں کی زبان سے کہلوایا گیا کہ اب حضرت محمد ﷺ ہی وہ نبی علیہ السلام ہیں جن کی وجہ سے ہدایت مل سکتی ہے۔ آپ ﷺ کو نظر انداز کر کے چلنے والا بھٹک جائے گا)۔

اب اس آیت میں ہدایت کا مفہوم یہ ہے: اے نبی ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو عقلِ کامل، ہدایتِ وافیہ اور معرفتِ تامہ سے نوازا۔ (۱)

ان تمام نعمتوں کی ابتداء ایامِ طفولیت سے کر دی گئی تھی۔

اخلاقِ عالیہ کی دعوت:

اب وہ وقت آ گیا تھا کہ سیدنا محمد ﷺ اپنے اخلاق و کردار کی روشنی مکہ اور گرد و نواح کے مکینوں کے دلوں تک پہنچائیں۔ ایامِ بلوغت تک سیّدِ دو عالم ﷺ اس حد تک قابل رشک صحت مند، خوب رو جوان لگتے کہ مکہ کے نو واردین آپ ﷺ کو اٹھارہ بیس سال کے صاحبِ رائے، نو جوان اور ذہین و فطین تصور کرتے، آپ ﷺ سے ہم کلام ہو کر خوش ہوتے۔

معاشرے سے جن برائیوں کو آپ ﷺ نے جڑ سے اُکھاڑ پھینکا تھا ان کا مشاہدہ اس عمر میں ہوا، حضرت محمد ﷺ نے دیکھا وہ ظلم (شرک) میں مبتلا ہیں، بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ کم عقلی کی انتہا ہو گئی کہ وہ مردوں کو بھی کھانے لگے ہیں۔ حیا جو شرفِ انسانی کا جوہر ہے وہ نابود ہے، اس لیے فواحش میں دھت رہتے ہیں۔ کسی عام انسان کی خیر خواہی تو دور کی بات ہے، رشتہ داروں کے تقدس کا لحاظ ختم ہو چکا ہے۔ پڑوسیوں کو معاف نہیں کرتے، طاقتور کمزور کو کھا جاتا ہے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر الرازی: ۳۱/۱۹۷، اللباب فی علوم الکتاب: ۲۰/۳۹۱)

(۲) سیرۃ ابن ہشام: ۱/۳۳۶، رحمۃ للعالمین: ۱/۵۴، سبل السلام: ۱/۲۸، السیرۃ النبویہ لابن کثیر: ۱/۳۴۳، سبل الہدیٰ: ۲/۳۹۰، الروض الانف: ۳/۲۴۶

Marfat.com

پھر دنیا نے یہ منظر بھی دیکھا کہ اسی مکہ میں پیدا ہونے والے اللہ کے نبی ﷺ نے اعلانِ نبوت سے پہلے اپنا بچپن اور جوانی ان تمام برائیوں کے بالمقابل نیکیوں کے ساتھ گزاری آپ ﷺ نے اس چہل سالہ عمر میں نہ کسی پہ ظلم کیا، نہ شرک کے قریب گئے۔

- صلہ رحمی، غریب پروری اور پاک دامنی ان کا زیور رہی۔
- وہ مردانہ صفات (بہادری، حوصلہ مندی اور زندہ دلی) کے ساتھ اُبھرے۔
- اچھے اخلاق، اعلیٰ کردار، ملنساری، ہمسایہ نوازی اور برداشت سے لوگوں کو خوش رکھا۔
- سچائی، امانت داری، شرافت، نرم مزاجی اور درگزری میں اپنی مثال آپ رہے۔
- حقوقِ الٰہی ہوں یا انسانی، کاروباری و معاملاتی ہوں، ان سب کی ادائیگی میں سیدنا محمد ﷺ ہر ایک سے آگے دکھائی دیے۔
- وہ جواب دیتے تو ان کا جواب لاجواب ہوتا، بولتے تو پھول جھڑتے، مجالس میں سخن آرا ہوتے تو خطیب لگتے۔

الغرض: حضرت محمد ﷺ ہر شان میں یکتا دکھائی دیے۔ تو اہلِ مکہ نے سترہ انسانی اخلاقی خوبیوں کی بنا پر حضور ﷺ کو اَلصَّادِق وَالْاَمِیْن لقب سے نوازا۔ (۱)

ان تمام اوصافِ جمیلہ کی ابتدا بچپن سے شروع ہوئی اور بارہ پندرہ سال کی عمر میں وہ نمونہ نظر آیا جس کے متعلق کہا گیا: کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ (۲) (عیون الاثر: ۲/۳۹۸)

"ان کے اخلاق قرآن (کی ہدایات کے مطابق) تھے۔"

---

(۱) البدایہ والنہایہ: ۳۰/۴۲۲، نور الیقین: ۱/۱۵، الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۵۳، السیرۃ لابن کثیر: ۱/۴۹
(۲) (عیون الاثر: ۲/۳۹۸)
ان سترہ صفات کا تفصیلی تذکرہ آپ ﷺ کے عہدِ شباب پر لکھی جانے والی کتاب "فجر ہونے تک" میں دیکھیے

Marfat.com

ملاحظہ: قارئین! اسی جملے پر اس کتاب کو مکمل کیا جاتا ہے، اگر بغور مطالعہ کیا جائے اس کتاب کا اور دیکھا جائے قرآنی اخلاق کی فہرست کو تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ چالیس سال بعد نزولِ قرآن نے جن محاسنِ اخلاقیات کا درس انسانیت کو دینا تھا، نبی اکرم ﷺ اپنے بچپن، لڑکپن اور عہد شباب میں ان اخلاق کا چلتا پھرتا نمونہ تھے اور جو ستارہ ۱۲ ربیع الاوّل کو طلوع ہو کر چمکا پھر چہل سالہ منوررات کے بعد اس نے صبح کا منہ دیکھا اور فجر ہو گئی تو اس ستارے کا طلوع دراصل اخلاقِ قرآنیہ کا طلوع تھا اور فجر کا ظہور درحقیقت قرآنی اخلاق کی ضیاباری تھی، جس سے آج تک روشنی ہے اور تا قیامت رہے گی۔ بلکہ جنت الفردوس کے باسیوں کو بھی سب سے بڑا تحفہ قرآنی اخلاق کا ہی دیا جائے گا۔ جن کا نمونہ اللہ نے ایک ہی بنایا ہے جسے ''حضرت محمد ﷺ'' کہا جاتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْحَبِيْبِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْن (۱)

منتظرِ شفاعتِ حبیب

محمد اسلم زاہد

لاہور

---

(۱): آج جمعرات، بعد نمازِ ظہر ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ، ۱۶ /اپریل ۲۰۱۵ مسودے کی نظرِ ثانی سے فراغت ملی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مراجع النَّجْمُ الثَّاقِبُ (بترتيب حروف تهجي)

- القرآن الكريم المنزل من الله الرحيم.
- اثمار التكميل لما في انوار التنزيل؛ المؤلف:الشيخ محمد موسى الروحاني البازي رحمة الله عليه؛ الناشر: مكتبه امداديه ملتان باكستان
- أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار؛ المؤلف: أبو الوليد محمد بن عبد الله بن أحمد بن محمد بن الوليد بن عقبة بن الأزرق الغساني المكي المعروف بالأزرقي (المتوفى: 250هـ)؛ المحقق: رشدي الصالح ملحس؛ الناشر: دار الأندلس للنشر – بيروت؛ عدد الأجزاء: 2*1
- الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله والثلاثة الخلفاء؛ المؤلف / أبو الربيع سليمان بن موسى الكلاعي الأندلسي؛ دار النشر / عالم الكتب - بيروت - 1417هـ؛ الطبعة : الأولى؛ عدد الأجزاء / 4
- إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع؛ المؤلف: أحمد بن علي بن عبد القادر، أبو العباس الحسيني العبيدي، تقي الدين المقريزي (المتوفى: 845هـ)؛ الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛ الطبعة: الأولى، 1420 هـ - 1999 م؛ عدد الأجزاء: 15
- أنموذج اللبيب في خصائص الحبيب؛ المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ)؛ طُبع بإذن من: وزارة الإعلام بجدة؛ الطبعة: الثالثة، 1406 هـ؛ عدد الأجزاء: 1
- بهجة المحافل وبغية الأماثل في تلخيص المعجزات والسير والشمائل؛ المؤلف: يحيى بن أبي بكر بن محمد بن يحيى العامري الحرضي (المتوفى: 893هـ)؛ الناشر: دار صادر – بيروت؛ عدد الأجزاء: 2
- تاج العروس من جواهر القاموس؛ المؤلف: محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي (المتوفى: 1205هـ)؛ الناشر: دار الهداية
- تاريخ ابن خلدون؛ المؤلف: عبد الرحمن بن محمد بن محمد، ابن خلدون أبو زيد، ولي الدين الحضرمي الإشبيلي (المتوفى: 808هـ)؛ الناشر: دار الفكر، بيروت؛ الطبعة: الثانية، 1408 هـ - 1988 م؛ عدد الأجزاء: 1
- تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس؛ المؤلف: حسين بن محمد بن الحسن الدِّيار بَكْري (المتوفى: 966هـ)؛ الناشر: دار صادر – بيروت؛ عدد الأجزاء: 2
- تاريخ دمشق؛ المؤلف: أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى:

Marfat.com

571هـ)؛ المحقق: عمرو بن غرامة العمروي؛ الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع؛ عام النشر: 1415 هـ - 1995 م؛ عدد الأجزاء: 80 (74 و 6 مجلدات فهارس)

- تفسير القرطبي الجامع لأحكام القرآن ؛ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671هـ)؛ تحقيق: أحمد ؛ لبردوني وإبراهيم أطفيش؛ الناشر: دار الكتب المصرية – القاهرة؛ الطبعة: الثانية، 1384هـ - 1964 م؛ عدد الأجزاء: 20 جزءا (في 10 مجلدات)
- تهذيب سيرة ابن هشام؛ المؤلف : عبد السلام هارون؛ مصدر الكتاب : موقع الوراق؛ com؛alwarraq؛http://www
- جامع الأصول في أحاديث الرسول؛ المؤلف : مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ)؛ الناشر : مكتبة الحلواني - مطبعة الملاح - مكتبة دار البيان؛ الطبعة : الأولى
- الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه؛ صحيح البخاري؛ المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي؛ الناشر: دار طوق النجاة الطبعة: الأولى، 1422هـ
- الدراري في ذكر الزراري؛ المؤلف: كمال الدين ابن العديم الحلبي؛ الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام؛ المؤلف: أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى: 581هـ)؛ الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت؛ الطبعة: الطبعة الأولى، 1421هـ/ 2000م؛ عدد الأجزاء: 7
- الدرر في اختصار المغازي والسير؛ المؤلف: النمري، الحافظ يوسف بن البر؛ الناشر: دار المعارف – القاهرة؛ الطبعة: الثانية، 1403 هـ؛ عدد الأجزاء: 1
- دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني؛ المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى: 430هـ)؛ الناشر: دار النفائس، بيروت؛ الطبعة: الثانية، 1406 هـ - 1986 م؛ عدد الأجزاء: 2
- دلائل النبوة؛ المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458هـ)؛ الناشر: دار الكتب العلمية، دار الريان للتراث؛ الطبعة: الأولى - 1408 هـ - 1988 م؛ عدد الأجزاء: 7
- رحمة للعالمين؛ المؤلف: محمد سليمان المنصورفوري (المتوفى: 1348هـ)؛ الناشر: دار السلام للنشر والتوزيع – الرياض؛ الطبعة: الأولى؛ عدد الأجزاء: 1

Marfat.com

- روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني؛ المؤلف: شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى: 1270هـ)؛ الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛ الطبعة: الأولى، 1415 هـ؛ عدد الأجزاء: 16 (15 ومجلد فهارس)
- زاد المعاد في هدي خير العباد؛ المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751هـ)؛ الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت - مكتبة المنار الإسلامية، الكويت؛ الطبعة: السابعة والعشرون , 1415هـ /1994م؛ عدد الأجزاء: 5
- الزهر الباسم في سير ابي القاسم؛ المؤلف: الامام مغلطائي بن قليج البكجري؛ الناشر:دار السلام القاهره؛ الطبعة الاولى 1433هـ
- سُبُل السّلام مِن صَحيح سيرة خَير الأنَامِ عَليه الصَّلاة وَالسَّلام؛ المؤلف: صالح بن طه عبد الواحد؛ راجعهُ وقدَّم لهُ: فضيلة الشيخ سليم بن عيد الهلالي، فضيلة الشيخ مشهور بن حسن آل سلمان؛ الناشر: مكتبة الغرباء، الدار الأثرية؛ الطبعة: الثانية، 1428 هـ؛ عدد الأجزاء: 1
- سيدنا محمد صلي الله عليه وسلم؛ المؤلف:العلامة محمد رشيد رضا المصري
- سيرت مباركه كے چند پہلو(اردو)؛ المؤلف:حافظ نذر احمد؛ الناشر:پاك مسلم اكادمي لاهور
- السيرة النبوية (من البداية والنهاية لابن كثير)؛ المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى: 774هـ)؛ تحقيق: مصطفى عبد الواحد؛ الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع بيروت – لبنان؛ عام النشر: 1395 هـ - 1976 م
- السيرة النبوية كما جاءت في الأحاديث الصحيحة؛ المؤلف: أبو عمر، محمد بن حمد الصوياني؛ الناشر: مكتبة العبيكان؛ الطبعة: الأولى، 1424 هـ - 2004 م؛ عدد الأجزاء: 4
- السيرة النبوية والدعوة في العهد المكي؛ المؤلف: أحمد أحمد غلوش؛ الناشر: مؤسسة الرسالة؛ الطبعة: الأولى 1424هـ-2003م؛ عدد الأجزاء: 1
- شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية؛ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد الزرقاني المالكي (المتوفى: 1122هـ)؛ الناشر: دار الكتب العلمية؛ الطبعة: الأولى 1417هـ-1996م؛ عدد الأجزاء: 12
- شرح الشفا؛ المؤلف: علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى: 1014هـ)؛ الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛ الطبعة: الأولى، 1421 هـ؛ عدد الأجزاء: 2
- شرف المصطفى؛ المؤلف: عبد الملك بن محمد بن إبراهيم النيسابوري الخركوشي، أبو سعد

Marfat.com

(المتوفى: 407هـ)؛ الناشر: دار البشائر الإسلامية – مكة؛ الطبعة: الأولى - 1424 هـ؛ عدد الأجزاء: 6

- شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام؛ المؤلف: محمد بن أحمد بن علي، تقي الدين، أبو الطيب المكي الحسني الفاسي (المتوفى: 832هـ)؛ الناشر: دار الكتب العلمية؛ الطبعة: الأولى 1421هـ-2000م؛ عدد الأجزاء: 2
- الشمائل المحمدية والخصائل المصطفوية؛ المؤلف: محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)؛ الناشر: المكتبة التجارية، مصطفى أحمد الباز- مكة المكرمة؛ الطبعة: الأولى، 1413 هـ - 1993 م؛ عدد الأجزاء: 1
- الطبقات الكبرى؛ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد (المتوفى: 230هـ)؛ تحقيق: محمد عبد القادر عطا؛ الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛ الطبعة: الأولى، 1410 هـ - 1990 م؛ عدد الأجزاء: 8
- عذب الكلام فيما يجب على الأنام من حقوق لنبي عليه الصلاة والسلام؛ المصدر: موقع مكتبة صيد الفوائد؛ php؛net/book/index؛saaid؛http://www؛ المؤلف : أبو يوسف محمد زايد
- فتح الباري شرح صحيح البخاري؛ المؤلف: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي؛ الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379؛ عدد الأجزاء: 13
- فقه السيرة النبوية؛ المؤلف: منير محمد الغضبان (المتوفى: 1435هـ)؛ الناشر: جامعة أم القرى؛ الطبعة: الثانية، 1413هـ - 1992 م؛ عدد الأجزاء:
- الكامل في التاريخ؛ المؤلف: أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين ابن الأثير (المتوفى: 630هـ)؛ الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت – لبنان؛ الطبعة: الأولى، 1417هـ / 1997م؛ عدد الأجزاء: 10
- كتاب المغازي للواقدي؛ المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر بن واقد الواقدي (المتوفى : 207هـ)؛ المحقق : مارسدن جونس؛ الناشر : بيروت-عالم الكتب
- المختصر الكبير في سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم؛ المؤلف: عبد العزيز بن محمد بن إبراهيم، ابن جماعة الكناني، الحموي الأصل، الدمشقيّ المولد، ثم المصري، عز الدين (المتوفى: 767هـ)؛ الناشر: دار البشير – عمان؛ الطبعة: الأولى، 1993م؛ عدد الأجزاء: 1
- مستعذب الإخبار بأطيب الأخبار؛ المؤلف: أبو مدين بن أحمد بن محمد بن عبد القادر بن علي الفاسي (المتوفى: بعد 1132هـ)؛ الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛ الطبعة: الأولى -

Marfat.com

1425 هـ / 2004 م؛ عدد الأجزاء: 1

- المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ)؛ الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت؛ عدد الأجزاء: 5
- المصباح المضيء في كتاب النبي الأمي ورسله إلى ملوك الأرض من عربي وعجمي؛ المؤلف / أبو عبد الله محمد بن علي بن أحمد بن حديدة الأنصاري؛ دار النشر / عالم الكتب - بيروت - 1405هـ؛ عدد الأجزاء / 2
- المُعْجَمُ الصَّغِيرُ لِلطَّبَرَانِيِّ؛ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني؛ الناشر : المكتب الإسلامي , دار عمار - بيروت , عمان؛ الطبعة الأولى ،1405هـ=1985م؛ عدد الأجزاء : 2
- معرفة الصحابة؛ المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى: 430هـ)؛ تحقيق: عادل بن يوسف العزازي؛ الناشر: دار الوطن للنشر، الرياض؛ الطبعة: الأولى 1419 هـ - 1998 م؛ عدد الأجزاء: عدد الأجزاء: 7 (6 أجزاء ومجلد فهارس)؛
- المنتظم في تاريخ الأمم والملوك؛ المؤلف: جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ)؛ المحقق: محمد عبد القادر عطا، مصطفى عبد القادر عطا؛ الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت؛ الطبعة: الأولى، 1412 هـ - 1992 م؛ عدد الأجزاء: 19
- الموسوعة في صحيح السيرة النبوية؛ المؤلف: أبو إبراهيم، محمد إلياس عبد الرحمن الفالوذة؛ الناشر: مطابع الصفا – مكة؛ الطبعة: الأولى، 1423 هـ؛ عدد الأجزاء: 1
- ناسخ الحديث ومنسوخه؛ المؤلف: أبو حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد بن محمد بن أيوب بن أزداذ البغدادي المعروف بـ ابن شاهين (المتوفى: 385هـ)؛ الناشر: مكتبة المنار – الزرقاء؛ الطبعة: الأولى، 1408هـ - 1988م؛ عدد الأجزاء: 1؛
- وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى؛ المؤلف: علي بن عبد الله بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدين أبو الحسن السمهودي (المتوفى: 911هـ)؛ الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛ الطبعة: الأولى – 1419؛ عدد الأجزاء: 4

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ

میں اس سے پہلے بھی تم میں (لڑکپن اور جوانی کی) عمر گزار چکا ہوں (سورہ یونس 16:)

حتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ "فجر ہونے تک"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہدِ شباب

(بلوغت سے اعلانِ نبوت تک)

☆ ظہورِ اسلام سے پہلے کے ایمان افروز واقعات ☆ بے مثال و دلربا عادات و اسلامی عبادات

☆ فطری پاکیزگی ☆ سماجی کردار ☆ سیادت، قومی و ملی کارنامے ☆ گلہ بانی، تجارت و خدمتِ خلق

☆ اعلانِ نبوت سے پہلے اٹھائیس سالہ حیاتِ مبارکہ کا فرحت انگیز و مدلل تذکرہ ☆ محبوبیتِ عامہ

☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست و قدردان ☆ سیرت نگاری کا منفرد و جدید انداز

تحقیق و ترتیب مولانا محمد اسلم زاہد مدرس بیت العلوم لاہور

معارف
الادب الاسلامی
www.adbeislami.com

Marfat.com

النجم الثاقب "روشن ستارہ"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن

(ظہورِ قدسی سے بلوغت تک)

ولتصنع علی عینی

کہ پرورش پائے تو میری آنکھ کے سامنے (طٰہٰ ۳۹)

تحقیق و ترتیب

مولانا محمد اسلم زاہد

معارف الادب الاسلامی

www.adbcislami.com

Marfat.com